

کالاکادیوی



ایم اے راحت

نمایاں

گئی..... یہ درویشوں اور صاحب کرامت لوگوں کی صحبت تھی، چنانچہ عماد الدین کو اس صحبت سے بہت کچھ حاصل ہو گیا..... امکان تھا کہ طلب حق میں حد سے گزر جاتے، لیکن ساتھ اچھا تھا، انہیں سمجھایا گیا۔

”عماد الدین..... دین کے ساتھ دنیا بھی رکھو۔“

”لیکن دنیا میں میرا دل نہیں لگتا۔“

”دل لگاؤ۔“

”کیسے لگاؤں؟“ پھر دل کے ساتھ دل لگی کا بندوبست بھی کر دیا گیا..... بزرگوں،

درویشوں کے عمل ہی نرالے ہوتے ہیں، حکم ہوا بند راون چلے جاؤ۔

”وہاں کیا کرنا ہو گا مرشد۔“

”مشرکوں کی بستی میں ایمان کی تلاش۔“

”کچھ اور تمہیں عطاء ہو جائے۔“

”جن کا کام وہی جانیں۔“

عماد الدین بند راون چل پڑے..... پتہ بتا دیا گیا تھا..... مندروں کی دنیا پیتل کے گھنٹوں اور ناقوسوں کی آوازیں اذان کی بجائے آتی تھیں..... پریشان ہو گئے، لیکن مجبوری تھی، مندروں کی آبادی میں ہی ایک کھلی جگہ قیام کیا..... موسم ناساز گار تھا..... نزلہ ہوا، پھر بخار ہو گیا..... آخر میں نمونیا، بے ہوش ہو گئے..... ہوش آیا تو کچھ اجنبیوں کے درمیان تھے..... تلک اور قشقے چہروں پر لگے ہوئے تھے، مگر دل صاف تھے۔

”نام بھی پتہ ہے تمہارا دھرم بھی..... بتانا مت..... لودو کھا لو..... یہ الفاظ کہنے والے دھرمانند جی تھے۔

”دور؟ عماد الدین حیرت سے بولے۔“

”گائے کا پیشاب نہیں ہے اس میں..... ہم بھی کھرے برہمن ہیں..... زلیخا..... اری

اوزلیخا..... اپنے برتن سے پانی لے آ۔“

کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی عماد الدین کے..... دو..... بھی کھائی پانی بھی پیا..... زلیخا کو بھی دیکھا اور جو دیکھا اسے دیکھ کر ششدر رہ گئے..... بعد میں تفصیل معلوم ہوئی..... نمونیا ہوا تھا..... تڑپ رہے تھے کہ دھرمانند جی نے دیکھ لیا..... اپنے خاندان کے ساتھ یا ترا پر آئے ہوئے تھے..... انسانی ہمدردی کی بنیاد پر تیمارداری کی، ڈاکٹر کو دکھایا..... اپنی نگرانی میں رکھا اور عماد الدین کے سامان میں سے ان کے بارے میں معلومات ہوئی لیکن فراخ دل تھے..... دین دھرم سے زیادہ انسانی ہمدردی اور محبت کے قائل..... چنانچہ عماد الدین کو ٹھیک کر لیا۔

”اب اجازت چاہتا ہوں..... عماد الدین نے کہا۔“

”اس قابل ہو؟ دھرمانند بولے۔“

”جی ہاں۔“

”جانتے ہو ڈاکٹر صاحب نے کیا کہا ہے؟“

”نہیں جانتا۔“

”پوچھ ہی لیتے، اس کے بعد بات کرتے..... ڈاکٹر صاحب نے کہا ہے..... کم از کم پندرہ دن بیداریٹ پر رہنا ہے..... ویسے ہمیں پتا ہے..... کہ یہ دیکھ کر پریشان ہو گئے ہو گے کہ ہندو کا دیا کھا رہے ہو..... ارے بھائی..... ہم تو پہلے ہی اس بات کا خیال رکھے ہوئے ہیں..... زلیخا..... ہے ہمارے پاس..... تمہارے لئے وہی سب کچھ کر رہی ہے..... دودھ تک اس کے ہاتھ سے دلوا لیا ہے تمہیں اور ابھی کچھ دن رہ جاؤ گے تو مشکل نہیں آجائے گی..... وہ بھی اللہ والی ہے..... نماز روزے کی پابند..... پوچھ لینا اس سے جو کبھی روکا ہوا ہے۔“

”نہیں..... دھرمانند جی! آپ مجھے بہت شرمندہ کر رہے ہیں..... آپ کی محبت اور احسان کو تو میں کبھی نہیں بھول سکوں گا۔“

”تو پھر..... بھاگنے کی کیوں سوچھی ہے؟ پتا ہے بڑی پریشانی ہو گئی ہے..... ذرا سی گڑبڑ ہو گئی تو بیماری پھر گھیر لے گی۔“

”بس..... میں تو۔“

”نہیں..... کچھ نہیں..... جو کچھ ہے وہ دیکھ لیا جائے گا اس کی پرواہ مت کرو۔“
 عماد الدین صاحب خاموش ہو گئے اور اس کے بعد انہوں نے دھرمانند جی کے ساتھ گزارا شروع کر دیا..... کھانے پینے کے لئے واقعی بیماری زلیخا ہی ذمہ داریاں نبھارہی تھی..... دہلی پتلی جسامت کی مالک..... کوئی بیس اکیس سال کی عمر..... الجھے بال لیکن اتنے گھنے کہ پورا چہرہ گھٹاؤں میں گھرا محسوس ہو..... بڑی بڑی حسین آنکھیں..... دکھ اور کرب میں ڈوبی ہوئی..... ہونٹوں پر قدرتی گلاب کھلے ہوئے..... اتنے جاذب نفوش کہ دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو جائیں، لیکن مجسم حسرت ویاس سارے جہاں کا کرب خود میں سمیٹے ہوئے بہت ہی سادہ اور عام سے کپڑوں میں ملبوس..... دھرمانند جب اسے مخاطب کرتے تو ان کے لہجے میں بڑی محبت ہوتی..... کہنے لگے۔

”زلیخا بیٹی..... مہمان کا خاص طور سے خیال رکھنا..... کوئی تکلیف نہ ہونے پائے انہیں..... بس..... یوں سمجھ لو کہ تمہاری ذمہ داری ہے۔“

”جی..... چاچا جی..... زلیخا کی آواز کا ترنم ابھرا..... بہر حال..... پھر عماد الدین صاحب ان لوگوں کے عادی ہو گئے..... ایک دن..... دو دن..... تین دن..... ان کے اہل خاندان بھی تھے..... ان کی مسز کا نام پوجا دیوی تھا..... پوجا دیوی بھی ظاہر ہے دھرمانند کی بیگم تھیں..... اتنی ہی ملنسار..... اتنی ہی ہمدرد اور محبت کرنے والی..... بہر حال..... عماد الدین کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ یہاں انہیں کیا کرنا ہے.....؟ پھر ایک دن جب دھرمانند اور ان کی دھرم پتی پوجا کے لئے گئے ہوئے تھے..... عماد الدین اپنی جگہ سے اٹھے..... خیمے سے باہر نکل کر دوسرے خیمے کی طرف چل پڑے تو انہوں نے ایک عجیب منظر دیکھا..... بتوں کے سائے میں عبادت ہو رہی تھی..... جائے نماز بچھی ہوئی تھی اور اس پر زلیخا دو زانوں بیٹھی سو گوار دونوں ہاتھ بلند کئے دعا مانگ رہی تھی..... آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے..... سفید دھاریں اٹھتی آ رہی تھیں..... رخسار جل تھل ہو رہے تھے..... ایسا کرب سمٹا ہوا تھا اس کے

چہرے پر..... کہ دیکھنے والے کا کلیجہ دہل جائے..... عماد الدین پتھر اکر رہ گئے..... دل جیسے بند ہو گیا..... بدن میں سکتہ سا طاری ہو گیا..... آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی..... حالانکہ اندر سے آواز آرہی تھی کہ اس حسن بے مثال کا کرب خود میں سمیٹ لیں..... اسے ہر دکھ سے آزاد کر دیں لیکن ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکا اور اسی عالم میں کھڑے ہوئے تھے کہ دھرمانند اور ان کی دھرم پتی آگئے..... انہیں اندازہ بھی نہیں تھا کہ عماد الدین اس طرح کھڑے ہوئے ہیں..... عماد الدین کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے ساتھ خیمے میں لے گئے۔

”اس کا درد ہم میں سے کسی کو بھی نہیں معلوم..... وہ لاوارث ہے کوئی خبر گیری کرنے والا نہیں ہے..... بے چین ہے..... بے سکون ہے..... نہ ہنستی ہے نہ مسکراتی ہے..... حالانکہ..... ہم نے اسے بیٹیوں ہی کی طرح رکھا ہے، لیکن پتا نہیں..... کیا دکھ ہے اس کے سینے میں.....؟ بہت پوچھا مگر بتاتی نہیں..... اسے ہنسانے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ ہنسنے کے بجائے رو پڑتی ہے..... کوئی بہت ہی گہرا زخم ہے دل میں..... کسی نے کسی کے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے..... راتوں کو جاگتی رہتی ہے..... کبھی کہیں بیٹھے بیٹھے تاریکیوں کو گھورتی رہتی ہے..... کبھی رات رات بھر نماز پڑھتی رہتی ہے..... گھنٹوں سجدے میں پڑی رہتی ہے..... دھرمانند جی..... بتا رہے تھے اور عماد الدین کے رگ و پے میں سر دلہریں دوڑ رہی تھیں..... وہ زلیخا کے بارے میں سوچ رہے تھے..... بہر حال..... دھرمانند نے یہ تمام تفصیلات بتائیں، لیکن اور کچھ نہ کہہ سکے نہ کر سکے..... پھر اسی رات دوبارہ باہر نکلے تو ایک بار پھر بائیں سمت نظر گئی..... خیمے کے اس طرف گھاس کا ایک قطعہ تھا..... صاف ستھرا تو نہیں تھا..... یہاں پوجا پاٹ کے لئے آنے والوں نے اسے صاف ستھرا کر دیا تھا اور اس صاف ستھرے ٹکڑے پر زلیخا بیٹھی ہوئی نماز پڑھ رہی تھی، حالانکہ رات کافی سے زیادہ گزر چکی تھی..... دیار دہر میں یہ عبادت عماد الدین جیسے دین دار شخص کو بہت ہی عجیب سی لگی..... وہ زلیخا کو دیکھتے رہے کہ یہ کون ہے.....؟ کس کے ظلم کا شکار ہو گئی ہے؟“ قدم خود بخود آگے

کی میت کو بھی ایک ہی جگہ..... ایک ہی قبرستان میں دفنانا پڑا..... اس کے بعد باپ بیٹی رہ گئے، لیکن ایسے زخم جان لیوا ہی ہوتے ہیں..... زلیخا کی زندگی تھی فک جگ گئی، لیکن تھوڑے عرصے کے بعد باپ بھی دنیا سے رخصت ہو گیا..... ظلم کرنے والوں نے تنہا لڑکی پر مظالم کرنے کے فیصلے کئے..... باقی تو وہ سب کچھ برداشت کرتی رہی، لیکن جب محلے کے ایک اوباش انسان نے اس کی طرف قدم بڑھائے تو زلیخا گھر چھوڑ بھاگی..... نجائے کہاں کہاں ماری ماری پھرتی رہی.....؟ یہاں تک کہ دھرمانند کے ہاتھ لگ گئی..... خاموش طبع اور سر جھکا کر کام کرنے والی..... دھرمانند نے اسے بیٹیوں جیسا درجہ دے دیا تھا اور کبھی اس کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کی تھی..... بڑائی کے لئے کسی خاص جسم کو تراش نہیں کرنا پڑتا..... بڑائی کہیں بھی کسی بھی جسم میں پل سکتی ہے اور دھرمانند جی ایک مسلمان لڑکی کو بیٹی کی طرح پروان چڑھاتے رہے..... یہاں تک کہ آج انہوں نے اس لڑکی کا سر اپنے ایک ہم مذہب نوجوان کے سینے پر ٹکا دیکھ لیا..... عماد الدین سے بات کی اور کہا کہ اپنے مذہب کے مطابق زلیخا کو اپنی زوجیت میں قبول کر لیں..... قدرت نے شاید اسی لئے یہاں بھیجا تھا..... سارے انتظامات ہو گئے..... نکاح کیا..... دھرمانند جی نے کنیادان بھی کیا اور آخر کار..... زلیخا عماد الدین کی بیوی بن گئی..... عماد الدین اسے لے کر مرشد کے حضور پہنچے تو مرشد نے مسکرا کر کہا۔

”عماد الدین..... کہا تھا نا تم سے دین بھی نبھاؤ اور دنیا بھی..... اللہ اس کا اجر دیتا ہے..... بیوی کو لے کر گھر پہنچے..... لیکن اہل خاندان نے انہیں قبول نہ کیا..... خود اللہ نے اتنی بلندی و مرتبہ دے دیا تھا کہ اپنا گزارہ کر سکتے تھے، چنانچہ..... ایک مدرسے میں دین کی تعلیم دینے لگے جو ان کی اپنی آبادی میں ہی تھا..... مدرسے والوں نے ان کے فیض سے واقف ہو کر انہیں عظمت کا مقام دیا..... اور عماد الدین مدرسے کی طرف سے دیئے ہوئے مکان میں رہنے لگے..... زلیخان کے ساتھ خوش تھی اور ایک پرسکون زندگی گزار رہی تھی..... اس پرسکون زندگی میں ایک ننھی سی بچی کی آمد نے مزید حسن پیدا کر دیا تھا اور دونوں میاں بیوی

بڑھ گئے اور اس سے کچھ فاصلے پر پہنچ کر اسے دیکھنے لگے..... وہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھی..... عماد الدین کے آنے کا اسے پتا نہیں تھا، لیکن کچھ لمحوں کے بعد عماد الدین نے اس کی سسکیاں سنیں..... وہ بری طرح سسک رہی تھی..... عماد الدین کا دل پھلنے لگا..... اس کا درد انہیں اپنے سینے میں محسوس ہونے لگا..... دل بری طرح اس کی طرف کھینچ رہا تھا..... وہ ہاتھ اٹھائے سسکتی رہی اور عماد الدین بے اختیار ہو کر اس کے قریب پہنچ گئے..... اسے جب ان کی موجودگی کا احساس ہوا تو وہ سہم کر اٹھ کھڑی ہوئی..... اس کے انداز میں وحشت تھی۔

”کچھ نہیں زلیخا..... ڈرو نہیں..... میں ہوں..... زلیخا نے گھبرائی ہوئی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا تو عماد الدین نے کہا۔“

”میں تمہارے لئے بہت افسردہ ہوں..... زلیخا..... کاش میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا..... میں جاننا چاہتا ہوں کہ تمہیں کیا دکھ ہے.....؟ میرا دل چاہتا ہے کہ تمہارے تمام دکھ دور کر دوں..... زلیخا..... کاش تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ..... یوں لگا..... جیسے زلیخا کو کسی ہمدرد کی موجودگی کا احساس ہوا ہو..... اس کے رخساروں پر آنسوؤں کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔“

”مجھے بتاؤ..... میں کیا کروں تمہارے لئے..... زلیخا“ عماد الدین نے کہا..... وہ روتی آنکھوں سے عماد الدین کو دیکھ رہی تھی..... اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت تھی..... پھر اس کا سر آہستہ سے جھکا..... ایک قدم آگے بڑھی اور اس نے اپنی پیشانی عماد الدین کے سینے سے ٹکادی..... یہ منظر دھرمانند نے دیکھ لیا، لیکن..... دیکھ کر کچھ نہ کہا..... بات دل میں رکھی..... مختصراً..... زلیخا کی کہانی عماد الدین کو یوں معلوم ہوئی ماں باپ تھے..... ایک بھائی تھا..... زندگی سکون سے گزر رہی تھی..... جو ان بھائی برے راستوں پر نکل گیا تھا..... دولت کمانے کے چکر میں دنیاوی اقدار کو بھول چکا تھا..... کچھ لوگوں سے دشمنی ہوئی..... ایک دن رات کو گھر میں داخل ہوا تو سینے میں گولی کا سوراخ تھا..... خاموشی سے گھر میں دم توڑ دیا..... ماں نے جو ان بیٹے کو اس انداز میں دیکھا تو ایک لمحہ نہ جی سکی اور بیٹے کے ساتھ ماں

پر مسرت زندگی بسر کر رہے تھے۔۔۔۔۔ باقی لوگوں نے ساتھ چھوڑ دیا تھا اور عماد الدین کی صورت دیکھنے کے روادار نہیں تھے۔۔۔۔۔ عماد الدین نے بھی صبر کر لیا تھا۔۔۔۔۔ دن رات کی عبادت و ریاضت سے ان کے علوم میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔۔۔۔۔ لوگوں کی مدد بھی کیا کرتے تھے۔۔۔۔۔ تعویذ گنڈے۔۔۔۔۔ کلام الہی سے علاج جو کچھ ان کے بس میں تھا کرتے رہا کرتے تھے۔۔۔۔۔ علم کو اگر خرچ کیا جائے تو بڑھتا ہے۔۔۔۔۔ یہ واحد چیز ہے جس کا مصرف ہی کچھ اور ہوتا ہے۔۔۔۔۔ عماد الدین صاحب اپنی حیثیت میں خاصے مشہور ہو چکے تھے۔۔۔۔۔ پھر زندگی کے رخ میں ایک انوکھی تبدیلی رونما ہوئی۔۔۔۔۔ ان کا بچپن کا دوست ار جن شاستری جو بچپن ہی سے شریار اور نٹ کھٹ تھا اور سولہ سترہ سال کی عمر میں اس کے ماں باپ نے اسے گھر سے نکال دیا تھا۔۔۔۔۔ پھر طویل عرصے تک وہ واپس نہیں آیا۔۔۔۔۔ یہاں تک کہ واپس آیا تو شیطان کا دوسرا روپ بن چکا تھا۔۔۔۔۔ نجائے کہاں اور کن لوگوں کی صحبت میں رہا تھا۔۔۔۔۔؟ گندے علوم سیکھے تھے اور آبادی کے ایک گوشے میں اپنی رہائش گاہ بنالی تھی۔۔۔۔۔ بہت جلد اس کے گندے علوم کا کاروبار مشہور ہونے لگا۔۔۔۔۔ عماد الدین صاحب کو بھی ار جن شاستری کے بارے میں معلوم ہوا۔۔۔۔۔ اس سے ملنے گئے اور جب ار جن شاستری نے انہیں دیکھا تو آگے بڑھ کر ان کے اور اپنے درمیان ایک لکیر کھینچ دی۔

”ہم بچپن کے دوست ضرور ہیں۔۔۔۔۔ عماد الدین صاحب۔۔۔۔۔ لیکن اس لکیر کے اس طرف نہ آئیں۔۔۔۔۔ یہ ہم دونوں کی بد قسمتی ہے کہ ہمارے راستے الگ ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ تم اپنے علوم کی طرف راغب ہو اور میں نے دنیا کے بہترین علوم سیکھے ہیں۔۔۔۔۔ میرا راستہ مت کاٹنا۔۔۔۔۔ نقصان اٹھاؤ گے۔“

”مگر تمہیں ہوا کیا۔۔۔۔۔؟ ار جن شاستری۔۔۔۔۔ شاستری جی کا خاندان تو بڑا ہی اچھا خاندان رہا ہے۔“

”تمہیں معلوم ہے کہ بڑے شاستری نے مجھے گھر سے نکال دیا تھا۔“

”معلوم ہے۔۔۔۔۔ مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔۔۔؟“

”میرا دین دھرم تو ان کے ساتھ ختم ہو گیا۔۔۔۔۔ اب تو میں نے ایک نیا دھرم ہی اپنایا ہے۔۔۔۔۔ اسے کالا دھرم کہتے ہیں اور تم دیکھنا۔۔۔۔۔ آنے والے وقت میں ار جن شاستری کو کتنا بڑا مقام حاصل ہوتا ہے۔“

”برائی اور غلاظت تو کوئی مقام نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ شیطان لی نیت بھی تو بہت زیادہ ہے، لیکن تم بتاؤ شیطان کو کوئی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔“

”ارے بھائی۔۔۔۔۔ مجھے سبق پڑھانے آئے ہو۔۔۔۔۔ میں تو خود تمہیں سبق پڑھا کر رکھ دوں، ایک منٹ میں۔۔۔۔۔ بات یہ ہے کہ بچپن کی دوستی بے ملامتین صاحب۔۔۔۔۔ اسی لئے میں صرف ایک مشورہ دے سکتا ہوں۔۔۔۔۔ کبھی میرا راستہ کاٹ لی و شش مت کرنا۔“

”بہت برے ہو گئے ہو تم ار جن شاستری۔“

”ہاں۔۔۔۔۔ اور تم بہت زیادہ اچھے ہو گئے ہو۔۔۔۔۔ اس لئے آگ اور پانی کو ساتھ ساتھ نہیں رہنا چاہئے۔۔۔۔۔ آج کے بعد ادھر دوبارہ کبھی مت آنا۔۔۔۔۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میرا راستہ روکو اور مجھے بعد میں افسوس ہو کہ میں نے ایک دوست کو نقصان پہنچا دیا۔۔۔۔۔ عماد الدین صاحب واپس آگئے تھے، لیکن دل میں تھوڑا سا دکھ ضرور ہوتا تھا۔۔۔۔۔ اپنے کاموں میں مصروف رہے پھر انہوں نے بے شمار لوگوں سے ار جن شاستری کی برائیاں سنیں۔۔۔۔۔ وہ پیسے لیتا تھا اور لوگوں کے لئے کالا علم کرتا تھا۔۔۔۔۔ بے شمار لوگوں کو اس کے ہاتھوں نقصان پہنچ چکا تھا، لیکن لوگ اس سے ڈرنے لگے تھے۔۔۔۔۔ اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔۔۔۔۔ کئی افراد ایسے بھی تھے جو عماد الدین کے پاس آئے اور عماد الدین نے انہیں دعا تعویذ اور پڑھا ہوا پانی دے کر ار جن شاستری کے چنگل سے نکالا۔۔۔۔۔ ار جن شاستری نے جہاں اپنی دنیا آباد کی تھی وہاں اس نے اپنا گھر بھی بنا رکھا تھا۔۔۔۔۔ کوئی عورت بھی اس کے ساتھ تھی اور اتفاق کی بات یہ کہ اس کی بھی ایک بیٹی تھی جو اس عمر کی تھی جس عمر کی عماد الدین صاحب کی بیٹی۔۔۔۔۔ مہر النساء۔۔۔۔۔ بہر حال۔۔۔۔۔ یہ سارے کام ہوتے رہے اور پھر وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔۔۔۔۔ دوبارہ ار جن شاستری سے کوئی رابطہ نہیں ہو سکا تھا۔۔۔۔۔ ادھر عماد الدین کے والد صاحب

کے دوست ٹھاکر جسونت رائے عماد الدین سے ملتے رہتے تھے..... عماد الدین صاحب کے والد صاحب کا انتقال ہو چکا تھا، لیکن..... جسونت رائے اور ان کا خاندان یہیں آباد تھا، جبکہ عماد الدین کا خاندان یہاں سے کہیں اور منتقل ہو گیا تھا..... پھر ایک دن ٹھاکر جسونت رائے اپنے خاندان کے مختلف افراد کے ساتھ عماد الدین کے پاس پہنچے..... ان کے ساتھ جو لوگ تھے وہ بھی سخت پریشان نظر آرہے تھے..... جسونت رائے نے عماد الدین سے کہا۔

”عماد الدین بیٹا..... نہ تو میرا تعلق تمہارے دین دھرم سے ہے اور نہ ہی آج تک کسی ہندو نے تم سے مدد طلب کی ہوگی..... میں پہلا آدمی ہوں جو تمہارے پاس آیا ہوں..... یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ تمہارے پتاکا بچپن کا دوست ہوں..... میرا حق بھی ہے تم پر، حالانکہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا ہے..... تمہارے لئے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تمہیں کسی کی ضرورت تھی ہی نہیں بیٹے..... میں مشکل کا شکار ہو گیا ہوں..... یہ میرے گھر کے لوگ ہیں..... پھر ان سب کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔“

”جسونت چاچا..... آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں.....؟ میں تو آپ کا غلام ہوں..... حکم دیجئے..... کیا کام ہے مجھ سے۔“

”بیٹا..... دنیا میں تین چیزوں کا کھیل روز اول سے ہے اور روز آخر تک رہے گا..... زر..... زن اور زمین..... ان کے لئے اپنے بھی پرانے ہو جاتے ہیں..... دوست آنکھیں پھیر لیتے ہیں، حالانکہ وہ کمینہ ہیرا لعل بے در..... بے گھر پھر رہا تھا..... میں نے اسے کھیا بنایا اور زمینیں بھی دیں..... پر اب وہ اور چکروں میں پڑ گیا ہے..... مجھ سے ایک ایسی زمین مانگ رہا تھا..... جواب میری ہے یہی نہیں اور ہوتی بھی تو زمینیں بانٹی تو نہیں جاتیں..... مکھیا ہیرا لال کافی عرصے سے مجھے دھمکیاں بھی دے رہا ہے..... خیر..... دھمکیوں کی تو میں کبھی پرواہ نہیں کرتا، لیکن اب اس نے جو کچھ کیا ہے وہ بڑا غلط ہے۔“

”کیا ہوا چاچا جی..... کچھ بتائیے تو سہی۔“

”اس نے اس پاپی کالے دھرم والے ارجن شاستری کا سہارا پکڑا ہے اور اس کے آدمی

نے مجھے آکر اطلاع دی ہے کہ آنے والی دیوالی جس میں صرف دس روز رہ گئے ہیں..... وہ میری طرف ہانڈی بھیج رہا ہے..... تم مٹھوں کے بارے میں تو جانتے ہی ہو گے..... دیوالی کی رات کو جادو کے یہ مٹھ چلتے ہیں اور کالے دھرم والے انہیں اپنے دشمنوں پر مارتے ہیں جو کالا دھرم نہیں جانتے، وہ کالے دھرم والوں سے یہ کام کراتے ہیں اور یہ مٹھ جہاں بھی گرتا ہے وہاں تباہی پھیلتی ہے..... کوئی نہ کوئی مر جاتا ہے..... یہ ہے سارا سلسلہ۔“

”آپ کو یقین ہے..... کہ مکھیا ہیرا لال ایسا کام کر رہا ہے۔“

”کراچکا ہے..... اب بس انہیں دیوالی کا انتظار ہے“ جسونت رائے نے کہا۔

”آپ بالکل بے فکر رہیں..... انشاء اللہ کچھ نہ کچھ ہو جائے گا..... عماد الدین نے جسونت رائے کو یقین دلایا..... جسونت رائے چلے گئے اور عماد الدین پریشانی سے یہ سوچنے لگے کہ اب انہیں کیا کرنا ہے.....؟ آخر کار اپنے بچپن کے دوست سے ملنے کا فیصلہ کیا، حالانکہ ارجن شاستری ان سے کہہ چکا تھا کہ وہ دوبارہ اس طرف نہ آئیں، لیکن عماد الدین اس کے سامنے پہنچ گئے..... ارجن شاستری اس جگہ آیا جہاں اس نے پہلے بھی ایک بار لکیر کھینچی تھی..... عماد الدین نے مسکرا کر کہا۔

”ارجن..... تم دیکھ لو میں آج بھی اسی جگہ کھڑا ہوں جو تم نے میرے لئے منتخب کر دی تھی..... میں نے اس لکیر کو عبور کرنے کی کوشش نہیں کی ہے، جبکہ اس وقت وہ لکیر موجود نہیں ہے۔“

”دیکھو عماد الدین..... تم میرے بچپن کے دوست ہو..... میں بے شک تمہیں اپنے پاس خوش آمدید کہتا جو کچھ میں نے سیکھا ہے..... اس میں سے کچھ تمہاری مدد کے لئے بھی خرچ کرتا..... یہ میری دوستی ہوتی لیکن تم جانتے ہو کہ ایک طرف کالا دھرم ہے اور دوسری طرف تمہارے دین کے علوم، دونوں اس طرح آپس میں ٹکراتے ہیں کہ شاید آگ اور پانی میں بھی اتنا بیز نہ ہو..... ایسی صورت میں میرے دوست..... ہماری دوستی کا تو تصور رہا بھی نہیں ہے..... میں نے اس دن بھی تمہیں سمجھایا تھا کہ دوبارہ کبھی میرے پاس نہ آنا..... مجھے

یہ بھی معلوم ہے کہ ایسے کچھ لوگوں کا ساتھ دیا ہے تم نے جنہیں میں نے کسی بھی وجہ سے نقصان پہنچایا تھا..... تم نے انہیں اس نقصان سے بچالیا ہے عماد الدین..... پلیز میری دوستی کا اس کے علاوہ اور کچھ عمل نہیں ہو سکتا کہ تمہاری ان کوششوں کے باوجود میں نے تم سے رابطہ نہیں کیا، کیونکہ میں یہ بات جانتا ہوں کہ چھوٹے موٹے گنڈے تعویذ میرے اس طاقتور عمل کا بدلہ نہیں دے سکتے جو میں کرتا ہوں یا کر سکتا ہوں..... میں نے سوچا کہ چلو تمہارا دھندا بھی چلتا رہے..... دو چار پیسے مل ہی جاتے ہوں گے ان گنڈے تعویذوں کے، جبکہ میں تو بہت کچھ کما رہا ہوں..... یہ میری بڑائی ہے عماد الدین..... چلو خیر ہے..... کہنا کیا چاہتے ہو تم.....؟ دوبارہ کیوں آئے ہو میرے پاس۔“

”بولو۔“

”کھیا ہیرا لعل نے تم سے جسونت رائے کے لئے کوئی کارروائی کروائی ہے..... جسونت رائے میرے پاس آئے تھے..... وہ میرے والد صاحب کے پرانے دوستوں میں سے ہیں..... انہوں نے مجھ سے مدد مانگی ہے۔“

”اوہو..... مدد مانگی کے تم سے..... اچھا..... بھئی ایسا لگتا ہے جیسے تمہاری تقدیر بھی زوروں پر ہو..... چلو ٹھیک ہے..... کھاؤ..... کھاؤ مگر ایک بات سنو..... جسونت رائے کے سلسلے میں کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”تم ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنا۔“

”کارروائی تو ضرور ہوگی۔“

”کیونکہ ہیرا لعل نے مجھے دو لاکھ روپے دیئے ہیں..... تم جسونت لال سے پوچھو وہ مجھے کیا دیں گے.....؟ دس لاکھ پر بات ہو سکتی ہے..... یا پھر ایسا کریں کہ زمین ہیرا لعل کو دے دیں..... میں دو لاکھ روپے پر ہی گزارہ کر لوں گا۔“

”اور اگر دونوں میں سے کوئی کام نہ ہو تو..... عماد الدین تے کہا۔“

”تو پھر ایسا کرنا کہ دیوالی کی رات جسونت رائے کے گھر جا کر بیٹھ جانا اور خود ہی تماشا دیکھ لینا جو کچھ ہوتا ہے۔“

”میں یہی نہیں چاہتا ارجن شاستری۔“

”ارے..... تو تم کیا چاہتے ہو.....؟“

”یہی کہ تم اپنا ارادہ ترک کر دو۔“

”تم دس لاکھ بھجوادو..... چلو کچھ کمی بیشی کر لیتے ہیں اس میں۔“

”ایک پیسہ بھی نہیں..... ارجن شاستری! میں تمہیں دوستی کے نام پر روکنے آیا ہوں کہ جسونت رائے کے خلاف ہیرا لعل کی مدد نہ کرو۔“

”بھائی..... دوستی کی قیمت اتنی نہیں ہوتی..... دوستی کے نام پر تو تم مجھے دو لاکھ بھی نہیں دے سکتے..... دے سکتے ہو.....؟“

”ایک پیسہ بھی نہیں دے سکتا۔“

”تو پھر دیکھ لو..... تم جو کچھ کما رہے ہو..... کماؤ..... ہم جو کما رہے ہیں وہ ہمیں کمانے دو..... بس پھر یہی کہیں گے کہ تیسری بار ادھر مت آنا عماد الدین..... کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے ہاتھوں تمہیں کوئی نقصان پہنچ جائے..... برفاؤس ہو گا ہمیں..... اب دوستی تو نبھائیں گے..... کیا سمجھے.....؟“

”ایک بار میں پھر تم سے درخواست کر رہا ہوں..... مان لو میری بات..... ارجن شاستری“ جواب میں ارجن شاستری ہنس پڑا پھر بولا۔

”ہزار دو ہزار روپے چاہئیں تو مانگ کر لے جاؤ مجھ سے..... چلو واپس مت کرنا..... دوستی کی اتنی بڑی قیمت میں نہیں دے سکتا..... تمہارا کیا سودا ہوا ہے جسونت رائے سے؟“

”ٹھیک ہے.....“ عماد الدین نے کہا اور گردن جھکا کر واپس پلٹ پڑے، لیکن ان کے چہرے پر غصے کے آثار تھے..... سمجھایا تھا ارجن شاستری کو..... نہیں مان رہا تھا تو اب مجبوری تھی۔



دیوالی آگئی..... ہندو دھرم کے لوگوں نے اتنے چراغ جلائے کہ پوری بستی روشن کر دی ہر ہندو گھرانے میں چراغ جل رہے تھے..... سڑکوں پر چہل پہل تھی..... عمارتیں بجی ہوئی تھیں، لیکن ٹھاکر جسونت رائے کی حویلی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی..... جسونت رائے کی حویلی کی روشنی پوری بستی میں مشہور تھی..... لوگ اس روشنی کو دیکھنے آیا کرتے تھے، لیکن اس بار وہاں روشنی نہیں تھی..... سبھی کو تو صورت حال کا پتا نہیں تھا..... کچھ کو حیرت تھی..... کچھ پریشان تھے، لیکن حویلی کا بڑا گیٹ بند تھا..... پہرے داروں کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ باہر سے کسی کو نہ آنے دیا جائے..... عماد الدین صاحب حویلی پہنچ چکے تھے اور حویلی کے گیٹ کے سامنے بنے ہوئے ایک ایسے درے میں بیٹھے تھے جہاں سے دور دور تک آسمان دیکھا جاسکتا تھا..... حویلی کے مختلف گوشوں میں جسونت رائے کا خاندان آنے والی قیامت کا انتظار کر رہے تھے..... ہندو دھرم میں تو جادو کی ان ہانڈیوں کا بڑا دخل ہوتا ہے، جو ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لئے دیوالی کی رات کو پھینکی جاتی ہیں..... ہزاروں المیے جنم لیتے ہیں اور قانون اس بارے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا..... آج بھی کالے جادو کے ماہر یہ سارے کام کرتے ہیں..... یہ گندی اور نیچ نسل کے لوگ ہوتے ہیں جن کا اپنا بھی کوئی دین دھرم نہیں ہوتا..... انہیں تو ہندو بھی نہیں کہا جاسکتا..... ان کا دھرم صرف دولت ہوتی ہے اور دولت کے یہ پجاری اپنے گندے علم سے دوسروں کو نقصان پہنچانے

میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے..... عماد الدین صاحب ایک وظیفہ پڑھ رہے تھے..... مرشد نے بہت کچھ دے دیا تھا انہیں اور ان کی نیک چلنی اس میں اضافہ کئے جا رہی تھی..... خود محنت مزدوری کرتے تھے یہاں باپ کی دولت میں سے کچھ ہاتھ نہیں لگا تھا..... بیوی اور بیٹی کی پرورش کے لئے اپنی محنت سے کماتے تھے..... تعویذ گنڈے کے نام پر انہوں نے کبھی کسی سے ایک پیسہ بھی قبول نہیں کیا تھا..... نذرانے تک قبول نہیں کرتے تھے..... کہتے تھے کہ یہ درپردہ معاوضہ ہوتا ہے اور اللہ کے نام کا کوئی معاوضہ قبول کرنا گناہ ہوتا ہے..... جسے وہ قبول نہیں کر سکتے..... بہر حال..... اس وقت بھی وہ بیٹھے ہوئے تھے..... جسونت رائے اور ان کے اہل خاندان آسمان پر نگاہیں جمائے ہوئے تھے..... رات کو بارہ بجے کے بعد فضا میں ایک روشن شے اڑ کر آتی ہوئی دیکھی جس کا رخ اس حویلی کی طرف تھا..... وہ آہستہ آہستہ فضا میں تیرتی ہوئی حویلی پر آرہی تھی..... جسونت رائے کی دھرم پتی..... ان کے بچے بہوئیں سب کے سب بھگوان کو یاد کرنے لگے..... دشمن آگیا تھا..... ادھر عماد الدین صاحب بھی اس روشن نقطے پر نگاہیں جمائے ہوئے بیٹھے تھے..... جو حویلی کے لئے موت کا پیغام لے کر آرہا تھا..... عماد الدین صاحب نے آنے والی ہانڈی کی طرف نگاہیں جمائیں..... وہ آہستہ سے نیچے جھکتی چلی آرہی تھی..... پھر جب وہ حویلی کے بڑے گیٹ کو عبور کر کے آگے بڑھی تو اچانک عماد الدین صاحب نے پھونک ماری اور اس کے بعد اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے..... کلام الہی کی کچھ مخصوص آیات پڑھ کر انہوں نے ایک بار پھر ہانڈی کی جانب تین بار پھونک ماری اور اچانک ہی جسونت رائے نے ہانڈی کا رخ بدلتے ہوئے دیکھا..... وہ جس طرف سے آئی تھی..... اس طرف ہی واپس جا رہی تھی..... عماد الدین صاحب نے ایک بار پھر اس پر پھونک ماری اور ہانڈی دور ہو گئی..... اس عمل کو دیکھ کر جسونت رائے اور اس کے اہل خاندان کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے اور اس کے بعد وہ شور مچاتے ہوئے عماد الدین صاحب کی جانب دوڑے..... جسونت رائے کے بچوں نے عماد الدین کو گود میں اٹھالیا تھا.....

”بھئی عماد الدین..... آپ نے جو کچھ ہمارے لئے کیا ہے..... ہم اسے زندگی بھر نہیں

بھول سکتے اب تو خطرہ ٹل گیا ہے نا۔“

”ہاں..... پر مجھے افسوس ہے کہ مجھے اس ہانڈی کو واپس ارجن شاستری کے پاس بھیجنا پڑا، حالانکہ میں یہ نہیں کرنا چاہتا تھا، لیکن مجبوری تھی اور کوئی ذریعہ نہیں تھا..... رات رائے کے بڑے بیٹے نے ایک تھال جس میں چاندی اور سونے کے سکے بھرے ہوئے تھے..... لاکر عماد الدین صاحب کو پیش کیا اور کہا۔“

”بھائی عماد الدین..... ہم آپ کی اور تو کوئی خدمت نہیں کر سکتے..... یہ ایک معمولی سے بھیٹ ہے..... عماد الدین نے نگاہیں اٹھا کر ہونٹ رائے کو دیکھا اور کہا۔“

”بھائی..... میں نے تو آپ کو کوئی بڑی بات نہیں کہی..... مجھے یقین نہیں تھا کہ آپ مجھے اس طرح ذلیل کریں گے..... میں اس محبت بھرے کام کے لئے کوئی معاوضہ تو نہیں لینا چاہتا۔“

”یہ تو نذرانہ ہے بھائی عماد الدین۔“

”معاوضہ اور نذرانہ..... ایک ہی چیز کے دو نام ہیں..... مجھے اجازت دیجئے۔“

عماد الدین نے کہا اور جسونت رائے اپنے بیٹے سے کہنے لگے۔

”بیٹا..... تمہیں پتا نہیں ہے کہ یہ کون سا خاندان ہے.....؟ یہ جو ہم انہیں دے رہے

ہیں نا..... شاید اتنا انہوں نے اپنے ملازموں کو اپنے ہاتھوں سے دے دیا ہو..... مت پڑا اس

چکر میں..... وہ کچھ نہیں لیں گے..... عماد الدین صاحب گھر آگئے..... زلیخا کے ساتھ

مہر النساء بیٹھی ہوئی تھی..... بچی دیکھتے ہی دیکھتے تیرہ چودہ سال کی ہو چکی تھی..... سمجھدار اور

اس قدر حسین کہ دیکھنے والی نگاہ ایک دفعہ دیکھے تو ہٹ نہ سکے..... زلیخا کا عکس تھا اور زلیخا بھی

کم حسین شخصیت نہیں تھی..... عماد الدین کا اتر ہوا چہرہ دیکھ کر زلیخا نے کہا۔

”کیا بات ہے.....؟ کوئی پریشانی ہو گئی۔“

”نہیں زلیخا..... کوئی خاص بات نہیں ہے..... ایک ایسا عمل کیا ہے جو پہلے کبھی نہیں

”کیا۔“

”کیسا عمل.....؟۔“

”بس زلیخا..... اس نے بھی تو زیادتی کی تھی..... سمجھ لیا تھا ہم نے اسے..... نہیں مانا بے وقوف..... کہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے..... اصل میں گنداعلم ہے..... کبھی کبھی عامل کو بھی نقصان پہنچا دیتا ہے۔“

”مجھے پوری بات تو بتائیے۔“

”ٹھاکر جسونت آئے تھے ہمارے پاس..... نام تو بتایا تھا نا ہم نے ان کا..... ہمارے والد صاحب کے دوستوں میں سے تھے۔“

”ہاں ہاں..... کیوں نہیں..... ایک بار ان کی دھرم پتی بھی آئی تھیں نا ہمارے پاس..... ہمیں مکان کا تحفہ دے رہے تھے وہ۔“

”وہی..... وہی..... وہی..... انہی کی بات کر رہا ہوں میں۔“

”پھر آئے نہیں ہمارے پاس۔“

”بات ہے نا..... زلیخا۔“

”کیا.....“

”ظاہر ہے ہمارے اور ان کے مذہب میں زمین آسمان کا فرق ہے..... بہت سے معاملات میں ہم ان کی مداخلت پسند نہیں کرتے اور نہ ہی ان کی آمد۔“

”خیر..... چھوڑیئے..... انہیں کیا ہو گیا۔“

”نہیں..... ہوا کچھ نہیں ہے..... بس یہ سمجھ لو کہ ایک چھوٹا سا کام تھا ان کا..... ہمارا

ایک اور دوست تھا یہاں..... ارجن شاستری۔“

”اس کے بارے میں بھی بتا چکے ہیں۔“

”وہی..... وہی..... ہم نے آج اس کا ایک جادو ناکام بنادیا ہے اور یہ مجبوری تھی

ہماری..... اصل میں اس کا یہ جادو اگر حویلی پر گر پڑا ہوتا تو تھا کر جسونت رائے کے دو چار

افراد مر جاتے..... بس ہم نے اسے واپس کر دیا ہے، لیکن یہ خیال نہیں تھا ہمارے دل میں کہ

وہ اسے کوئی نقصان پہنچا دے..... بس یہ خدشہ ہے چونکہ..... ہم ان کالے جادو کی باتوں کو نہیں جانتے..... کہیں وہ ارجن شاستری کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے اور عماد الدین کا خیال غلط نہیں تھا..... واقعی وہ اس بارے میں نہیں جانتے تھے..... ارجن شاستری نے اپنا گھر آبادی سے الگ تھلگ بنارکھا تھا، کیونکہ بہت سے کام ایسے ہوتے تھے جو بستی کی آبادی میں نہیں ہو سکتے تھے..... دیوالی کی رات کو ہندو دھرم کے لوگ درگاپو جا اور ایسے ہی دوسرے کام کیا کرتے تھے..... ارجن شاستری سال بھر کی کمائی کرتا تھا..... بہت سے معاملے ہوا کرتے تھے..... بہت سے لوگ اپنے مخالفوں پر جادو ٹونے کروایا کرتے تھے، چنانچہ..... آج کی بنگ بڑی زبردست تھی ایک شیریں متی..... سرلا دیوی تھی جو دوسری کسی آبادی میں رہتی تھی..... انہیں اپنی سوکن کو مرانا تھا، چنانچہ جادو کا ایک مٹھ ان کی طرف بھی چل پڑا تھا..... اس کے علاوہ اور بھی دو تین کام تھے اور انہی میں سے ایک کام جمونت رائے کی حویلی پر پھینکے جانے والا مٹھ بھی تھا، چنانچہ ارجن شاستری اپنے کام کا آغاز کرچکا تھا اور یہ پہلا ہی مٹھ تھا جو اس نے روانہ کیا تھا اور اب اسے اس کی کامیابی کا انتظار تھا..... آنے کا بنا ہوا بھیانک شکل کا ایک پتلا ارجن شاستری کے سامنے رکھا ہوا تھا..... اس کے قدموں میں ثابت ماش کے دانے بکھرے ہوئے تھے..... برابر ہی خون کے دو چراغ جل رہے تھے..... یہ خون تیل میں شامل کیا گیا تھا اور کسی ایسے شخص کے دشمن کا تھا جو اپنے دشمن کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا..... کالا پتلا ارجن شاستری کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑا ہوا تھا اور ارجن شاستری اس کی آنکھوں میں مٹھ کو اڑتے ہوئے دیکھ رہا تھا..... یہ اس کے ایک منتر کی پیدوار تھی..... مٹھ تیزی سے اڑتا ہوا آگے جا رہا تھا اور پتلے کی آنکھوں میں جو کسی خاص چیز سے بنائی گئی تھیں..... مٹھ کا روشن نقطہ نظر آ رہا تھا..... پھر اچانک ہی یہ نقطہ واپس پلٹ پڑا اور ارجن شاستری جو اپنی کامیابی پر مسلسل مسکرا رہا تھا..... ایک دم چونک پڑا..... اس کی ہنسی ایک دم ختم ہو گئی تھی..... روشن نقطے کی واپسی اس کے لئے ایک بھیانک عمل کے طور پر تھی..... وہ اپنی جگہ سے وحشت زدہ انداز میں کھڑا ہو گیا..... اس کے ہاتھ پھیل گئے اور وہ ہونٹوں

ہونٹوں میں بڑبڑایا۔
 ”یہ کیسے ہو گیا..... یہ کیسے ہو گیا کالی ماں..... ایسا کیسے ہو گیا؟“ اچانک ہی پتلے کے ہونٹوں سے آواز نکلی۔
 ”تو اپنے دشمن کو بھول گیا..... ارجن؟“
 ”کون دشمن.....؟“ ارجن نے پتلے کو گھورتے ہوئے کہا۔
 ”وہ جو مسلمان مذہب سے تعلق رکھتا ہے اور تجھ سے کہہ گیا تھا کہ جمونت رائے کی حویلی پر حملہ کرنا ٹھیک نہیں ہوگا۔“
 ”عماد الدین۔“

”جو بھی اس کا نام ہے..... اس نے تیرا مٹھ واپس کر دیا ہے..... بچ..... سنبھل..... وہ آگیا..... پتلے نے کہا اور دوسرے لمحے ارجن شاستری وہاں سے اٹھ کر بھاگا..... وہ اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گیا تھا..... اچانک ہی ایک دھماکہ ہوا..... رہائش گاہ کی چھت میں ایک سوراخ ہوا اور مٹی کی ہانڈی جس میں سندور..... چاول..... دال..... آنا اور نجانے کیا کیا چیزیں بھری ہوئی تھیں..... چھت پھاڑتی ہوئی نیچے آگری..... اس وقت ارجن شاستری کی بیٹی کشاوتی بیٹھی اپنے ہاتھوں میں مہندی لگا رہی تھی کہ ہانڈی اس کے سر پر گری اور کشاوتی کی بھیانک چیخ فضا میں گونج اٹھی..... اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی اور ارجن شاستری چیخ رہا تھا۔

”یہ کیا ہوا..... ارے یہ کیا ہوا.....؟ اری اٹھ..... اس آگ کو بجھا..... یہ آخری الفاظ اس نے اپنی دھرم پتی سے کہے تھے..... لیکن اس کی دھرم پتی اپنی جگہ ساکت بیٹھی ہوئی تھی..... اس کے دل کی حرکت بند ہو چکی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے ارجن شاستری کی پتری نے بھی دم توڑ دیا..... ارجن شاستری پھٹی پھٹی آنکھوں سے بیوی اور بیٹی کو دیکھ رہا تھا..... اس کے چہرے پر انتہائی ہجوان اور غم کے اثرات تھے..... وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنی لٹ جانے والی دنیا کو دیکھ رہا تھا اور اس کے منہ سے غراہٹ نکلی۔

”عماد الدین..... بہت برا کیا ہے تو نے..... بہت برا کیا ہے..... ہم نے تو یہ سوچا تھا کہ خاموشی سے لوگوں کے کام دھندے کریں گے..... دولت اکٹھی کریں گے اور خاموشی ہی سے وقت گزار دیں گے..... ہماری دھرم بچتی ہمارا پریم تھی اور ہماری بچی..... نہیں عماد الدین..... برا کیا ہے تو نے..... کسی اور کے لئے ہمارا گھر برباد کر دیا..... ایسا ہو نہیں سکے گا..... عماد الدین..... ایسا ہو نہیں سکے گا..... تھوڑی دیر تک وہ سوچتا رہا، پھر اس کے بعد اس نے اپنی بیٹی کی لاش اٹھا کر کندھے پر ڈالی..... بیوی کی لاش دونوں ہاتھوں میں اٹھائی اور ان دونوں کو لئے ہوئے وہ ایک اور دروازے کی جانب بڑھ گیا..... جو اس کے گھر کا دروازہ تھا اور اندرونی کمرے میں تھا..... یہ اندرونی کمرہ گہرا تاریک تھا اور بڑا وسیع تھا..... ار جن شاستری نے دونوں لاشیں اس کمرے کے بالکل درمیان میں رکھ دیں اور اس کے بعد آگے بڑھ کر دیوار میں لگے ہوئے سوراخوں میں اڑسی ہوئی مشعلیں روشن کر دیں..... دھوئیں کی چراند چاروں طرف پھیل گئی..... پیلے پیلے ماحول میں یہ دونوں لاشیں بڑی عجیب لگ رہی تھیں..... ار جن شاستری نے ایک دیوار کے قریب پہنچ کر کوئی بٹن دبایا اور دیوار میں ایک خانہ کھل گیا..... اندر بہت سے لکڑی کے پتلے رکھے ہوئے تھے جن کی شکلیں عجیب و غریب تھیں..... بھیانک شکلوں والے ان پتلوں کی تعداد کوئی تیس پینتیس کے قریب تھیں..... ار جن شاستری نے یہ سارے پتلے نکال لئے اور انہیں ان دونوں لاشوں کے گرد سجادیا..... دونوں لاشیں کمرے کے فرش پر پڑی پڑی عجیب لگ رہی تھیں..... ار جن شاستری پتلوں کو سجانے کے بعد خود تھوڑا سا پیچھے ہٹا اور کوئی منتر پڑھنے لگا..... کچھ لمحوں کے بعد اس نے پتلوں پر ایک پھونک ماری اور یہ پتلے آگ کی طرح روشن ہو گئے..... ان کے بدن سے شعلے نکل رہے تھے اور وہ چیخ رہے تھے۔

”ہمیں مت مارو..... مہاراج..... ہم نے کیا کیا ہے؟ ارے..... ڈیارے دیا..... ارے..... مر گئے رے..... شاکر دو مہاراج ہمیں نہ مارو..... ننھی ننھی چیخیں اور آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور ار جن شاستری خونی نگاہوں سے ان پتلوں کو دیکھ رہا تھا..... جو ایک ایک

کر کے بھسم ہوتے جا رہے تھے اور پھر وہ زمین پر پانی کی طرح بہہ رہے تھے..... یہ بھیانک کھیل دیر تک جاری رہا..... پتلے اب بھی چیخ رہے تھے، فریاد کر رہے تھے۔

”ہمیں نہ مارو..... مہاراج..... ہم نے کیا کیا ہے.....؟“ تب ار جن شاستری بولا۔
 ”تم میرے چہیتے بیر تھے..... میری بیوی اور بیٹی مر گئیں..... تم کچھ نہیں کر سکے میرے لئے..... میں نے تمہاری رکھشا کے لئے کیا نہیں کیا.....؟ کس طرح پالا ہے تمہیں..... تم کچھ بھی نہیں کر سکے میری بیوی اور میری اکلوتی بچی کے لئے..... کیا کرنا ہے مجھے تمہارا؟“

”ہم کیا کر سکتے تھے مہاراج..... ہم تو نردوش ہیں..... جس نے تمہارا مٹھ تمہیں لوٹایا ہے وہ ہمارے دھرم کا تو نہیں ہے..... وہ دوسرے دھرم کا ہے..... مالک..... وہ جو کچھ کرتا ہے..... ہمارے پاس اس کا توڑ نہیں ہے..... ہمیں مت مارو۔“

”تمہارے پاس اگر اس کے کئے کا توڑ نہیں ہے تو میں تمہارا کیا کروں گا.....؟ جل جاؤ بھسم ہو جاؤ..... مر جاؤ تم سب..... نئی شکتی حاصل کروں گا..... تمہیں پالنے کا کوئی فائدہ نہیں..... لکڑی کے پتلے زندہ انسانوں کی طرح کراہتے اور دم توڑتے رہے..... دیوالی کی یہ بھیانک رات جہاں جس قدر بھیانک تھی..... وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا..... آہستہ آہستہ آخری پتلا بھی زمین پر پانی کی مانند بہہ گیا تو ار جن شاستری اپنی جگہ سے اٹھا..... اس بار اس نے تانبے کا بنا ہوا کالی کا مجسمہ اٹھایا تھا..... اسے ایک بلند جگہ رکھنے کے بعد اس نے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑے اور گردن جھکا دی..... پھر بولا۔

”جے مہاکالی..... کالی کال کو ڈھائے..... دشمن کا کلیجہ کاٹ کر لائے..... تب کالی کہلانا..... میرے ساتھ کیا ہوا ہے.....؟ کالی مجھے شکتی دے..... مجھے شکتی دے کہ میں اس مسلمان سے مقابلہ کر سکوں..... میں اسے نیچا دکھا دوں..... اگر تو نے مجھے یہ شکتی دے دی تو تیرا یہ داس تیرے نام کی بلی دے دے گا..... خود اپنی بلی..... سن کالی دیوی..... مجھے ان دونوں کی آتماں چاہئیں..... میں ان کے شریر میں ان کی آتماؤں کی واپسی چاہتا ہوں..... ایک

مخصوص وقت تک کے لئے..... میں جانتا ہوں کہ مروں کو جیون دینا تیرا کام نہیں ہے.....
 پر یہ بھی جانتا ہوں کہ تو بیروں کو ان کے شریر میں داخل کر کے انہیں جیتا دکھا سکتی ہے.....
 میں ایک وقت تک ان کے شریر جیتے دیکھنا چاہتا ہوں..... اس کے بعد میں تجھے تیرا یہ ادھار
 واپس کر دوں گا..... یہ شریر مجھے دے دے..... اپنے بیروں کو ان کے جسموں میں داخل
 کر دے..... کر دے کالی..... کالی کال کو ڈھائے..... دشمن کا کیجہ کاٹ کر لائے..... تب کالی
 کہلائے..... اچانک ہی ایک تیز چمک..... ایک بہت ہی تیز چمک کمرے میں ابھری..... ایسی
 کہ آنکھوں کی روشنی چھن جائے..... ار جن شاستری کی آنکھیں بھی ایک دم بند ہو گئی تھی
 اور پھر کافی دیر تک اس کی آنکھوں میں جھائیاں رقص کرتی رہی تھیں..... رفتہ رفتہ جب
 آنکھوں کے ہولے کالے ہو گئے تو اس نے آنکھیں کھول دیں..... تانبے کا مجسمہ بدستور اپنی
 جگہ موجود تھا، لیکن اسی وقت اسے اپنے عقب سے کشکوتی کی آواز سنائی دی۔

”ہم کہاں ہیں.....؟“ اور ار جن شاستری اچھل پڑا..... اس نے پلٹ کر دیکھا.....
 دونوں ماں بیٹیاں فرش پر بیٹھی ہوئی تھیں..... ار جن شاستری انہیں دیکھنے لگا..... پھر اچانک
 ہی وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگ پڑا..... میری کشکا..... میری رجنی..... وہ دونوں سے پلٹ
 گیا، لیکن دونوں عورتیں کسی بت کی مانند خاموش کھڑی رہیں..... ار جن شاستری کافی دیر
 تک روتا رہا..... وہ عجیب عجیب باتیں منہ سے نکال رہا تھا۔

”میری وجہ سے تم پر یہ پتا پڑی..... میری وجہ سے تم اس سنسار سے دور ہو گئیں.....
 میری وجہ سے ہوا ہے یہ سب کچھ..... میری وجہ سے ہوا ہے..... آہ..... ایسا نہیں ہونا چاہئے
 تھا..... میری وجہ سے نقصان پہنچا ہے تمہیں..... میں کیسے اپنے آپ کو معاف کر سکوں
 گا..... میں کیسے اپنے آپ کو معاف کر سکوں گا..... وہ بلک بلک کر رونے لگا، لیکن دونوں
 عورتیں اس طرح کھڑی ہوئی تھیں جیسے ان کا اس سے کوئی تعلق نہ ہو..... تب ار جن
 شاستری نے کہا۔

”ہاں..... میں جانتا ہوں..... کہ اب تم اس سنسار میں نہیں ہو..... یہ تمہاری آتماں

بھی نہیں ہیں جو تمہارے جسموں کو متحرک کر رہی ہیں۔ بلکہ یہ کالی دیوی کے پیر ہیں.....
 ہاں..... کالی دیوی تو نے میری بات مان لی ہے اور دیکھ براہو گیا ہے..... اس مسلمان نے میرا
 گھر تباہ کر دیا..... ایسا تو نہیں ہونا چاہئے تھا..... ایسا تو نہیں ہونا چاہئے تھا..... کچھ دیر کے بعد
 وہ پھر اپنی رہائش گاہ میں آگیا..... یعنی وہاں جہاں اس کی بیوی اور بیٹی موجود تھیں..... ٹوٹی
 ہوئی ہانڈی کے ٹکڑے زمین پر پڑے ہوئے تھے..... اس نے ان ٹکڑوں کو سمیٹا..... کشکوتی
 اور رجنی اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں اور وہ ٹوٹی ہوئی ہانڈی کے ٹکڑے سمیٹ کر انہیں ایک
 تھیلے میں ڈال رہا تھا..... پھر اس نے تھیلے کا منہ باندھا اور اسے ہاتھوں میں لٹکائے گھر سے باہر
 نکل آیا..... اس نے اپنے گھر کے پچھلے حصے کا رخ کیا تھا..... یہاں بڑی لمبی لمبی جھانپیاں لگی
 ہوئی تھیں..... بد نما اور خوفناک جھانپیاں..... ان جھانپیوں میں ایک کنویں کا دہانہ چھپا ہوا تھا،
 جو زمین کے برابر تھا..... اصل میں اس طرف آنے کی اجازت تو کسی کو نہیں تھی..... کوئی
 بھی ان جھانپیوں سے نہیں گزرتا تھا، لیکن اگر کسی نے گزرنے کی کوشش کی تو پھر یہ اندھا
 کنواں اس کا استقبال کرتا تھا..... شاید اس کنویں کی گہرائیوں میں کئی انسانی ڈھانچے ہوں.....
 یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ار جن شاستری کی حکم عدولی کی تھی..... مٹی کی ہانڈی کے ٹکڑوں
 سے بھرا ہوا تھیلا اس نے اس کنویں میں اچھال دیا..... دونوں ہاتھ جوڑے ماتھے سے لگائے
 اور بولا۔

”قسم کھاتا ہوں..... تین لاکھ آٹھ ہزار سات سو بیسٹھ دیوی دیوتاؤں کی کہ ایک دن
 عماد الدین کی لاش کو بھی اسی کنویں کی نذر کروں گا..... میرا وعدہ ہے..... میرا وعدہ ہے.....
 میرا وعدہ ہے..... پھر وہ خاموشی سے وہاں سے چل پڑا تھا..... دیوالی کی اس رات وہ جو کچھ
 کھو بیٹھا تھا..... اسے واپس لانا اس کے بس کی بات نہیں تھی، لیکن اپنے طور پر وہ یہ فیصلہ
 کر چکا تھا کہ اب عماد الدین سے انتقام ہی اس کی زندگی ہے، لیکن عماد الدین کے چہرے پر
 پریشانی کے آثار تھے، جو کچھ کیا تھا انہوں نے..... اسے خود بھی اچھا نہیں سمجھتے تھے، مگر کیا
 کرتے..... جسونت رائے سے ان کے خاندان کی گہری دوستی تھی اور بہر حال نہ بھی ہوتی

تب بھی مشکل میں پھنسے ہوئے ایک انسان کی مدد کرنا اس علم کو خراج ادا کرنے کے مترادف تھا جو انہیں بخشا گیا تھا۔۔۔۔۔ وہ اپنے علم میں بہت آگے پہنچ چکے تھے۔۔۔۔۔ یہ الگ بات ہے کہ صاحب علم ہمیشہ اپنے آپ کو اور اپنے سر کو جھکائے رکھتے ہیں کہ ان کی بقاء کا ذریعہ ہی یہ ہے اور سچی بات یہ ہے۔۔۔۔۔ کہ بڑے سے بڑا علم انکساری چاہتا ہے اور یہ انکساری ہی علم کی غذا ہوتی ہے۔۔۔۔۔ تاہم عماد الدین نے دوسرے دن ارجن شاستری سے ملنے کا فیصلہ کیا۔۔۔۔۔ ویسے بھی بچپن کا دوست تھا۔۔۔۔۔ تھوڑی بہت انسیت بھی تھی۔۔۔۔۔ اسی حوالے سے۔۔۔۔۔ حالانکہ برے راستوں کا راہی تھا پھر بھی انسانی نکتہ نگاہ سے وہ اس بات کو بہتر سمجھتے تھے کہ ارجن شاستری کی بھی خبر لی جائے، چنانچہ۔۔۔۔۔ یہ طویل فاصلہ طے کر کے وہ شاستری کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔۔۔۔۔ شاستری اس وقت باہر ہی ایک پلنگ پر سوچ میں بیٹھا ہوا تھا۔۔۔۔۔ اسے عماد الدین کے اپنے پاس چلے آنے کی امید نہیں تھی۔۔۔۔۔ وہ جو منصوبہ بنا چکا تھا اس کے تحت تو وہ یہ سوچ رہا تھا کہ خود عماد الدین کے پاس جا کر ان کی اس کامیابی کی مبارک باد دے، لیکن عماد الدین خود ہی چلے آئے تھے تو اس نے دل میں سوچا کہ بیٹا عماد الدین تیرے اور میرے درمیان جو جھگڑا چلنے والا ہے۔۔۔۔۔ وہ اس سنسار کے لئے ایک انوکھا ہی جھگڑا ہو گا۔۔۔۔۔ ایک ایسا جھگڑا جس کے بارے میں لوگ دیکھیں گے اور سوچیں گے اور کہیں گے کہ ایسے دشمن بھی ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ اس نے مسکرا کر کھڑے ہو کر عماد الدین کا استقبال کیا تھا۔۔۔۔۔ عماد الدین گہری نگاہوں سے جائزہ لیتے ہوئے اس کے نزدیک پہنچ گئے۔

”آؤ بیٹھو۔۔۔۔۔ ملا جی۔۔۔۔۔ شاستری نے عماد الدین کو ایک نئے نام سے مخاطب کیا۔“

”ملا جی۔“

”ہاں۔۔۔۔۔ بڑے عالم ہو گئے ہو۔۔۔۔۔ بہت بڑے عالم ہو گئے ہو۔۔۔۔۔ مان لیا بھائی۔۔۔۔۔ بچا لیا تم نے جسونت رائے کو۔۔۔۔۔ بڑی بات ہے۔۔۔۔۔ ورنہ گیا تھا وہ۔۔۔۔۔ بھسم ہو جاتا سراسر۔۔۔۔۔ ایک مٹھ واپس کر دیا ہے تم نے ملا جی۔۔۔۔۔ آگے کیا کرو گے؟“

”کچھ نہیں۔۔۔۔۔ تو اگر ہزار مٹھ بھی ادھر بھیجے گا تو میں وہ سب واپس کر تار ہوں گا۔“

”بڑی بات ہے۔۔۔۔۔ بڑی بات ہے۔۔۔۔۔ ارجن شاستری نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔

پھر بولا۔“

”مگر۔۔۔۔۔ جسونت رائے نے تمہیں کیا دیا اس کے صلے میں۔۔۔۔۔؟“

”دعائیں۔“

”بس۔“

”تو اور کیا۔۔۔۔۔ تم کیا سمجھتے ہو۔۔۔۔۔؟ دعاؤں سے بڑھ کر کوئی اور قیمتی شے ہو سکتی ہے۔“

”بس۔۔۔۔۔ یہی اختلاف ہے میرے اور تمہارے درمیان۔۔۔۔۔ عماد الدین! میں کہتا ہوں

کہ دعا دینے والے انسان کو بے وقوف بناتے ہیں۔۔۔۔۔ ہر چیز کا ایک صلہ ایک معاوضہ ہوتا

ہے۔۔۔۔۔ تم پتا نہیں کہاں کی باتیں لئے پھر رہے ہو۔۔۔۔۔ ارے بابا۔۔۔۔۔ کل کو بوڑھے ہو جاؤ

گے۔۔۔۔۔ مر جاؤ گے۔۔۔۔۔ بچی ہے بیوی ہے اور بھی بچے ہوں گے تمہارے۔۔۔۔۔ کیا ان دعاؤں

سے ہی پیٹ بھر دے ان لوگوں کا۔“

”پیٹ بھرنے والی ذات۔۔۔۔۔ ذات باری کی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اب میرے اور تمہارے

نظریے میں اور عقیدے میں یہی تو فرق ہے، جو روحوں کو زمین پر بھیجتا ہے وہ ان کے لئے ہر

طرح کا بندوبست بھی رکھتا ہے۔۔۔۔۔ ارجن شاستری۔۔۔۔۔ ہم تو صرف ذریعہ ہوتے ہیں۔۔۔۔۔

ہمارے ہاتھ پاؤں مفلوج ہو جائیں۔۔۔۔۔ دماغ کام کرنا چھوڑ دے تو ہم اپنی پرورش نہیں

کر سکیں گے۔۔۔۔۔ اپنے بچوں کی پرورش کیا کریں گے۔۔۔۔۔ ہم۔۔۔۔۔ لیکن نظام کائنات نظام حق

ہوتا ہے اور نظام حق میں کوئی نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ نظام حق۔۔۔۔۔ نظام کائنات کی ترتیب کرتا ہے

کہ اس کو کیا دینا ہے۔۔۔۔۔ یہ اور کون سے ذریعے سے دیتا ہے۔۔۔۔۔؟ یہ فیصلے تو آسمان میں ہوتے

ہیں۔۔۔۔۔ ارجن شاستری۔۔۔۔۔ اور جو دنیا کی ہوس میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ دینے

والی ذات (نعوذ باللہ) کہیں زمین پر بستی ہے تو یہ ان کی غلطی ہے، بلکہ یہی بہکاوا ہے۔۔۔۔۔ جو

انہیں ہوتا ہے یہی سمجھ رہے ہونا تم۔۔۔۔۔ مسئلہ صرف یہی ہے۔۔۔۔۔ سوچنے کا بس یہی مقام

ہے۔۔۔۔۔ اگر صحیح سوچ لیا تو سمجھ لو کہ بیڑا پار ہو گیا۔۔۔۔۔ سوچ میں کہیں غلطی ہو گئی تو پھر کچھ

نہیں ملتا، اس کائنات میں۔“

”بڑی لمبی چوڑی تقریر کر ڈالی..... تم نے ملاجی..... تمہارا کیا خیال ہے.....؟ صرف تمہارے کہنے سے میں اپنا نظریہ تبدیل کر سکتا ہوں..... مسلمان ہو جاؤں کیا..... جواب میں عماد الدین ہنس دیئے..... انہوں نے کہا۔“

”مسلمان ہونا تو بہت عظمت کا کام ہے..... شاستری! تیرے جیسے سیاہ دل لوگ مسلمان نہیں ہوتے۔“

”دیکھو..... دیکھو..... لڑنا شروع کر دیا..... میں نے تو کتنی محبت سے خوش آمدید کہا ہے اور تم لڑنے لگے مجھ سے۔“

”نہیں..... ایسی بات نہیں..... لڑ نہیں رہا بلکہ بتا رہا ہوں وہ الفاظ مت کہہ جو مجھے مشتعل کر دے..... کیا سمجھا؟“

”ٹھیک ہے..... ٹھیک ہے..... اب تو کیا چاہتا ہے؟“

”نہیں..... نہیں..... کچھ نہیں..... تیری خوشامد کرنے آیا ہوں..... رات کی ہانڈی تجھ تک واپس پہنچ گئی تھی نا۔“

”ہاں..... پہنچ گئی تھی“ ار جن شاستری کے لہجے میں ایک خوفناک غراہٹ تھی۔“

”تجھے بہت برا لگا ہوگا۔“

”نہیں..... حیرت ہوئی تھی۔“

”کیسی حیرت۔“

”یہی کہ ملا عماد الدین تو واقعی کام کا آدمی بن گیا..... ہانڈیوں کو واپس کرنا تو جادو منتر ہی کا کام ہے اور رادھو..... منتری ہی یہ کام کرتے ہیں..... کالے جادو کو کالا جادو ہی مارتا ہے۔ یہ تم نے تو کمال کر دکھایا۔“

”نہیں بے وقوفی ہے تمہاری..... سوچ بے تمہاری..... سنو کالا، پیلا، نیلا جادو کوئی حیثیت نہیں رکھتا..... میں پھر وہی بات کہوں گا کہ جو..... مالک کائنات ہے اور جس نے اس

کائنات میں شیطان کو اتار دیا ہے وہ شیطان کے شر کو بھی اچھی طرح جانتا ہے اور اس نے ان لوگوں کو شیطان سے نمٹنے کے لئے طاقت اور قوت عطا کر دی ہے جو شیطان کے فریب میں آجاتے ہیں، جو بچنا چاہے وہ بچ سکتا ہے ار جن شاستری۔“

”چلو بھائی..... ٹھیک ہے..... چلو..... اپنا اپنا کام کرو..... تم اپنا کام جاری رکھو ہم اپنا کام جاری رکھیں گے۔“

”یہ بتاؤ تم خیریت سے تو ہونا۔“

”ہاں..... کیوں نہیں.....؟ کیا سمجھ رہے تھے تم.....؟ ہانڈی واپس کر کے ہم سب کو مار دو گے۔“

”خدا کی قسم..... شاستری میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ تصور نہیں تھا بلکہ جسونت رائے کو بچانے والے سے میں نے یہ دعا بھی مانگی تھی کہ تمہیں بھی کوئی نقصان نہ پہنچے۔“

”ارے..... چھوڑو..... چھوڑ..... تمہیں پتا ہے کہ منٹھ کیا چیز ہوتی ہے.....؟“

”نہیں پتا..... یہی تو کہتا ہوں۔“

”جھوٹ بولتے ہو۔“

”نہیں شاستری..... واقعی نہیں جانتا۔“

”جادو منتر کا ایک ایسا ایٹم بم ہوتا ہے یہ جسے واپس کرنا ممکن ہی نہیں ہوتا اور جہاں پر ایٹم بم گرے وہاں ہیر و شیماء اور ناگاساکی سے زیادہ بربادی ہوتی ہے..... بچا لیا تم نے جسونت رائے کو اس ایٹم بم سے اور وہ واپس آگیا۔“

”چلو..... یہی سہی..... ایٹم بم کا رخ موڑ دیا گیا..... تمہیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچا اس سے۔“

”کیا نقصان پہنچ سکتا تھا تمہارے خیال میں۔“

”یقین کرو اگر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا تو مجھے خوشی ہوئی۔“

”ایک منٹ“ ار جن شاستری نے کہا اور اپنی بیوی اور بیٹی کو آواز دی..... دونوں

آگنی تھیں۔

”کشکادتی..... بتاؤ انہیں ہمیں کیا نقصان پہنچا؟“

”کوئی نقصان نہیں پہنچا..... نقصان کیا ہوتا؟“

”آپ ٹھیک ہیں بھابھی جی..... تم ٹھیک ہو..... کشکادتی“

”ہم دونوں ٹھیک ہیں“ کشکادتی نے جواب دیا۔

”آؤ..... میں تمہارے سر پر ہاتھ تو پھیر دوں“

”نہیں..... چاچا جی میرے سر کے بال خراب ہو جائیں گے..... کشکادتی نے جواب

اور کئی قدم پیچھے ہٹ گئی..... عماد الدین ہنسنے لگے تھے۔“

”شریر ہو گئی ہے میرے سامنے ہی پٹی بڑھی ہے اور اب مجھ سے ہی شرارت کر رہی

ہے..... اچھا..... ارجن شاستری..... اب مجھے اجازت دو..... چلتا ہوں..... اور تھوڑی دیر

بعد عماد الدین وہاں سے رخصت ہو گئے..... دل پر سے بوجھ ہٹ گیا تھا..... یہ بات کئی

سوچی تھی کہ کہیں ان کے اس عمل سے ارجن شاستری کو یا اس کے اہل خاندان کو کوئی نقصان

نہ پہنچا ہو، لیکن اب ان کی بیوی اور بیٹی کو دیکھ کر اور شاستری کو زندہ سلامت دیکھ کر انہیں

سکون ہوا تھا، جبکہ جب وہ واپس آئے تو شاستری نے خونی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور کہا۔

”کتنا اطمینان نظر آرہا ہے تیرے چہرے پر..... عماد الدین..... میری زندگی کا سب

سے بڑا مقصد یہی ہے کہ تیرے دل سے سکون ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھین لوں..... ہمیشہ ہم

کے لئے۔“



ٹھا کر جسونت رائے بہت خوش تھا..... عماد الدین کا احسان وہ زندگی بھر نہیں بھول

سکتا تھا، لیکن درویش منش کے لئے کوئی چیز قابل اعتنا نہیں تھی..... جسونت رائے خود

عماد الدین سے ملا اور اس نے کہا۔

”عماد الدین..... پرانے رشتوں سے میں تمہارا اچھا لگتا ہوں..... تم نے بھگوان کی دیا

سے سنسار میں بہت چااصل کر لیا..... علم کی اپنی دولت ہوتی ہے..... میری دولت..... میرا

پروار نہیں بچا پارہی تھی..... اس وقت تمہارے علم کی دولت نے میرے پروار کی رکھشا

کی..... عماد الدین..... اس وقت تم مجھ سے کہیں مالا مال ہو، لیکن دیکھو دنیا کی دولت بھی کوئی

چیز ہوتی ہے..... مہر النساء میری ہی بیٹی ہے..... اسے ایک اچھا مستقبل دینے کے لئے اگر تم

اپنے چچا کی تھوڑی سی مدد قبول کر لو تو عماد الدین یہ کوئی بری بات نہیں ہوگی..... نہ تم مجھ

سے کچھ مانگ رہے ہو اور نہ میں تمہیں دے رہا ہوں..... بس سمجھ لو..... کہ اپنی بچی کے لئے

کچھ زمینیں اس کے نام کرنا چاہتا ہوں..... تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے“ جواب میں

عماد الدین مسکرا دیئے..... انہوں نے کہا۔

”چاچا جی..... جب آپ نے خود ہی مجھے اپنے آپ سے دولت مند قرار دے دیا

ہے..... تو پھر مجھے غریب کہہ کر میری بے عزتی کیوں کر رہے ہیں.....؟ اگر میں دولت مند

ہوں تو مہر النساء ایک دولت مند شخص کی بیٹی ہے..... پھر آپ ہماری مدد کیوں کرنا چاہتے

ہیں؟“

”کشا تجھے کتنے دن سے یاد کر رہی ہے..... کبھی اس سے ملنے کو من نہیں کرتا۔“
 ”آؤں گی چا چا جی..... کسی وقت۔“

”لے..... کسی وقت کی کیا بات ہے؟ دس منٹ کے لئے ابھی چل..... لایہ گٹھڑی مجھے دے دے۔“

”چا چا جی..... وہ۔“

”ہاں..... بول..... کیا کہہ رہی ہے؟“

”میں نے گھر میں نہیں کہا ہے۔“

”چا چا ہوں تیرا..... چا چا اور پتا میں کوئی فرق ہوتا ہے؟“۔

”ہوتا تو نہیں ہے لیکن..... اماں سے۔“

”چاچا جی..... مجھے جھوٹ نہیں بولنا پڑے گا..... بس تھوڑی دیر کے بعد“۔

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا..... کشکا تجھے بڑا یاد کر رہی ہے..... آجا“ ار جن شاستری نے معصوم سی بچی کا ہاتھ پکڑا..... چودہ پندرہ سال کی عمر میں کیا..... بس..... موم کا ڈھیر ہوتا ہے..... چنانچہ بحالت مجبوری ار جن شاستری کے ساتھ چل پڑی..... شاستری اسے لئے ہوئے بڑی برق رفتاری سے چھپتا چھپاتا اپنے گھر پہنچا تھا..... آج ہی تو موقع ملا تھا اسے.....

جلدی سے مہر النساء کو اندر کے اسی بڑے کمرے میں لے گیا جو اس کے لئے سب سے بڑی جگہ تھی اور جہاں کالے علم کا کالا خزانہ جمع تھا..... کشکا اور ار جن شاستری کی بیوی کالی دیوی کی دی ہوئی زندگی گزار رہی تھیں..... اب نہ انہیں کھانے پینے کی ضرورت تھی..... نہ زندہ رہنے کے لئے ہوا اور پانی کی..... وہ تو بس ایک جادو کے زیر اثر جی رہی تھیں..... کچھ لمحوں کے بعد ار جن شاستری انہیں بھی اندر لے آیا اور پھر اس نے مہر النساء سے کہا۔

”جھی..... جھی..... جھی..... جھی..... بیٹا! یہ تیرا کام ہے کیا.....؟ کیسا ہے یہ
عماد الدین.....؟ ارے بچو! سے اتنے سخت کام تھوڑا ہی کرائے جاتے ہیں۔“
”لو چاچا..... سر سوں کا ساگ توڑنا اور اس کی گٹھڑی بنا کر لے آنا کیا سخت کام ہے۔“
”بیٹا..... بیٹیوں کو تو انسان پھولوں کے بستر پر پالتا ہے..... یہ پر یاد ہن ہمارے پاس
کتنے دن کے لئے ہوتا ہے..... ہمیں کیا معلوم؟“
”یہ تو آپ ٹھیک کہتے ہیں..... چاچا جی..... لیکن؟“

”عماد الدین کی بیٹی..... بڑی بری بات کی ہے عماد الدین نے ہمارے ساتھ..... یہ کشکا ہے اور یہ میری دھرم پتی..... جو تجھے جیتی جاگتی نظر آرہی ہے..... لیکن یہ جیتی نہیں ہے۔“

”کیا..... مہر النساء حیرت سے بولی۔“

”ہاں..... یہ بات تو نہیں جانتی ہوگی..... سپوتری..... لیکن میں تجھے بتاؤں یہ جیتی نہیں ہیں۔“

”تو پھر۔“

”مار دیا ہے تیرے پتانے اس کو..... میری بچی کو مار دیا اور میری دھرم پتی کو بھی مار دیا ہے۔“

”مگر چاچا جی..... یہ تو۔“

”ہاں..... مگر جو کچھ ہے تیرے علم میں بہت جلد آجائے گا..... یہاں لیٹ جا۔“

”ما..... مگر کیوں؟“

”لیٹ جا“ ار جن شاستری کا لہجہ بدل گیا۔

”چاچا جی..... مجھے دیر ہو رہی ہے۔“

”ہاں..... تجھے دیر ہو رہی ہے..... مجھے بھی دیر ہو رہی ہے..... جلدی کر، بہت تھوڑا

وقت رہ گیا ہے..... جلدی کر۔“

”مگر چاچا جی..... میں..... کشکا..... چاچا جی..... یہ چاچا جی کیا کہہ رہے ہیں؟ مہر النساء

نے سامنے کھڑی ہوئی کشکا اور ار جن شاستری کی بیوی سے فریاد کی، لیکن ار جن شاستری مہر النساء کے پاس پہنچ گیا..... اس نے مہر النساء کے لمبے اور خوبصورت بال پکڑے اور اسے زمین پر لٹا دیا۔

”خاموشی سے یہاں لیٹی رہ..... ورنہ“ ار جن شاستری نے ایک لمبا چاقو نکال کر ہاتھ

میں لے لیا..... پھر اس نے کشکا سے کہا۔

”تو بھی یہاں لیٹ جا..... ابھی تیرا سے باقی ہے..... کچھ دن بچے ہوئے ہیں تیرے جیون کے..... میری بیٹی..... میں تجھے جیون نہیں دے سکا..... ماری گئی تو میری وجہ سے..... پر کیا کروں؟ مجبوری تھی..... اب میرے من میں بدلے کی جو آگ لگی ہوئی ہے، وہ اسی طرح سرد ہو سکتی ہے کہ مہر النساء تیرے شریر میں رہے..... میں تجھے تو جیتا نہیں رکھ سکا..... میری بچی..... مگر تیرے شریر کو زندہ رکھوں گا، جا..... بھگوان تیری رکھشا کرے اور اس کے بعد اس نے اپنا عمل شروع کر دیا..... یہ ایک عجیب عمل تھا..... مہر النساء کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں اور وہ ار جن شاستری کی آنکھوں سے نکلتے ہوئے شعلوں کو دیکھ رہی تھی، جو اس کے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے..... اس کے بدن میں جلن ہونے لگی تھی، یہ جلن بڑھتی گئی..... اور بڑھتی گئی..... بڑھتی گئی..... اس نے چیخنے کی کوشش کی، لیکن اس کے منہ سے آواز نہیں نکل سکی اور تھوڑی دیر کے بعد اچانک ہی اس کے ذہن پر نیند سی سوار ہو گئی..... اس نے تھوڑی دیر کے لئے اپنے آپ کو دنیا سے بے خبر پایا، لیکن یہ تھوڑی ہی دیر کی بات تھی..... کچھ لمحوں کے بعد اس کی آنکھ کھلی تو اس نے ماحول کا جائزہ لیا..... ادھر ادھر دیکھا تو اسے سب کچھ یاد آ گیا..... ار جن شاستری اس وقت موجود نہیں تھا نہ ہی اس کی دھرم پتی یہاں موجود تھی، لیکن برابر میں..... اس نے برابر میں دیکھا اور ایک لمحے کے لئے اس کا دماغ چکر اکر رہ گیا..... وہ تو برابر میں اپنے آپ کو لیٹے ہوئے دیکھ رہی تھی، مگر یہ آنکھیں..... یہ سب کیا قصہ ہے.....؟ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی..... اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے برابر لیٹے ہوئے وجود کو دیکھا..... اس کی آنکھیں بند تھیں، لیکن یہ تو وہی تھی..... آہ..... یہ تو میں ہی ہوں، مگر..... پھر میں کون ہوں.....؟ ایک عجیب سوال تھا جس کا جواب اس کے پاس نہیں تھا..... وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے برابر لیٹی ہوئی مہر النساء کو دیکھتی رہی..... اگر یہ مہر النساء ہے تو پھر میں کون ہوں.....؟ پھر اس نے مہر النساء کے شانے کو جھنجھوڑ کر مہر النساء کو جگایا تو مہر النساء نے آنکھیں کھول دیں اور اسے دیکھنے لگی..... پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گئی..... اسے دیکھنے لگی پھر مسکرائی..... پھر بولی۔

رہے گا اور تو میرے شریر میں قید رہے گی..... یہ ہے میرے پتا کا انتقام۔“

”نہیں..... خدا کے لئے نہیں..... خدا کے لئے نہیں..... ایسا نہ کرو“ کشکا کے بدن میں مہر النساء نے روتے ہوئے کہا، اسی وقت ارجن شاستری واپس آگیا..... اس نے مہر النساء کو کشکا کے بدن میں دیکھا تو مسکرا کر بولا۔

”دل ٹھنڈا ہو گیا..... بھگوان کی سوگند..... دل ٹھنڈا ہو گیا..... لڑکی اب تو کشکا کے شریر میں ہے..... میری کشکا جیتی ہے..... تم اگر اپنے ماتا پتا کا جیون چاہتی ہو..... اگر یہ نہیں چاہتی کہ میں انہیں جلدی غلاظت میں ڈال کر مار دوں تو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں میری بات سن..... خاموشی اختیار کر..... اپنے آپ کو کشکا کہہ..... کشکا سمجھ..... اگر تو نے اس کے خلاف کیا تو سمجھ لے مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا..... میں تیرے ماتا پتا کے جیون کو ختم کر دوں گا..... کتے کی موت ماروں گا انہیں۔“

”نہیں..... نہیں..... خدا کے لئے میری امی اور ابو کو۔“

”اب خدا انہیں..... بھگوان کا نام لینا پڑے گا تجھے..... جو کچھ میں کہوں گا وہ کرنا پڑے گا تجھے۔“

”مگر میری بات سنو..... میری بات سنو..... ایسا مت کرو چاچا جی..... مجھے میرا بدن واپس دے دو..... میں جادو منتر کے یہ کھیل نہیں جانتی..... جھگڑا ہے تو میرے ابو سے ہے تمہارا..... میرا کوئی معاملہ نہیں ہے چاچا جی..... مجھے معاف کر دو۔“

”بیٹی اور پتی کھو چکا ہوں میں..... کیسے معاف کر دوں گا تمہیں..... میرا کلیجہ خالی ہو چکا ہے تو عماد الدین کا کلیجہ بھی خالی ہونا چاہئے..... کیا سمجھی“ اور پھر ارجن شاستری نے کشکا کے بدن میں اپنے دشمن کی بیٹی کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور مہر النساء کشکا کے وجود میں قید آنسو بہانے لگی، جبکہ مہر النساء کے بدن میں کشکا کو جگا کر ارجن شاستری نے کشکا سے کہا۔

”ساگ کا یہ ڈھیر لے کر تو چلی جا..... اب عماد الدین کے ہاں..... اب وہی کرنا ہے تجھے جو میں چاہتا ہوں..... مجھے معاف کرنا..... میں تیری رکھشا نہیں کر سکا..... میری وجہ

”ارے..... یہ تو میں ہوں، کون ہے تو؟“

”مگر..... تو کون ہے؟“

”میں کشکا ہوں۔“

”اوڑ میں مہر النساء ہوں۔“

”مگر تو تو میرے شریر میں ہے۔“

”اور میں شاید تمہارے بدن میں ہوں۔“

”ہاں۔“

”یہ تو عجیب ہو گیا۔“

”نہیں..... عجیب نہیں ہوا..... یہ ہونا تھا..... یہ ضرور ہونا تھا..... اور میں خوش ہوں کہ ایسا ہو گیا۔“

”مگر ہوا کیا ہے.....؟ یہ تو مجھے بتا دو۔“

”ہوایہ تھا کہ میرے پتا نے ایک منتر کیا..... اس منتر سے وہ جسوت رائے اور اس کے پریوار کو ختم کرنا چاہتے تھے۔“

”ہائے..... جسوت جی کو کیوں ختم کرنا چاہتے تھے؟ ارجن شاستری۔“

”کوئی دشمنی کا کام چل رہا تھا۔“

”تو پھر۔“

”تیرے پتا نے وہ منتر الٹ دیا..... ہماری بھیجی ہوئی ہانڈی ہم پر آگری..... میں اور ماں جی مر گئیں اور پتا جی اپنے منتر میں ناکام ہو گئے..... پھر پتا جی نے ہمیں ادھار کا جیون دیا..... اپنے جادو منتروں سے انہوں نے چند روز کے لئے ہمیں زندہ کر دیا..... ہمیں کچھ دن کے بعد مر جانا ہے، لیکن کیا ہی مزے کی بات ہے.....؟ اب تو مرے گی مہر النساء..... تیرے شریر میں میں ہوں، چنانچہ تیرا شریر مر جائے گا..... میرا شریر جیتا رہے گا..... میں بے شک کچھ دن کے بعد مر جاؤں گی اور تیرا شریر بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا، مگر میرا شریر زندہ

سے تجھے نقصان پہنچا۔۔۔۔۔ پر تیرا اثر میرے ساتھ رہے گا۔۔۔۔۔ تیرے شریر کو ایک لمبا جیون دے چکا ہوں میں۔۔۔۔۔ یہ کہہ کر اس نے مہر النساء کو بازو سے پکڑ کر اٹھایا۔۔۔۔۔ ساگ کا ڈھیر اس کے ہاتھ میں دیا اور مہر النساء وہاں سے چل پڑی۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد کشکا مہر النساء کے روپ میں گھر میں داخل ہو گئی۔۔۔۔۔ عماد الدین وہاں موجود نہیں تھا، چنانچہ۔۔۔۔۔ کشکا نے مہر النساء کی آواز میں زلیخا سے پوچھا۔

”ماتا جی۔۔۔۔۔ یہ ساگ کہاں رکھ دوں۔۔۔۔۔؟ زلیخا بری طرح اچھل پڑی۔۔۔۔۔ اس نے حیرت سے مہر النساء کے بدن کو دیکھا۔۔۔۔۔ پھر بولی۔

”کیا کہا تو نے۔۔۔۔۔؟ ماتا جی۔۔۔۔۔ کشکا کو ایک لمحے کے اندر اندر اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور وہ بولی۔

”ماں۔۔۔۔۔ ماں جی۔۔۔۔۔“

”امی نہیں۔۔۔۔۔“

”آج میرا دل چاہ رہا ہے کہ آپ کو ماں جی کہوں۔۔۔۔۔ ماں کتنا پیارا لفظ ہوتا ہے۔۔۔۔۔“

”بگلی۔۔۔۔۔ چل ساگ مجھے دے۔۔۔۔۔ اندر کے کمرے کی صفائی کر دے اور کشکا اندر چلی گئی، لیکن نجانے کیوں زلیخا کے دل میں ایک خلش سی بیدار ہو گئی تھی۔۔۔۔۔؟ ماتا جی۔۔۔۔۔ ماں جی۔۔۔۔۔ ویسے تو مہر النساء کی عمر کوئی بہت زیادہ نہیں تھی۔۔۔۔۔ شرارتیں اس کے اندر بھی موجود تھیں، لیکن مجموعی طور پر وہ ایک خوش مزاج اور نفیس طبیعت کی لڑکی تھی۔۔۔۔۔ بے پناہ ذہین۔۔۔۔۔ اور صورت حال کو سمجھنے والی۔۔۔۔۔ بہر حال۔۔۔۔۔ اس نے زیادہ توجہ نہیں دی اور رات کو جب عماد الدین کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو انہوں نے مہر النساء کو بھی ساتھ بلا لیا۔۔۔۔۔ مہر النساء کھانے کے دسترخوان پر آکر بیٹھی اور پھر ایک دم کھڑی ہو گئی۔

”کیوں کیا بات ہے۔۔۔۔۔؟“

”یہ گوشت ہے کیا؟“

”ہاں۔۔۔۔۔ کیوں؟“

”نہیں۔۔۔۔۔ ماں۔۔۔۔۔ میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ میں آج کھانا نہیں کھاؤں گی۔۔۔۔۔ ویسے جب بھی میں گوشت کھاتی ہوں میرے پیٹ میں درد ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ میں سبزی کھاؤں گی یا دال کھاؤں گی۔۔۔۔۔ وہ اٹھی اور وہاں سے چلی گئی تو عماد الدین نے کہا۔

”یہ کیا کہہ رہی ہے۔۔۔۔۔؟ یعنی یہ کہ ایک طرف تو گوشت کے بغیر ایک نوالہ حلق سے نہیں اترتا اور آج گوشت سے پیٹ میں درد ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔“

”کھسک گئی ہے تھوڑی سی۔۔۔۔۔ چلئے آپ کھانا کھائیے“ دوسری صبح کچھ اور نئی باتیں ہوئیں اور کئی بار مہر النساء نے اجنبی الفاظ بولے۔۔۔۔۔ زمین کو دھرتی۔۔۔۔۔ آسمان کو آکاش۔۔۔۔۔ پاک کو پوتر اس بات پر عماد الدین بھی چونکے تھے اور ان کے ذہن میں ایک عجیب سی کیفیت بیدار ہو گئی تھی، لیکن تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کیا قصہ ہے۔۔۔۔۔؟ بہر حال۔۔۔۔۔ یہ سارا مسئلہ چلتا رہا۔۔۔۔۔ کئی بار عماد الدین اور زلیخا نے مہر النساء کی سرزنش بھی کی اور کہا کہ تو کیا فضول حرکتیں کرتی رہتی ہے، لیکن مہر النساء ہنس کر خاموش ہو جاتی تھی۔۔۔۔۔ عماد الدین نے ایک دن بیوی سے کہا۔

”کچھ محسوس کر رہی ہوں تم۔۔۔۔۔؟“

”کیا۔۔۔۔۔؟“

”یہ اچانک مہر النساء کو کیا ہو گیا ہے۔۔۔۔۔؟ تم نے اس کی زبان سنی ہے۔۔۔۔۔ مجھے حیرت ہوتی ہے۔۔۔۔۔“

”کیا حیرت ہوتی ہے؟“

”عجیب باتیں کرتی ہے وہ۔۔۔۔۔“

”مگر کیوں۔۔۔۔۔“

”پتا نہیں۔۔۔۔۔ دونوں میاں بیوی اس موضوع پر باتیں کرتے رہے پھر اس رات کوئی چار بجے کا وقت ہو گا۔۔۔۔۔ عماد الدین صاحب نوجوان بیٹی کے کمرے میں کبھی نہیں جاتے تھے۔۔۔۔۔ دن کی روشنی میں بات اگر ہوتی تو وہ بھی اجازت لینے کے بعد، لیکن اس وقت وہ تہجد

خیالات ان کے دل میں آتے رہے تھے.....؟ لیکن ابھی جب تک صورت حال کی وضاحت نہ ہو جائے کسی پر شک کرنا کسی کو مورد الزام دینا ان کے لئے ممکن نہیں تھا، چنانچہ خاموشی سے انتظار کرتے رہے اور یوں خاصا وقت گزر گیا..... بہت زیادہ وقت گزرنے کے بعد انہوں نے اپنے وظیفے کو ختم کیا اور اس کے بعد مراقبے میں بیٹھ گئے..... سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ان پر حقیقتوں کا انکشاف ہونے والا تھا..... آنکھیں بند تھیں..... کان کسی کی آواز کو سننے کے منتظر تھے..... پھر ایک آواز ان کے کانوں میں ابھری۔

”عماد الدین..... بہت بڑا عمل ہو چکا ہے..... شیطان کے چیلے ار جن شاستری نے مہر النساء کا جسم حاصل کر کے اس کی روح نکال لی ہے اور مہر النساء کے اصل وجود کو کشاکش کے وجود میں تبدیل کر دیا ہے، کیونکہ اس دن جو ہانڈی تم نے واپس کی تھی اس نے ار جن شاستری کی بیٹی اور بیوی کو ہلاک کر دیا تھا..... ار جن نے ستائیس دن کی مہلت مانگ لی تھی اور ابھی ستائیس دن پورے ہونے میں کچھ دن باقی ہیں..... تمہاری بیٹی کو وہ ورغلا کر لے گیا تھا اور اس کا وجود اپنی بیٹی کشاکش کو دے دیا ہے اس نے..... جو لڑکی تمہاری بیٹی مہر النساء کے وجود میں ہے..... وہ کشاکش ہے..... ستائیس دن کے بعد وہ مر جائے گی اور تمہاری بیٹی کا بدن مر جائے گا، جبکہ مہر النساء کشاکش کے بدن میں زندہ رہے گی..... عماد الدین کی آنکھوں سے خون ٹپک پڑا تھا..... بلک بلک کر رونے لگے تھے وہ اور انہوں نے کہا تھا۔

”معبود کریم..... میری رہنمائی کرو..... میں کیا کروں.....؟ اے عظیم قوتوں..... اے بڑے لوگو..... مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟“۔

”اس کا حل ہے..... لیکن ایک شکل اور ہے..... یہیں..... اپنی اس رہائش گاہ میں..... کسی ایسی جگہ مہر النساء کے بدن کو محفوظ رکھ جہاں اس کی حفاظت ہو سکے..... اب یہ تیری ذمہ داری ہے کہ اس کے بدن کو کیسے محفوظ رکھ سکے گا..... پھر..... تجھے بتایا جائے گا کہ آئندہ تیرا عمل کیا ہوگا.....؟ بہت برے حالات کا شکار ہو گیا ہے تو..... عماد الدین..... لیکن اللہ کی مدد شامل حال رہے گی..... مہر النساء کے بدن کو محفوظ رکھنا..... ایک دن تجھے اس کا موقع

کے لئے اٹھے تھے اور انہوں نے مہر النساء کے کمرے میں روشنی جلتی ہوئی دیکھی تھی تو چونک پڑے تھے کہیں مہر النساء کو کوئی تکلیف نہ ہو..... ماں باپ کی نیند خراب ہونے کے خوف سے وہ انہیں بتانہ رہی ہو..... دیکھوں تو سہی..... آہستہ قدموں سے آگے بڑھے اور آخر کار مہر النساء کے دروازے پر جا پہنچے..... پھر انہوں نے دروازے سے جھانک کر اندر دیکھا اور جو کچھ دیکھا..... اسے دیکھ کر ان کے ہوش و حواس رخصت ہو گئے..... اندر روشنی میں مہر النساء پالتی مارے بیٹھی ہوئی تھی..... اس کی آنکھیں بند تھیں اور دونوں ہاتھ سینے پر جڑے ہوئے تھے، لیکن اس کے سامنے جو چیز رکھی ہوئی تھی..... اس نے عماد الدین کے تن بدن کو لرزادیا..... یہ کالی دیوی کا مجسمہ تھا جسے اس نے ایک بلند جگہ رکھا ہوا تھا..... اس کے قدموں میں تین چران روشن تھے اور مہر النساء کی آواز آہستہ آہستہ ابھر رہی تھی۔

”اے کالی ماما..... اے کلکتے والی..... میرا کام کر دے..... میرا جیون ختم ہو چکا ہے..... میں جینا چاہتی ہوں..... میرا جیون امر کر دے..... چاہے میں اسی شریر میں کیوں نہ رہوں.....؟ میرا جیون امر کر دے..... کالی ماما..... میرا جیون امر کر دے..... پھر وہ نجانے کون کون سے اشلوک پڑھنے لگی..... عماد الدین شدت حیرت سے گم تھے، لیکن ان پر عجیب و غریب انکشافات ہو رہے تھے..... وہ پاگلوں کی طرح بیٹی کو دیکھ رہے تھے جو مسلسل وہی الفاظ دہرائے جا رہی تھی..... عماد الدین سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے اور بہت ہی دلبرداشتہ تھے وہ..... بڑی پریشانی کے عالم میں تھے اور ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں.....؟“

سوچتے رہے..... پھر جلدی سے وہاں سے ہٹ آئے..... صورتحال تو بالکل سمجھ میں نہیں آئی تھی، لیکن پھر بھی کچھ شبہ ہو گیا تھا اور اس شبے کو رفع کرنے کے لئے انہوں نے ایک طریقہ کار سوچ لیا تھا، مگر حقیقت سے نا آشنا تھے..... بیوی کو بھی یہ بات نہ بتائی..... البتہ دوسری رات ایک بہت ہی جلالی وظیفہ پڑھنے کے لئے بیٹھ گئے..... یہ وظیفہ ساری رات کا ہوتا تھا اور سورج نکلنے سے پہلے اس کا رد عمل ظاہر ہو جاتا تھا..... پورا دن جس وحشت کے عالم میں گزرا تھا اسے عماد الدین صاحب ہی جانتے تھے..... نجانے کیا کیا وسوسے..... کیا کیا

ضرور ملے گا کہ تو اپنی بیٹی کو واپس لاسکے..... عماد الدین کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں..... سورج نکل آیا..... چلہ ختم ہو گیا تھا، لیکن جو انکشاف ہوا تھا..... اس نے عماد الدین کو دیوانہ کر دیا تھا..... دل تو چاہ رہا تھا کہ تلوار لے کر جائیں اور ارجن شاستری کے بدن پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیں، لیکن خود کو سنبھالا..... یہ معاملہ ایسا نہیں ہوتا جسے اتنی آسانی سے ہضم کر لیا جائے..... کچھ نہ کچھ کرنا ہو گا اس بارے میں..... کوئی ایسا قدم ضرور اٹھانا ہو گا..... اس مشکل سے نکال دے..... آہ..... واقعی..... بڑا کٹھن اور مشکل وقت تھا اور عماد الدین اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ وہ کیا کریں.....؟ اب اس وقت انہیں اپنی بیٹی کو آواز دینے کا خیال آیا تھا..... اولاد کے لئے انسان دنیا کی ہر شے قربان کر سکتا ہے..... عماد الدین نے بھی یہی فیصلہ کیا تھا کہ کچھ بھی ہو جائے مہر النساء ان کی اکلوتی بیٹی ہے..... اسے واپس آنا ہو گا..... اپنی زندگی میں ہر قیمت پر واپس آنا ہو گا..... اس کے بجائے دل کو درد کا شکار کر کے وقت گزاری کی جائے..... بہتر یہ ہو گا کہ بڑی قوتوں نے جو رہنمائی کی ہے..... اس کے زیر اثر کام کیا جائے اور اس سلسلے میں عماد الدین نے فوری فیصلہ کیا تھا کہ پہلے ان ستائیس راتوں کو گزار لیا جائے..... اس کے بعد دیکھا جائے کہ..... ارجن شاستری کے خلاف کیا کیا جاسکتا ہے..... بیٹی کی زندگی کے لئے اس کا بدن محفوظ کرنا دنیا کا اہم ترین کام تھا..... اپنی اس چھوٹی سی رہائش گاہ میں وہ یہ عمل نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ ان کے ذہن نے برقی رفتار سے کام شروع کر دیا..... بہت سے ایسے معاملات تھے جو سرسری طور پر نگاہوں میں آتے تھے اور نظر انداز کر دیئے جاتے تھے..... خاصی پرانی بات تھی..... ایک بار عماد الدین کہیں دوسری آبادی میں گئے تھے اور اس کے بعد کچھ ایسے حالات ہوئے تھے کہ انہیں تقریباً سولہ میل کا سفر پیدل کرنا پڑا تھا..... وہ زندگی کا ایک یادگار واقعہ تھا، لیکن اس یادگار واقعے میں ایک رہنمائی شامل تھی..... جب وہ پیدل واپس آ رہے تھے تو آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور جس سڑک پر وہ سفر کر رہے تھے وہ ناہموار تھی یعنی یہ کہ کبھی اسے استعمال کیا جاتا رہا ہوگا، لیکن پھر دونوں طرف ٹوٹے پھوٹے راستے بن گئے تھے اور جنگلی گھاس اگ

آئی تھی..... جب بارش نے راستے میں آلیا تو عماد الدین نے چھپنے کے بارے میں سوچا..... کوئی ایسا درخت نہیں تھا جس کے نیچے پناہ لی جائے، لیکن سڑک سے کوئی آدھ فرلانگ دور ایک عمارت نظر آئی..... زمانہ قدیم کی کوئی یادگار تھی..... جواب کچھ نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی..... اس پر ایک گنبد سانا ہوا تھا..... ایک بڑا سا در تھا..... عماد الدین ایک امید پر اس طرف چل پڑے کہ ممکن ہے بارش سے بچاؤ کے لئے کوئی پناہ گاہ مل جائے، چنانچہ انہوں نے وہاں پہنچنے کے بعد بڑی عجیب سی کیفیتیں محسوس کیں..... عمارت باہر سے بوسیدہ لیکن اندر سے بے حد مضبوط تھی..... اس میں دیواروں پر کچھ نقوش کندہ تھے اور ان میں کوئی رہنمائی کی گئی تھی..... عماد الدین کو تجسس پیدا ہوا..... ان نقوش کو جاننے کی کوشش کی تو یہ اندازہ ہوا کہ وہ ایک تہہ خانے کی رہنمائی کرتے ہیں، چنانچہ ان نقوش کی مدد سے انہوں نے وہ پر اسرار تہہ خانہ دریافت کیا، جو عمارت کے نچلے حصے میں تھا..... تہہ خانے میں عجیب و غریب اشیاء موجود تھیں، لیکن کوئی چیز ایسی نہ ملی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان نقوش میں جو رہنمائی کی گئی ہے وہ کسی خاص چیز کی طرف کی گئی ہے، البتہ جو اشیاء وہاں موجود ملی تھیں..... ان سے یہ اظہار ہوتا تھا کہ کسی ہندو دولت مند نے یہ عمارت بنوائی تھی اور اس تہہ خانے میں اپنا خزانہ پوشیدہ کر دیا تھا، لیکن ان نقوش کو پڑھنے والے عماد الدین تنہا نہیں ہوں گے..... ہو سکتا ہے..... کہ اس سے پہلے کوئی یہاں آیا ہو..... اس نے یہ نقوش پڑھے ہوں..... تہہ خانے تک پہنچا ہو اور اس ہندو رئیس کی ساری دولت نکال لے گیا ہو..... عماد الدین کو اس دولت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، چنانچہ..... نہ تو انہیں کوئی افسوس ہوا اور نہ انہوں نے خاص احساس کیا..... البتہ یہ تہہ خانہ ان کی نگاہوں میں آگیا تھا اور وہ اس کے لئے سوچ رہے تھے کہ کیا عجیب جگہ ہے..... اس وقت تو ذہن کے کسی گوشے میں یہ تصور بھی نہیں تھا کہ اس تہہ خانے سے کوئی فائدہ اٹھا سکیں گے، لیکن آج دل کو یہ احساس ہو رہا تھا کہ اس تہہ خانے سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، چنانچہ خاموشی سے مصروف عمل ہو گئے..... اپنے شانوں پر لاد لاد کر کچھ ایسی چیزیں وہاں لے گئے جو بیٹی کی آخری آرام گاہ کے طور پر استعمال کی

جاسکیں..... ایک عجیب کام تھا..... ایک ایسا انوکھا کام جس کا کسی زندہ انسان نے عالم خواب میں بھی تصور نہ کیا ہو گا..... وہ بہت ہی غمزہ تھے، جو سرمایہ حیات ان سے چھن گیا تھا..... اس کے لئے سخت افسردہ تھے، لیکن بات ہی ایسی انوکھی تھی کہ کوئی قانونی چارہ توئی بھی نہیں کر سکتے تھے..... پولیس کو لے کر اگر ار جن شاستری کے پاس جاتے اور بتاتے وہ لڑکی جو اس کی بیٹی کشکا کے جسم میں وہاں موجود ہے..... اصل میں ان کی بیٹی مہر النساء ہے..... تو پولیس والے ان کی دماغی حالت پر شک کرتے اور اگر مہر النساء..... جس کے وجود میں کشکا جی رہی تھی ان سے چھن جاتی تو پتا نہیں کیا ہوتا؟ خاموشی اختیار کرنے کے سوا بھلا چارہ کار ہی کیا تھا، چنانچہ..... صبر کے گھونٹ پی کر رہ گئے تھے اور دانشمندی سے کام کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا، کیونکہ راستے بالکل بند تھے..... پھر انہوں نے اس تہہ خانے کو اتنا صاف ستھرا اور محفوظ کر لیا..... سب سے بڑا انہوں نے یہ کام کیا کہ وہ نقوش جو ایک لوح پر کندہ تھے اس طرح مٹا دیئے کہ ان کا نام و نشان بھی نہ رہے اور وہ کسی کو دوبارہ دستیاب نہ ہو سکیں..... صرف وہ اس کے بارے میں جانیں..... یا پھر..... وہ ان کی نشاندہی اس طرح کریں کہ اگر وہ اس دنیا میں نہ رہیں تو کوئی اور مقررہ وقت پر ان کی بیٹی کو وہاں سے نکال سکے..... زندگی کا یہ عجیب و غریب کھیل شروع ہو گیا تھا..... عماد الدین کبھی کبھی انتہائی افسردگی کے عالم میں سوچتے تھے کہ اس کھیل کے لئے انہی کا انتخاب کیوں کیا گیا؟ کیا ہی تکلیف دہ ان کی کیفیت تھی..... کوئی سمجھے یا نہ سمجھے..... بات کچھ ایسی ہی تھی..... عماد الدین انتہائی صبر آزمائحات سے گزر رہے تھے..... زلیخا کو انہوں نے کوئی تفصیل نہیں بتائی تھی، بلکہ حقیقت معلوم ہونے کے بعد انہوں نے اور زیادہ احتیاط شروع کر دی تھی..... زلیخا کو کئی بار مہر النساء پر شک ہوا تھا اور اس نے اس کا اظہار عماد الدین سے کیا تھا تو عماد الدین نے مسکراتے ہوئے کہا تھا.....

”زلیخا..... مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے اس عمر میں تمہارے اندر کچھ وہم پل رہے ہوں..... میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جو کچھ تم کہہ رہی ہو..... وہ ایک احمقانہ بات ہے..... سمجھ میں نہ آنے والی“.....

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے..... بس..... مجھے یوں لگتا ہے“.....

”پہلے مجھے بھی لگا تھا بلکہ سچی بات یہ ہے..... کہ جب تم نے نشاندہی کی تھی تو میں نے اس بارے میں سوچا تھا لیکن اب ایسا نہیں لگتا..... یہ صرف تمہاری غلط فہمی ہے“.....

”ہوں..... یہ بات ہے تو آپ زیادہ بہتر سمجھتے ہیں“.....

”ویسے زلیخا..... میں ایک اور اہم بات سوچ رہا ہوں“.....

”کیا؟“.....

”یہاں سے بہت فاصلے پر..... کافی فاصلے پر ایک چھوٹی سی آبادی ہے..... غیر معروف اور دنیا کی نگاہوں سے چھپی ہوئی، لیکن وہاں ایک ایسے بزرگ کا بسیرا ہے جو علم و عمل میں یکتا ہیں..... اگر میں مہر النساء کو ان کے پاس بھیج دوں تو کیسا رہے گا؟“.....

”بھیج دوں“ سے کیا مراد.....؟ ہم وہاں نہیں چلیں گے.....

”ارے پاگل..... ہم وہاں چل کر کیا کریں گے.....؟ وہ تو بس تم یوں سمجھ لو کہ مہر النساء وہاں حصول علم کے لئے برائے گی“.....

”دیکھئے..... اگر میں ایک بات کہوں تو آپ برا نہ مانئے“.....

”نہیں..... تمہاری کسی بات کا برا مانا ہے میں نے“.....

”یہ کچھ عجیب سی بات نہیں ہوگی کہ علم کے حصول کے لئے تو بیٹے جایا کرتے ہیں..... بیٹیوں کو کسی ایسی جگہ بھیجنا کیا معنی رکھتا ہے؟“.....

”نہیں زلیخا..... میں نے جس انداز میں زندگی گزاری ہے..... تمہیں اس کا علم ہے..... اگر میں اس انداز میں زندگی گزارنے کو بہتر سمجھتا ہوں تو میری اکلوتی بیٹی اگر یہی زندگی اپنالے تو کیا ہرج ہے“.....

”دیکھئے..... میں کسی بات میں مداخلت نہیں کر رہی، لیکن ہماری اکلوتی بیٹی ہے وہ..... وہ بھی ہم سے دور ہو جائے گی تو ہمارے زندہ رہنے کے کیا سامان ہوں گے؟“.....

”خدا کی ذات پر بھروسہ کرو..... زلیخا..... ایسا ہی ہوتا ہے..... بیٹیاں..... ماں باپ کے

ساتھ سدا کہاں رہتی ہیں.....؟ انہیں تو بہر حال دوسروں کے گھر جانا ہی ہوتا ہے۔“
 ”خیر..... آپ کاراستہ میں کبھی نہیں روکوں گی..... بچی کے اعلیٰ مستقبل کے لئے اگر آپ کے ذہن میں ایک اعلیٰ تصور ہے تو آپ زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔“
 ”دیکھو..... ایک کام کرنا..... ویسے تم نے ہر بات ہمیشہ میری مانی ہے..... میں نے تمہیں ہمیشہ اپنا راز دار بنائے رکھا ہے..... کچھ باتیں بے شک ایسی ہوتی ہیں جن میں انسان مجبور ہو جاتا ہے، لیکن میں نے ایسی باتیں بھی تمہیں بتادی ہیں جو میں کہہ رہا ہوں..... اس کی پابندی کرنا..... تمہاری ضرورت ہے..... میرا مطلب ہے..... کہ میں تمہیں شوہر کی حیثیت سے یہ حکم دے رہا ہوں کہ اب جو میں کہہ رہا ہوں اس میں کوئی اختلاف نہ ہو۔“
 ”نہیں ہوگا..... آپ مطمئن رہیں۔“

”تو پھر سنو..... مہر النساء کو ہمارے اس منصوبے کی ذرہ برابر بھی جھٹک نہ ملے پائے..... اس کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہونے پائے کہ ہم اس کے لئے دل میں کیا خیال رکھتے ہیں؟“

”تو پھر کیسے جائے گی وہ۔“

”میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا..... جہاں لے جانا چاہتا ہوں وہاں لے جا کر اس کا تعارف اس بزرگ سے کراؤں گا..... یہ ان کی کرامت ہے کہ ہر جانے والے کا دل ان کے ساتھ لگ جاتا ہے..... مہر النساء ہم سے یہ سوال بھی نہیں کرے گی کہ ہم اسے وہاں کیوں لائے ہیں.....؟ کیا سمجھیں؟“

زلیخا کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے..... اس نے کہا۔

”بیٹی کے اچھے مستقبل کے لئے میں دل پر پتھر رکھ لوں گی..... آپ اطمینان رکھیں..... آپ نے جو حکم دیا ہے..... سب کچھ اس کے مطابق ہوگا، لیکن تنہائی میں عماد الدین زار و قطار روئے تھے، ساری رات عبادت کرتے ہوئے گزار دی تھی اور کہا تھا۔
 ”تو جانتا ہے..... باری تعالیٰ..... میں نے زندگی میں ہمیشہ جھوٹ سے گریز کیا ہے،

لیکن یہ جھوٹ نہیں مجبوری تھی..... یہ جھوٹ میرے لئے ایک غم ہے..... لیکن آہ میں اس مجبوری کو نال نہیں سکتا..... میرے معبود مجھے معاف کر دینا..... بہر حال اس دوران ار جن شاستری سے ملاقات کر کے عماد الدین اسے ہوشیار نہیں کرنا چاہتے تھے..... ار جن شاستری اپنا کھیل کھیل چکا تھا اور بد نصیب عماد الدین اپنا فرض نبھ رہے تھے..... جانتے تھے کہ بیٹی ایک عجیب و غریب مشکل کا شکار ہو گئی..... زلیخا نے کہا تھا کہ بیٹی کے اچھے مستقبل کے لئے وہ شوہر کا پتھر اپنے سینے پر رکھنے کو تیار ہے..... واقعی مہر النساء کا اچھا مستقبل تلاش کرنے کے لئے ہی تو یہ ساری کارروائی کی جا رہی تھی..... مہر النساء کشکا کے بدن میں تھی اور کشکا مہر النساء کے بدن میں..... لیکن بیٹیاں سب کی ایک جیسی ہوتی ہیں جو ہوا تھا اس کا عماد الدین کو افسوس تھا لیکن جو ہو رہا تھا وہ ناقابل برداشت مجبوری تھی..... بالکل مجبوری..... کیا کیا جاسکتا تھا۔



شاستری چونک پڑا..... اس نے وحشت بھری آواز میں کہا۔

”کیا مطلب ہے تیرا..... کیا وہ کشکا کو پہچان چکا ہے۔“

”ہاں۔“

”بے بھوانی اب کیا ہو گا؟“

”جو ہونا تھا ہو گیا ہے..... دوسرے بیر نے کہا۔“

”کیا ہو چکا ہے بھو ما“ ار جن شاستری نے اپنے دوسرے بیر سے پوچھا؟

”یہ تو نہیں معلوم کہ کیا ہو چکا ہے لیکن کشکا پکڑی گئی ہے۔“

”تو کیا عماد الدین نے اپنی بیٹی مہر النساء کے شریر کو ختم کر دیا۔“

”نہیں۔“

”تو پھر کیا کیا ہے اس نے؟“

”میں نے کہا ناجی ہمیں معلوم ہو سکتا کیونکہ وہاں اس بڑے نام کے پہرے ہیں جن سے ہم نہیں گزر سکتے۔“

”کوئی ترکیب بتاؤ کہ سارے کام ہو سکیں۔“

”ترکیب ہے؟“ تیسرے بیر نے کہا اور ار جن شاستری کا سر اس کی جانب گھوم گیا۔

”کیا ترکیب ہے بولتے کیوں نہیں۔“

”سنو..... کشکا..... مہر النساء کے شریر میں ہے..... تم نے کالی ماتا سے ان دونوں کا جیون ادھار مانگا ہے..... یہ ادھار کا جیون تمہیں مل گیا ہے اب نہ تو کشکا کو کوئی خطرہ ہے اور نہ مہر النساء کو۔“

”وہ کیسے؟“

”اس لئے کہ ان کے شریر بدل گئے ہیں..... جب تک دونوں اپنے شریر میں نہیں آجاتیں..... دونوں کے جیون کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔“

”اِس..... تیرا مطلب ہے کہ کشکا بھی جیتی رہے گی۔“

ار جن اپنی تمام تر شیطانی قوتوں کے ساتھ عماد الدین کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا..... اس نے عارضی طور پر اپنے جادو منتروں سے کام لے کر اپنی دھرم پتی اور کشکا کے وجود میں مہر النساء کو قید کر کے کشکا کے بدن کو زندہ رکھا ہوا تھا..... وہ مسلسل انہی کوششوں میں مصروف تھا..... کشکا مہر النساء کے بدن میں عماد الدین کے گھر میں تھی اور جادو منتروں سے کام لے کر دن رات ار جن شاستری اس چکر میں لگا ہوا تھا کہ کوئی خاص طریقہ کار اختیار کیا جائے..... اس کے قبضے میں گندے بیر تھے اور وہ ان بیروں سے مسلسل معلومات حاصل کر رہا تھا..... اس وقت بھی وہ اپنی جادو نگری میں بیٹھا ہوا بیروں کی مدد سے اپنا کام کر رہا تھا..... بد صورت بد نما اور انتہائی بھیانک شکلوں کے مالک جادو کے پتلے اس کے ارد گرد جمع تھے اور وہ ایک ایک سے سوال کر رہا تھا..... اس نے اپنے سامنے موجود بیر سے کہا۔

”اکالو..... یہ بتا عماد الدین کیا کر رہا ہے؟“

”جے ہو مہاراج کی..... عماد الدین کی جور ہائش گاہ ہے وہاں بڑا زبردست پہرہ ہے، کوئی نہیں جانتا کہ وہ وہاں کیا کر رہا ہے، لیکن گیان بتاتا ہے کہ کشکا اس کے خیال میں آگئی ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”وہ جان چکا ہے کہ مہر النساء کے شریر میں تیری بیٹی کشکا موجود ہے..... ار جن

کر دیا۔۔۔۔۔ سب سے پہلے اس نے کشکا کے روپ میں مہر النساء سے بات کی۔۔۔۔۔ کشکا کا بدن اس کے سامنے تھا۔۔۔۔۔ وہ اس کے قریب پہنچی اور اس نے کہا۔

”کشکا۔۔۔۔۔ کشکاوتی۔۔۔۔۔ لیکن مہر النساء نے آنکھیں نہ اٹھائیں تو ار جن شاستری نے کہا۔“

”کیا تو کشکا نہیں ہے۔۔۔۔۔ اس سوال پر کشکا نے ار جن شاستری کو دیکھا اور بولی۔“

”یہ تم بھی اچھی طرح جانتے ہو چاچا۔“

”چاچا نہیں ہوں میں تیرا۔“

”بچپن میں جب بھی تمہیں دیکھا چاچا کہا۔“

”ہاں۔۔۔۔۔ لیکن تیرے پتانے سارے رشتے تو ڈیئے۔“

”اس میں میرا قصور تو نہیں ہے۔۔۔۔۔ ویسے ایک بات میں جانتی ہوں۔۔۔۔۔ میرے ابو

ہمیشہ برائیوں کے خلاف لڑتے رہے ہیں۔۔۔۔۔ تم نے کوئی ایسی ہی بات کی ہوگی چاچا جس کی وجہ سے میرے ابو تم سے ناراض ہو گئے، ورنہ وہ کبھی بھی کسی سے ناراض نہیں ہوتے۔“

”میں اسے مزاحیہ کہتا ہوں گا۔“

”چاچا جو تمہارا دل چاہے کرو۔۔۔۔۔ پر یہ بتاؤ تم نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟“

”وہی جو تیرے پتانے میری بیٹی کے ساتھ کیا؟“

”قصور میرا تو نہیں ہے۔“

”تیرے پتا کا تو ہے۔“

”تو اب تم کیا چاہتے ہو؟“

”میں جو چاہتا ہوں وہ سنسار میں سب سے انوکھا ہو گا۔“

”مجھے تو بتا دو کم از کم؟“

”تو۔۔۔۔۔ تو اب کشکا کے روپ میں جیون گزارے گی۔۔۔۔۔ میں ایک مندر بناؤں

گا۔۔۔۔۔ یہاں سے ہٹ کر کالی دیوی کا اور تو کا کادیوی ہوگی۔۔۔۔۔ کیا سمجھی۔۔۔۔۔ بچے کا کادیوی۔۔۔۔۔

مہمان ہوگی تو۔۔۔۔۔ میں سنسار کے سارے گیان تجھے دے دوں گا اور اس کے بعد تیرے ہی

”ہاں۔۔۔۔۔ مہر النساء کو تو تم نے کشکا کے شریر میں رکھ لیا ہے۔۔۔۔۔ آتما مہر النساء ہے۔۔۔۔۔ شریر کشکا کا۔۔۔۔۔ اس طرح کشکا کا شریر محفوظ ہو گیا اور مہر النساء کی آتما۔“

”اور میری کشکا جو مہر النساء کے شریر میں ہے۔“

”چونکہ مہر النساء کالی شکتی کے زیر اثر ہے اس لئے وہ بھی نہ مرے گی اور کشکا اس

شریر میں جیتی رہے گی۔“

”ہے بھگوان۔۔۔۔۔ ہے بھگوان۔۔۔۔۔ یہ تو بڑی بات ہوئی ہے اور ایک بات اور بتاؤ

کامو۔۔۔۔۔ میں اپنی دھرم پتی کو کیسے جیتا رکھ سکتا ہوں۔“

”اس کی بھی ایک ترکیب ہے۔“

”وہ بھی بتاؤ؟“

”اپنی دھرم پتی کو زمین میں گڈا کھود کر دفن کر دو اور اسے بھول جاؤ۔۔۔۔۔ زمین

بڑی امانت دار ہے۔۔۔۔۔ تم اس سے کہہ دو کہ جب بھی تمہیں کوئی فرصت ملے گی اپنی دھرم

پتی کو زمین سے نکال لو گے، اس کے بعد وہ سسے ٹل جائے گا جو ان کی موت کا سسے ہو گا اور

ایک بات اور سن لو۔“

”ہاں بتاؤ اور کیا؟“

”اگر عماد الدین کو صحیح پتہ چل گیا تو پھر تم کچھ بھی نہیں کر پاؤ گے۔“

”میں اس مسلمان کو ایسا سبق سکھاؤں گا کہ مرنے کے بعد بھی یاد رکھے گا“ اور اس نے

جو کچھ کیا ہے میں اسے اپنے جیون کی قیمت پر بھی معاف نہیں کر سکتا۔“

”بس تمہاری عقل اگر تمہارا ساتھ دے سکتی ہے تو اپنی عقل سے کام کرو۔“

”میں وہ کروں گا جو سنسار میں کسی نے نہ کیا ہو گا۔۔۔۔۔ میری عقل بہت آگے کی چیز ہے

اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔“

”پھر اپنی عقل کو آزمائو اور دیکھو کہ تم کیا کر سکتے ہو۔۔۔۔۔ میر نے کہا۔۔۔۔۔“ بہر حال جو

مشورہ بیروں نے دیا تھا وہ بڑا ہی کارآمد تھا، چنانچہ ار جن شاستری نے اس پر عمل کا آغاز

ہاتھوں عماد الدین کو نیچا دکھاؤں گا۔“

”ایسا تم کبھی نہیں کر سکو گے چاچا۔“

”ارے تو کیا اور تیری حیثیت کیا۔“

”ایک بات کہوں چاچا۔“

”بول۔“

”میں ایک مسلمان کی بیٹی ہوں..... مجھے بچپن ہی سے اللہ اور اس کے رسول کا ہر سکھایا گیا ہے..... میں نے کلام پاک کے تھوڑے سے پارے بھی حفظ کئے ہیں..... اگر میرا ان کا ورد شروع کر دوں تو تمہارا ستیاناس ہو جائے گا، لیکن چاچا میں چاہتی ہوں کہ تم مجھے آزاد کر دو۔“

”تجھے آزاد کر دوں..... اپنی بیٹی کی موت کے بعد۔“

”یہ اللہ کی مرضی ہوتی ہے کوئی کسی کو نہیں مار سکتا..... یہ جادو ٹوٹنے..... یہ سارے کھیل..... دنیا کے عارضی کھیل ہوتے ہیں..... سب سے بڑا نام ”اللہ“ کا ہے اور چاچا اس نام کے سہارے ساری دنیا چل رہی ہے..... تم اپنی ایک سانس پر بھی قابو نہیں پاسکتے۔“

”تقریر کرنا شروع کر دی اپنے پتا کی طرح۔“

”اپنے پتا کی طرح نہیں چاچا..... سمجھ لو ساری کائنات کا مرکز یہی سب کچھ ہے۔“

”ارے میں اس مرکز کو ہی مٹا دوں گا۔“

”تم ایسا نہیں کر سکو گے چاچا۔“

”سن ابھی سمجھ رہی ہے..... میں تجھے ایک منتر بتاتا ہوں..... وہ پڑھ تیری آتما کو شانتی

ملے گی۔“

”میری روح پوری طرح سکون سے ہے اور میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو انسان کا امتحان لینا مقصود ہوتا ہے..... اگر میں اپنے اس امتحان میں پوری اتر گئی تو زندگی میں اس سے بڑا کام میرے لئے اور کوئی نہیں ہو گا چاچا..... تم اس کی بالکل فکر مت کرو کہ میرا کب

ہو گا؟۔“

”جو منتر میں بتا رہا ہوں وہ یاد کر“ ار جن شاستری نے کہا اور ایک منتر دہرانے لگا.....

”کشا کے روپ میں مہر النساء کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔“

”ایسا کبھی نہیں ہو گا چاچا..... ایسا کبھی نہیں ہو گا۔“

”ہو گا تو ایسا بیٹی کہ تو کیا سارا سنسا روکھے گا..... بس ابھی تھوڑا وقت نکل جانے

دے..... میں ذرا تیرے پتا سے نمٹ لوں..... ار جن شاستری کو ناکامی ہوئی تھی، وہ تو سمجھ رہا

تھا کہ وہ مہر النساء کو ڈرا دھمکا کر اپنا کام نکال لے گا، لیکن ایسا نہیں ہوا تھا..... بہر حال وہ اپنے

طور پر کارروائیوں میں مصروف ہو گیا اور پھر اپنے ایک منصوبے کے تحت اس نے اعلان کیا

کہ اس کی بیٹی اور اس کی بیوی مر گئی..... اس نے دو مصنوعی لاشوں پر اتر تھیاں بنائیں اور ان

ار تھیوں کو لے کر شمشان گھاٹ پہنچ گیا..... بہت سے ہندو اس کے ساتھ تھے..... مولوی

عماد الدین کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو ان کا کلیجہ دھک سا ہو گیا..... وہ بری طرح

دوڑے..... انہوں نے سوچا کہ اگر ار جن شاستری نے کشا کے بدن کو بھی جلادیا تو مہر النساء

کی روح اس کے ساتھ ہی جل جائے گی اور پھر وہ اس روح کو حاصل کرنے سے محروم

ہو جائیں گے، چنانچہ وہ برق رفتاری سے شمشان گھاٹ کی طرف دوڑے، لیکن دیر ہو گئی

تھی..... دونوں لاشیں جل کر خاکستر ہو گئی تھیں..... صرف ار جن شاستری وہاں کھڑا ہوا

تھا، لوگ بھی جا چکے تھے..... ار جن شاستری کو یہ معلوم نہیں تھا کہ عماد الدین پیچھے آرہے

ہیں..... وہ اکیلا کھڑا ان نقلی چٹاؤں کو دیکھ رہا تھا جو جل کر راکھ ہو گئی تھیں، لیکن پھر عقب

سے اس نے مولوی عماد الدین کی آواز سنی۔“

”ار جن۔“

ار جن چونک کر پلٹا..... دونوں آمنے سامنے کھڑے ہو گئے..... مولوی عماد الدین نے

کہا۔“

”تو..... تو نے میری بیٹی کی روح کو خاکستر کر دیا۔“

”اور تو نے کیا کیا عماد الدین“

”تو نے اچھا نہیں کیا ار جن؟“ میں نے کبھی کسی کے لئے زندگی میں کوئی برا کام نہیں کیا..... اگر جسو نت رائے کے معاملے میں تو مجھ سے تعاون کر لیتا تو آج نوبت یہاں تک پہنچتی۔“

”جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی گیا ہے عماد الدین مگر تم بھی یاد کرو گے زندگی بھر۔“

”میں تو خیر زندگی بھر یاد ہی کروں گا لیکن تو نے جو کچھ کیا ہے زندگی میں پہلی بار تیرے خلاف کچھ کرنا چاہتا ہوں..... یہ کہہ کر مولوی عماد الدین نے ار جن شاستری کے در پر تھوک دیا..... ار جن شاستری کی خوفناک آنکھیں مولوی عماد الدین پر جم گئیں، اس نے کہا ”تم نے تو مجھ پر تھوک دیا پر میں تم پر وہ منتر کروں گا کہ جیون بھر یاد رکھو گے۔“

”ار جن جیون بھر تو تو یاد رکھے گا کہ تیرے ساتھ کچھ ہوا تھا، اب اپنا حشر دیکھ جو کہ بھی ہوا اس کا ذمہ دار تو خود ہے، مجھے مورد الزام نہ ٹھہرانا..... مولوی عماد الدین تو یہ کہہ کر واپس چلے گئے..... ار جن شاستری اپنے کپڑے سے اپنے چہرے پر پڑا ہوا تھوک صاف کرنے لگا لیکن یہ کیا اچانک ہی اس نے محسوس کیا کہ کپڑے کے ساتھ ساتھ اس کا گوشت بھی اتر رہا ہے اور اس کی جگہ زخم پڑتا جا رہا ہے..... ار جن شاستری خوف سے اچھل پڑا، اس کے چہرے پر شدید جلن شروع ہو گئی تھی، وہ بری طرح وہاں سے بھاگا اور دوڑتا ہوا اپنی رہائش گاہ میں آ گیا..... اس نے آئینے کے سامنے اپنا چہرہ دیکھا اور یہ دیکھ کر دہشت سے اس کا روال روال کھڑا ہو گیا کہ اس کے چہرے کا گوشت آہستہ آہستہ گلتا جا رہا ہے..... اس کے منہ سے دھاڑیں نکلنے لگیں..... جلن اور تکلیف تو پہلے ہی تھی، لیکن اب اپنا چہرہ دیکھ کر اسے بڑی وحشت ہوئی..... رخسار کا گوشت لٹک گیا تھا، اندر کے دانت..... زبان..... وغیرہ نظر آرہے تھے..... وہ جلدی سے پانی کے پاس گیا اور اس نے اپنے اوپر پانی اندھینا شروع کر دیا، مگر یہ اور بھی وحشت ناک ثابت ہوا..... پانی اس کے بدن پر بہ رہا تھا بھر جس جگہ سے وہ پانی گزر رہا تھا وہاں سے اس کے جسم کا گوشت گل کر پانی کے ساتھ نیچے بہہ رہا تھا..... وہ بری طرح

چبھنے، دھاڑنے لگا..... پھر وہ کالی کے جسم کے پاس پہنچا اور اس نے کہا۔“

”جے کا کا..... جے مہارانی..... کالی کال کو ڈھاوے دشمن کا کلیجہ کاٹ کے لاوے تو جی کالی کہلاوے..... یہ کیا ہوا کالی مائی..... یہ تیرے داس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے..... مجھے بچا..... مجھے بچا لیکن بدن کی جلن اسے دیوانہ کئے دے رہی تھی..... پانی کی لیکریں جدھر سے گزرتیں اس کا گوشت وہیں سے پانی کے ساتھ ہی گہرے کتھی رنگ کے سیال کی شکل میں بہنے لگا تھا..... جلن اتنی شدید تھی کہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ پانی میں ڈوب جائے اور اس نے ایسا ہی کیا..... وہ دوڑتا ہوا ایک تالاب کے کنارے پہنچا اور پھر اس نے تالاب میں چھلانگ لگادی..... دیکھنے والے اگر اس منظر کو دیکھتے تو خوف و دہشت سے دیوانے ہو جاتے کیونکہ جیسے ہی وہ پانی میں گر، پانی سے بھاپ اڑنے لگی..... اس بھاپ کے ساتھ براؤن رنگ کا سیال بہہ رہا تھا اور ار جن شاستری کے پورے وجود میں آتش دوڑ رہی تھی، وہ تالاب کے اندر جج رہا تھا..... چلا رہا تھا..... اس کی ہولناک چیخیں دُور دُور تک پھیل رہی تھیں اور پھر رفتہ رفتہ اسے سکون آتا چلا گیا..... اس نے سکون کی گہری گہری سانسیں لیں اور پھر اس کے بدن کی یہ جلن دُور ہو گئی..... اس نے آخری سانس لی اور بولا۔“

”عماد الدین مجھے پتہ تھا کہ میں ٹھیک ہو جاؤں گا، لیکن تجھے بھی اتنی ہی تکلیف دوں گا میں عماد الدین..... تجھے بھی اتنی ہی تکلیف دوں گا تو فکر مت کر..... یہ کہہ کر وہ تالاب کے کنارے پہنچا اور پانی سے باہر نکل آیا، لیکن اچانک ہی اس کی نگاہیں اپنے ہاتھ کی کلائی پر پڑیں اور ایک بار پھر اس کا کلیجہ اچھل کر حلق میں آ گیا..... کلائی پر گوشت نام کی کوئی چیز نہیں تھی..... ہڈیاں نظر آرہی تھیں اس نے دوسرے ہاتھ کو پھر پیروں کو اور پھر انہی ہاتھوں سے اپنے بدن کو ٹٹول کر دیکھا..... یہاں تک کے اپنے چہرے کو بھی دیکھا، اس کے بعد تالاب میں جھانکا اور ایک بار پھر اس کے حلق سے ایک وحشت ناک چیخ نکل گئی۔“

”نہیں..... یہ نہیں ہو سکتا..... آہ یہ نہیں ہو سکتا عماد الدین..... تو نے یہ کیا کیا..... عماد الدین..... عماد الدین..... تو نے یہ کیا کیا“ پانی کے تالاب میں جو اسے اپنا عکس نظر آرہا

تھا وہ کسی انسان کا عکس نہیں تھا، ایک ڈھانچہ..... ایک بھیانک ڈھانچہ..... سامنے کھڑا ہوا تھا۔
 زندہ سلامت تھا صرف اس کے سینے کی جگہ تھوڑی سی ڈھکی ہوئی تھی جس میں اس کا دل،
 اندرونی اعضاء، جو اسے متحرک رکھ سکتے تھے محفوظ تھے ورنہ باقی سارے جسم کا گوشت گل
 پانی میں بہہ گیا تھا اور اب وہ انسان کے بجائے ایک ڈھانچہ نظر آتا تھا، پھر وہ رو پڑا.....
 بلک کر رو پڑا..... وہ بار بار یہ کہہ رہا تھا۔

”عماد الدین بدلہ لوں گا میں تجھ سے..... ایسا بدلہ لوں گا کہ تو بھی جیون بھر یاد رکھے گا“



عماد الدین تو اپنا یہ کام کر کے گوشہ نشین ہو گئے تھے لیکن صحیح معنوں میں ار جن
 شاستری کو اپنی زندگی کے سب سے بڑے نقصان سے دوچار ہونا پڑا تھا..... اس نے
 عماد الدین کی بات نہ مان کر دنیا میں سب سے بڑا دھوکا کھایا تھا..... اچھی خاصی زندگی گزار رہا
 تھا..... اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ لیکن بہر حال برے کاموں کا برا نتیجہ ہوتا ہے..... کالی
 طاقت جو ہڑ میں جا پڑی تھی..... عماد الدین نے جو کچھ اس کے ساتھ کیا تھا اس سے بچنے کا
 کوئی حل نہیں تھا اس کے پاس..... زندگی کا سب سے برا وقت گزار رہا تھا..... سب سے پہلے
 کچھ لوگ اس کے پاس آئے اور انہوں نے اپنے کسی کام کی تکمیل کے لئے ار جن شاستری
 مہاراج کو آواز دی..... ار جن ان کے سامنے آیا تو وہ چیختے ہوئے بھاگ گئے اور اس کے بعد
 پوری بستی میں یہ خبر پھیل گئی کہ ار جن شاستری مر گیا ہے اور اب اس کی رہائش گاہ پر اس کا
 بھوت رہتا ہے..... ار جن شاستری اپنی دھرم بتنی کو تو زمین میں دفن کر ہی چکا تھا، سوچتا تھا
 کہ زندگی گزار کر تھوڑا سا کام کرے گا لیکن یہ تو کھیل ہی الٹا ہو گیا تھا..... اس پر جو کچھ بیت
 رہی تھی وہ اس سے بچ نہیں سکتا تھا..... بڑے بھیانک حالات تھے اس نے ایک کام کیا.....
 اپنے سر پر ایک کمبل ڈال لیا اور اس میں چھپ کر باہر بیٹھ گیا..... لوگوں کو تجسس تھا..... کچھ
 ایسے لوگ اس بات کو افواہ کا درجہ دے رہے تھے کہ ار جن شاستری بھوت بن چکا ہے، اب وہ

ایک انسانی ڈھانچے کی شکل میں نظر آتا ہے..... کھیا بیر العل جس کے کام کرنے کا بیڑا ار جن شاستری نے اٹھایا تھا اور بیر العل نے ار جن کو بہت بڑی رقم نقد دی تھی، اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھا، اس نے اپنے آدمیوں سے کہا۔“

”بھائیو میرا تو خیال ہے کہ ار جن شاستری بے ایمان ہو گیا ہے..... اس نے ٹھاکر جسونت رائے کو دیوالی کے موقع پر میرے راستے سے ہٹانے کا دعویٰ کیا تھا اور مجھ سے بہت بڑی رقم لی تھی پر وہ ایسا نہیں کر سکا..... میں تو خاموشی سے حالات کا جائزہ لے رہا تھا، لیکن اب ار جن شاستری سے بات کرنا پڑے گی..... میں بھی تو دیکھوں کہ وہ کیسے بھوت بن گیا ہے..... یہ سب جو کچھ اس نے کیا ہے مجھ سے جان چھڑانے کی کوشش کر رہا ہے لیکن میں بھی کوئی شریف آدمی نہیں ہوں..... لاٹھیاں مار مار کر اس کا بھیج نکال دوں گا..... اگر وہ جادو منتر جانتا ہے تو ڈنڈے کا جادو بھی ساری دنیا پر حکومت کر رہا ہے..... چلو تیار ہو جاؤ..... چلے ہیں شاستری کی طرف پھر تقریباً بیس لٹھ باز لاٹھیوں سے مسلح ہو کر کھیا بیر الال کی سرکردگی میں ار جن شاستری کی جھونپڑی کی جانب چل پڑے، ار جن شاستری کمبل اوڑھے باہر بیٹھا ہوا تھا اور اندر کشکا کے بدن میں مہر النساء قید تھی..... ہیر الال ار جن شاستری کے سامنے پہنچ گیا اور اس نے کمبل میں لپٹے ہوئے شخص سے کہا۔“

”ار جن کہاں ہے؟“

”میں ہی ار جن ہوں بیر الال۔“

”تو پھر منہ چھپائے کیوں بیٹھے ہو ار جن“ بے شک تم کالی شکتی کے مالک ہو لیکن ایک بات سمجھ لو سنسار میں برے کام بھی اگر ایمان داری سے نہ کئے جائیں تو برے کام کرنے والا کامیاب نہیں ہو سکتا..... یہ بتاؤ ٹھاکر جسونت اب تک زندہ سلامت کیوں ہے..... کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے تم اس کا۔“

”ارے میرا جو بگڑ گیا بیر الال..... سب کچھ ہی ختم ہو گیا۔“

”کمبل اتار کر بات کرو..... سب کچھ ختم ہو گیا، مگر تم اس کے ساتھ ختم کیوں نہ

ہو گئے؟ دیکھو..... ار جن شاستری..... اب ہماری رقم واپس کر دو..... یہ تو ہمیں پتا چل گیا ہے کہ تم اپنا کام نہیں کر سکتے..... اب تمہارے اندر وہ شکتی ہی نہیں رہی ہے لیکن ہمارے پیسے تم آسانی سے ہضم نہیں کر سکو گے۔“

”کمبل اتار کر بات کروں گا..... بیر العل! تو تم کہاں جاؤں گے؟“

”دھمکی مت دو..... ہم جہاں جائیں گے وہ ہمیں پتا ہے۔“

”ٹھیک ہے“ ار جن نے کہا اور کمبل اتار دیا..... ہیر العل کے ساتھ آنے والے بیس آدمیوں نے اس خوفناک وجود کو دیکھا تو بری طرح دھرم مار کر دوڑ پڑے..... ہیر العل بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے ار جن کو دیکھ رہا تھا..... تھوڑی دیر بعد وہ چکر لایا اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا..... اس کے ساتھیوں کا کہیں پتا نہیں تھا..... ار جن شاستری اسے دیکھتا رہا..... پھر اس نے دوبارہ کمبل اوڑھ لیا اور بڑبڑانے لگا۔

”اس بستی میں رہنا ب ناممکن ہو گا..... آج ہیر العل لاٹھیاں لے کر آیا ہے..... تو کل ساری بستی کے لوگ لاٹھیاں لے کر میری طرف آئیں گے..... کس کس کا مقابلہ کروں گا..... بگڑ گیا ہے وقت..... وقت بگڑ گیا ہے..... کالی ماتا..... میں نہیں جانتا کہ تو مجھ سے کیوں ناراض ہو گئی ہے؟ اور کیوں تو نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے؟ لیکن ایک بات سمجھ لے..... کالا مندر اب یہیں تعمیر ہو گا، اسی جگہ بنے گا کالا مندر..... اور یہیں سب کچھ ہو گا..... کالی ماتا..... یہ میرا عہد ہے اور میری ساری حیثیت بحال کرنے والی عماد الدین کی بیٹی مہر النساء ہی ہو گی..... یہ میرا عہد ہے..... یہ کہہ کر وہ واپس پلٹا اور اس جگہ کی طرف چل پڑا جہاں اس نے مہر النساء کو کشکا کے بدن میں قید کر رکھا تھا..... مہر النساء اپنی زندگی کے بدترین دن گزار رہی تھی..... ماں باپ سے دور ہونے کے بعد اس معصوم لڑکی کو جو کچھ برداشت کرنا پڑا تھا اس کا دل ہی جانتا تھا، لیکن بہت بڑے باپ کی بیٹی تھی اور مولوی عماد الدین نے اسے صبر کی تلقین سے نوازا تھا..... انہوں نے کہا تھا۔

”بیٹی..... زندگی میں ہر طرح کے سرد گرم آتے رہتے ہیں..... بعض اوقات اللہ تعالیٰ

اپنے ان بندوں کو جنہیں وہ پسند کرتا ہے..... ایسی ایسی مشکلات میں ڈالتا ہے کہ ان بندوں سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ مشکلات ان پر کیوں مسلط کی گئی ہیں..... زندگی میں کوئی بھی کام اپنے ہاتھ کو بھی جنبش دو تو اس میں اللہ کا نام شامل کر لو اور بسم اللہ کہہ کر یہ کام کیا کرو سمجھ لو کہ پھر تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں رہتی..... کرنے والی قوت تمہارے ساتھ ہو جائے ہے اور جو کچھ ہوتا ہے بہتر ہوتا ہے..... چنانچہ..... یہ ورد تھا مہر النساء کا..... بدن کشکا کا تھا لکیر اصل چیز تو روح ہوتی ہے..... اور اسی روح کے سامنے ار جن شاستری پہنچا تھا..... کبل اوڑھے ہوئے تھا..... مہر النساء نے اسے دیکھا اور بولی۔

”اب کیا بات ہے..... چاچا؟“

”چلتا ہے یہاں سے مہر النساء۔“

”کہاں.....؟“

”بس..... یہ بستی اب رہنے کے قابل نہیں رہی ہے..... یہاں کے لوگ مجھے جانتے ہیں اور تیرے پتانے میرا حلیہ بدل دیا ہے۔“

”ابو نے۔“

”ہاں۔“

”کیا کیا ہے انہوں نے؟“

”دیکھنا چاہتی ہے۔“

”ہاں..... مہر النساء نے کہا اور ار جن شاستری نے کبل اتار دیا..... مہر النساء کے حلق سے چیخ نکل گئی تو ار جن شاستری بولا۔

”یہ سب کچھ تیرے باپ کا کیا دھرا ہے..... اگر وہ سمجھتا ہے کہ اس نے مجھے یہ روپ دے کر سنسار سے محروم کر دیا ہے تو یہ اس کی غلطی ہے..... سن مہر النساء..... ہم یہاں سے چل رہے ہیں..... اب یہ تو تجھے اندازہ ہو ہی گیا ہو گا کہ تو میری مجبوری ہے..... تیرے باپ نے دوستی کے سارے راستے بند کر دیے ہیں اور دشمنی کا کھیل شروع کر دیا ہے..... یہ دشمنی

ہو گی اور ایسی ہو گی کہ دیکھنے والے دیکھیں گے، مگر مہر النساء یہ بھی ایک تاریخ رہے گی کہ نبولوی عماد الدین کو شکست کھانا ہی ہو گی اور وہ بھی اپنی بیٹی کے ہاتھوں۔“

”یہ تم نے کیسے سوچ لیا چاچا؟“

”جیسے بھی سوچ لیا ہے..... تجھے وہی کرنا ہو گا جو میں کہوں گا، کیا سمجھی؟ اور پھر شاستری نے مہر النساء پر اپنے عمل کا آغاز شروع کر دیا..... وہ اس کے پاس بیٹھ کر ایک جاپ پڑھنے لگا..... مہر النساء..... اس شیطان صفت آدمی کو غور سے دیکھ رہی تھی، لیکن اس وقت مہر النساء کو شدید ڈھکاسا مانا کرنا پڑا جب اس نے دیکھا کہ اس کا وجود سکڑتا جا رہا ہے..... وہ چھوٹی ہوتی جا رہی ہے..... چھوٹی..... چھوٹی..... اتنی چھوٹی کہ تھوڑی دیر کے بعد اس کا قد کسی مکھی کے برابر ہو گیا اور ار جن شاستری اسے اپنے سامنے ایک پہاڑ کی مانند نظر آنے لگا..... مہر النساء کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے..... اس نے کہا۔

”یہ تم نے کیا کیا؟“

”تیرے باپ نے تو اس سے بھی زیہ برا کیا ہے، لیکن تو فکر مت کر..... یہ تو صرف تجھے یہاں سے لے جانے کا ذریعہ ہے..... میں نہیں چاہتا کہ عماد الدین میرا استہروہ کر اور تجھے مجھ سے چھین لے..... میں تجھے اس طرح یہاں سے لے جاؤں گا لیکن تیرا یہ قد اور تیرا یہ حلیہ صرف اس وقت تک رہے گا جب تک کہ یہاں سے نکل نہیں جاتے ہم لوگ“ یہ کہہ کر ار جن شاستری آگے بڑھا..... اس نے اپنا منصوبہ پہلے سے مکمل کر لیا تھا..... ماچس کی ایک خالی ڈبیہ میں اس نے مہر النساء کو رکھا..... خالی ڈبیہ میں اس نے چھوٹے چھوٹے سوراخ کر لئے تھے..... تاکہ مہر النساء کو ہوا ملتی رہے اور اس کے بعد وہ ماچس کی ڈبیہ کو جیب میں رکھ کر وہاں سے چل پڑا..... اس نے کبل اوڑھا ہوا تھا اور اپنے استخوانی ڈھانچے پر ایک ڈھیلا ڈھالا لباس پہن رکھا تھا..... یہ اس کی مجبوری تھی..... ورنہ دوسری طرح وہ سفر نہیں کر سکتا تھا..... مہر النساء کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے..... کیا حشر ہوا ہے اس کا.....؟ اگر کہیں خدا خواستہ وہ اسی طرح رہ گئی تو کیا ہو گا.....؟ کشکا کا جسم بہر حال..... قابل برداشت تھا،

لیکن یہ کیفیت خود اسے نہیں معلوم کہ اس نے کتنا لمبا سفر کیا.....؟ لیکن کافی لمبا سفر طے پڑا تھا اسے..... نجانے ار جن شاستری نے کہاں کہاں کی خاک چھانی تھی؟ یہاں تک کہ ایک بستی میں پہنچ گیا..... مہر النساء بدستور اس کے ساتھ تھی..... یہ بستی خاصی دیہاتی تھی..... ار جن شاستری نے یہاں بستی کے کنارے پتیل کے ایک بڑے پیڑ تلے اپنا راج بھایا..... پتیل کے پاس گوبر دھن کا مجسمہ رکھا ہوا تھا..... ار جن شاستری بہر حال..... جادو تو توں سے آراستہ تھا اور اس کا علم کافی بڑھ چکا تھا، چنانچہ..... جب گوبر دھن کے پتیل پھل، مٹھائی اور دوسری چیزیں لے کر یہاں آئے تو گوبر دھن کے مجسمے نے ان سے بار چیت کی اور پوری بستی میں شور مچ گیا کہ گوبر دھن مہاراج بولتے ہیں..... پھر کسی کی بار ار جن شاستری پر پڑی جو کھل اوڑھے بیٹھا ہوا تھا..... گاؤں کا نمبر دار اس کے پاس پہنچا اور انے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

”مہاراج..... آپ کون ہیں؟ کیا آپ نے بھی دیکھا؟ کہ گوبر دھن مہاراج بولے ہیں۔“

”یہ گوبر دھن نہیں بول رہا بلکہ کالکادیوی تمہیں اپنا پیغام دینا چاہتی ہے..... پتیل نے اس درخت کے پیچھے جو زمین پڑی ہوئی ہے..... یہاں کالکادیوی کا مندر بناؤ اور اس کے من کی ساری مرادیں پاؤ..... اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو بولو کس کو کس چیز کی ضرورت ہے..... انسان بہت کمزور چیز ہوتی ہے..... اس کی فطرت میں وہم اور توہم پرستی ہے..... لوگوں نے اپنی اپنی پریشانیوں کو بتانا شروع کر دیں اور ار جن شاستری نے فطرت کے خلاف بغیر کسی معاوضے کے ان کی پریشانیوں کا حل پیش کرنا..... نتیجہ جو ہوا تھا وہی ہوا..... بے شمار لوگ اس کے معتقد ہو گئے اور اس کے بعد پتیل کے درخت کے پیچ کالکاد مندر تعمیر ہونے لگا..... ار جن شاستری نے کہا تھا کہ ایک دن کالکادیوی انہیں درشن دے گی اور اس کے بعد یہ بستی پھولوں کی بستی بن جائے گی..... یہاں زندگی سارے کام ہونے لگیں گے..... جسے جو چاہئے گا اسے وہ ملے گا..... لوگوں کو اس کے علاوہ

کیا چاہئے تھا..... مندر کی دن رات تعمیر ہونے لگی..... مہر النساء پجاری بدستور ماچس کی ڈبیہ میں قید تھی اور ہمیشہ رو رو کر فریاد کرتی تھی کہ چاچا جی..... مجھے کم از کم میرا جسم تو دے دو..... چاہے وہ کشکائی کا جسم کیوں نہ ہو..... جب وہ یہ سوال اس سے کرتی تو شاستری کہتا۔

”بس..... تھوڑا سا وقت اور گزر جانے دے..... پہلی بار تجھے میں تیری مکمل حیثیت میں لا کر بستی والوں کے سامنے کالکادیوی کی حیثیت سے پیش کروں گا۔“

”مگر میں کالکادیوی نہیں ہوں۔“

”میں بتاؤں گا تجھے..... ایسے ایسے منتر سکھاؤں گا کہ تو بھی زندگی بھر یاد رکھے گی، جس طرف آنکھ اٹھا دے گی وہ ہو جائے گا جو تو چاہے گی، وقت گزرنا رہا..... مندر کی تعمیر مکمل ہو گئی تھی..... ار جن شاستری ہمیشہ کھل اوڑھے لوگوں کے سامنے ہوتا تھا..... پھر..... وہ وقت آ گیا جب بستی والے کالکادیوی کو دیکھنے کے لئے بے چین ہو گئے..... مندر تو مکمل ہو چکا تھا..... ایک خاص جھروکا بنایا گیا تھا جس میں ایک حصہ نیچے تھا دوسرا اوپر..... ار جن شاستری نے ابھی تک کس پجاری کو اپنے ساتھ نہیں رکھا تھا..... کالے جادو کا ماہر ایسا کر بھی نہیں کر سکتا تھا، کیونکہ پجاری بہر حال بتا دیتے کہ یہ شخص کوئی دھرماتی نہیں ہے، بلکہ کالی دیوی ماؤس ہے اور جادو گر ہے..... بستی والے بہر حال..... کالے جادو کے ماہر کسی شخص کو قبول نہیں کر سکتے تھے، جو بعد میں ان کے نقصان کا باعث بھی بن سکتا..... یہاں مذہب خاصا مانا جاتا تھا..... ار جن شاستری کو تو بس انہوں نے ایک مہان سادھو کی حیثیت سے تسلیم کر لیا تھا، لیکن کالے جادو کے کسی ماہر کو وہ اپنے درمیان برداشت نہیں کر سکتے تھے..... ار جن بھی یہ بات اچھی طرح جانتا تھا..... کالکادیوی کے درشن کے بعد وہ لوگ پوری طرح ار جن کے معتقد ہو جاتے اور ار جن یہی چاہتا تھا چنانچہ اس نے اپنی تیاری مکمل کرنے کے بعد مہر النساء کو ماچس کی ڈبیہ سے نکالا اور پھر سے اپنا منتر پڑھنے لگا..... بہت عرصے کے بعد مہر النساء کشکائی کے بدن میں اپنے صحیح قد و قامت میں آئی تھی..... ار جن شاستری نے کہا۔

”دیکھ..... مہر النساء..... اپنا نام بھول جا اب تو..... اب تیرا نام کشکا دیوی ہے کشکاوتی عرف کا کادیوی۔“

”چاچا..... میں تو مسلمان ہوں..... کشکا تو تمہاری بیٹی تھی..... کا کادیوی تو تمہارا ذہن کی تخلیق ہے..... میں ایسا کیسے کر سکتی ہوں؟“۔

”پھر پاگل ہوئی ہے..... پہلے تو میں نے چھوٹا قد کر کے تجھے ماچس کی ڈبیہ میں رکھا تھا، اب تجھے کسی ایسے جوڑ میں ڈال دوں گا، جہاں جیون بھر بدبو کے درمیان جیتی رہے اور تیرا کوئی پوچھنے والا نہیں ہوگا۔“

”نہیں چاچا..... خدا کے لئے ایسا مت کرنا۔“

”ایسا تو کرنا ہے مجھے..... اور اگر تو نے میرا ساتھ نہ دیا تو سمجھ لے کہ جو کچھ میں نے ہے وہی کروں گا..... اب جو کچھ میں کہہ رہا ہوں..... وہ سن..... مندر کے جھروکے پر جا..... تیرے درشن کرنے والے مندر کے سامنے جمع ہوں گے..... ان سے کہنا کہ..... بستی والوں سے کہنا ار جن شاستری..... تمہارا دیوتا ہے اور میرا داس..... کا کادیوی جو کہہ رہی ہے اسے غور سے سنو..... ار جن کے سامنے دولت کے انبار لگا دو..... اسے بھینٹ دو..... جو کچھ وہ کہے وہ کرتے رہو..... پوری بستی سونے کی بستی بنادی جائے گی..... ار جن دیوتاؤں کا داس ہے اور میں..... کا کادیوی..... تم سے یہ بات کہہ رہی ہوں کہ اگر ار جن خوش رکھو گے..... ساری بستی خوشیوں کے جھولے جھولے گی..... یہ ناخوش ہوا تو بستی تباہی آئے گی..... یہ بات اپنے دل میں رکھنا..... اپنے دماغ میں رکھنا..... کہ کا کادیوی تمہیں یہ بات بتا رہی ہے..... بول یاد ہو گئی میری باتیں۔“

”یاد ہو گئی..... چاچا“ آخر کار مہر النساء نے کہا اور ار جن نے اپنی سوکھی گردن ہلائی اور وہاں سے رخصت ہو گیا..... پھر وہ وقت آگیا جب کا کادیوی درشن دینے والی تھی..... ثناء کے پانچ بجے تھے کا کاندرا کے سامنے پوری بستی امد آئی تھی..... سارے کے سارے لوگ موجود تھے اور اس بات کے منتظر تھے کہ کا کادیوی درشن دے گی..... لوگ طرح طرح کے

نذر نیازیں لائے تھے اور کا کادیوی کے نعرے لگا رہے تھے..... نچلے در میں ار جن ایک در پر بیٹھا ہوا تھا اور اپنے استخوانی ڈھانچے سے جمع ہو جانے والے لوگوں کو دیکھ رہا تھا..... اس وقت

جو منصوبہ اس کے ذہن میں تھا..... اس پوری بستی کو کالی بستی بنانا چاہتا تھا، وہ یہاں کالے علم کا جال پھیلا دینا چاہتا تھا اور اس کے بعد عماد الدین کو اس جال میں جکڑنا چاہتا تھا..... بہت بڑا گیان کیا تھا اس نے اور اب اس گیان کا نتیجہ دیکھنا چاہتا تھا..... ادھر مہر النساء آج کچھ فیصلے کر چکی تھی..... اس نے ظہر کی نماز پڑھی تھی..... وہ مستقل نماز پڑھتی تھی اور اللہ سے دعائیں مانگتی رہا کرتی تھی کہ معبود کریم..... زندگی آنی جانی چیز ہے..... ہزار بار جائے.....

میرے ماں باپ کو زندہ سلامت رکھ اور میرے ایمان کو ہمیشہ سلامت رکھ..... اس موذی جادوگر کے چنگل سے مجھے نکال..... اس کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکے..... ہائے..... میں کہاں پھنس گئی ہوں؟ میں تو یہ بھی نہیں جانتی کہ میرے گھر کا راستہ کون سا ہے؟ لیکن بہر حال..... آج وہ کچھ فیصلے کر چکی تھی اور جب وہ جھروکے میں آئی تو اس نے بسم اللہ کہا..... جب وہ جھروکے میں پہنچی تو وہاں موجود سارے لوگ سجدے میں گر پڑے..... اس نے ار جن شاستری کے کہنے کے مطابق لباس وغیرہ پہنا تھا، پھر اس نے کہا۔

”بستی کے لوگو..... اٹھو، میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں“ اور بستی کے لوگ اٹھ کر کھڑے ہو گئے..... وہ اب بھی نعرے لگا رہے تھے..... مہر النساء نے ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور بولی۔

”سنو..... بستی کے لوگو سنو..... میں کا کادیوی نہیں ہوں..... میں ایک مسلمان لڑکی ہوں..... جسے تمہارے سامنے بیٹھے ہوئے جادوگر نے جادو کے زور پر قید کر رکھا ہے..... یہ بدن بھی میرا نہیں ہے..... یہ کسی اور کا بدن ہے..... یہ جو تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہے یہ انسان ہی نہیں ہے..... یہ تو ایک جادو کا ڈھانچہ ہے جو کبیل اوڑھے تمہیں بے وقوف بناتا رہا ہے..... بستی کے لوگو..... اس جادوگر نے اپنے کالے علم کی بدولت تمہاری تمنائیں پوری کی ہیں لیکن تم میں سے جو دھرم والا ہے..... جو بھی ایمان والا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ گندے علوم

کے ذریعے جو حاصل ہوتا ہے..... وہ اگر ایک پیسے کا ہو تو سو پیسے لے کر جاتا ہے..... تم بڑے انتظار کرو اپنی بد نصیبی کا..... جب گندے علم کے ذریعے حاصل ہونے والی تمنائیں تمہارے زندگی سے محروم کر دیں..... اس جانور سے کہو کہ کبمل اتار کر تمہیں بدن دکھائے..... تمہیں سب کچھ پتا چل جائے گا..... پہلے اس کے بارے میں اندازہ لگا لو..... پھر میں تمہیں بتاؤں گی کہ..... میں کون ہوں.....؟ اور تمہیں اس نے کس طرح بے وقوف بنایا ہے..... لوگ سہم گئے، لیکن وہ پنڈت تھے..... مولوی تھے..... اور دین ایمان کو جانتے تھے..... ایک ٹولے کی شکل میں آگے بڑھے..... ادھر ارجن شاستری کے حواس گم ہو گئے تھے..... مہر النساء اس وقت دھوکا دے گی اس کے تصور میں بھی نہیں تھا..... وہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا..... لیکن لوگوں نے اسے گھیر لیا تھا..... ایک پنڈت نے آگے بڑھ کر کہا۔

”دیکھو مہاراج..... ہم ہندو دھرم رکھتے ہیں..... ذات کے برہمن ہیں..... اگر تم بچے ہو تو اس لڑکی نے جو کہا ہے، اسے جھوٹ ثابت کرو..... تم تو کہتے تھے کہ یہ کالکادیوی ہے اور کالکادیوی کے نام پر یہ مندر بنایا گیا ہے..... اگر ایسی بات ہے تو پہلے ہمیں اپنے آپ کو دکھاؤ اور اس کے بعد اس لڑکی کو جھوٹا ثابت کرو۔“

”یہ جھوٹی ہے..... یہ بکواس کرتی ہے..... کالکادیوی کے روپ میں کوئی مسلمان لڑکی آگھسی ہے..... میں اسے ابھی بتاتا ہوں۔“

”اسے تم بعد میں بتانا مہاراج..... پہلے تم اپنا یہ کبمل اتارو۔“

”بکواس مت کرو..... میں کبمل نہیں اتاروں گا۔“

”تمہیں اتارنا پڑے گا کبمل۔“

”دیکھو..... پیچھے ہٹ جاؤ ورنہ اچھا نہیں ہوگا“ ارجن شاستری نے کہا، لیکن لوگ جب کسی پر ایمان لاتے ہیں تو اس طرح ایمان لاتے ہیں کہ اسے دیوتا بنا دیتے ہیں اور اگر کسی کو شیطان بنانا چاہتے ہیں تو پہلے خود شیطان بن جاتے ہیں..... ارجن شاستری نے جب بہت زیادہ مزاحمت کی تو کچھ نوجوان اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کا کبمل گھسیٹ لیا..... ایک

دھانچے کو دیکھ کر بہت سے لوگ تو خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے، لیکن بہت سے لوگوں کو اوپر موجود مہر النساء کے الفاظ یاد آئے اور انہوں نے ارجن شاستری کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا..... پھر کچھ پر جوش نوجوانوں نے اسے پتھر مارے اور اس کے بعد جو پتھر اُڑا شروع ہوا تو ارجن شاستری کو اپنے آپ کو پہچانا مشکل ہو گیا..... اس نے نیچے بیٹھ کر اپنا چہرہ ہڈیوں میں چھپا لیا..... ادھر مہر النساء کو یہ موقع غنیمت محسوس ہوا..... وہ ایک بار پھر بسم اللہ کہہ کر وہاں سے اتری اور اس کے بعد راستوں کا تعین کئے بغیر دوڑتی چلی گئی..... اب اس نے اپنے آپ کو تقدیر کے حوالے کر دیا تھا..... تقدیر اس بارے میں جو بھی فیصلہ کرے اسے وہ فیصلہ منظور تھا۔



ہو رہی تھی، لیکن حیرانی کی بات یہ تھی کہ وہ دس بارہ افراد جو نیل گاڑی کے قریب موجود تھے وہ بھی اس سمت بھاگے تھے اور ایسا لگتا تھا کہ جیسے ار جن شاستری کی طرح وہ بھی جان بچانے کی فکر میں ہوں..... دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب نگاہوں سے او جھل ہو گئے تو مہر النساء درخت کے پیچھے سے نکلی..... اس کے ذہن میں تجسس بھی تھا..... حیرانی بھی تھی..... اگر راستہ بدل کر کسی اور سمت نکل جایا جائے تو زیادہ اچھا ہو گا..... اتنی دور پیدل بھاگتے ہوئے اس کے پاؤں تھک گئے تھے..... نیل گاڑی پر نظر پڑی تو اس نے سوچا کہ اسے کیوں نا استعمال کیا جائے..... وہ لوگ جس سمت گئے ہیں اس کی مخالف سمت اگر سفر کیا جائے تو اور کچھ نہیں کم از کم چھپنے کی جگہ تو مل ہی جائے گی، چنانچہ وہ دوڑتی ہوئی نیل گاڑی کے قریب پہنچ گئی، لیکن یہاں اس نے جو منظر دیکھا اسے دیکھ کر وہ شدید حیران ہو گئی..... نیل گاڑی میں ایک خوبصورت لڑکی پڑی ہوئی تھی..... اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے اور منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا..... مہر النساء اسے دیکھ کر حیران رہ گئی اور پھر انسانی ہمدردی کے تحت وہ اپنا دکھ بھول گئی اور جلدی سے نیل گاڑی پر چڑھ کر پہلے اس لڑکی کے منہ سے کپڑا نکالا..... پھر اس کے ہاتھ اور پاؤں کھول دیئے تھے..... لڑکی زار و قطار رونے لگی تھی..... مہر النساء نے اسے تسلی دی اور کہا۔

”نہیں بہن..... روتے نہیں ہیں..... کیا بات ہے.....؟ کون لوگ تھے یہ..... جنہوں نے منہ بند کر رکھا تھا تمہارا اور ہاتھ باندھ رکھے تھے“ لڑکی روتی رہی پھر اس نے کہا۔

”نکل چلو..... خدا کے واسطے یہاں سے نکل چلو..... وہ واپس آ جائیں گے۔“

”چلو ٹھیک ہے..... تم اپنے آپ کو سنبھالو..... ہم یہاں سے نکلتے ہیں“ اس نے جلدی سے نیل گاڑی بھگادی..... جس سمت وہ لوگ دوڑتے ہوئے چلے گئے، اس کی مخالف سمت وہ نیل گاڑی کو دوڑانے لگی..... بیلوں کو اس نے خوب زور زور سے چابک مارے اور نیل تیز رفتاری سے مخالف سمت دوڑنے لگے..... مہر النساء کو اب یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ..... زندگی کی سب سے بڑی مشکل میں گرفتار ہو گئی ہے..... ہمت سے کام لئے بغیر چارہ کار نہیں ہو گا..... اس نے جو قدم ار جن شاستری کے خلاف اٹھایا تھا اس کے پہلے مرحلے پر تو اسے

وہ بھاگی چلی آرہی تھی..... پیچھے ہونے والے ہنگامے کی آوازیں اب تک سنائی دے رہی تھیں اور وہ سوچ رہی تھی کہ ار جن شاستری اتنی معمولی شخصیت نہیں ہے کہ اس کی اس تھوڑی سی کوشش سے ہار مان جائے گا..... وہ فوری طور پر اپنے بچاؤ کا بندوبست ضرور کر لے گا..... اب اتنے دن اس کے ساتھ رہ کر مہر النساء کو بھی اس کی قوتوں کا اندازہ ہو گیا تھا اور وہی ہوا..... وہ زیادہ دور نہیں بھاگی تھی کہ اسے شور شرابے کی آواز سنائی دی..... اس نے ایک نظر دیکھا..... تھوڑے فاصلے پر ایک نیل گاڑی کھڑی تھی اور اب وہاں کچھ لوگ نظر آرہے تھے..... مہر النساء اس طرف دوڑی اور اس نے یہ سوچا کہ وہ جو کوئی بھی ہیں ان کے پاس رک کر ان سے مدد طلب کرے گی، لیکن..... ابھی وہ ایک چوڑے درخت کے پاس پہنچی تھی کہ اچانک اس نے ار جن شاستری کو بھاگتے ہوئے دیکھا..... وہ ایک انسانی ڈھانچے کی شکل میں تھا..... لوگ اسے پتھر مارتے ہوئے دوڑ رہے تھے اور وہ بھاگا چلا جا رہا تھا..... درخت کی آڑ سے اس نے یہ منظر دیکھا، لیکن پھر ایک اور منظر نے اسے اور حیران کر دیا..... نیل گاڑی کے آس پاس جو لوگ موجود تھے وہ اتنے بڑے مجھے کو دیکھ کر خود بھی بری طرح دوڑ پڑے تھے اور ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے وہ مجھے کی نگاہوں سے دور ہو جانا چاہتے ہوں..... وہ بڑی برق رفتاری سے دوڑ رہے تھے اور ار جن شاستری سے آگے نکل چکے تھے، لیکن مجھے کو ان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی..... وہ تو ار جن شاستری کا پیچھا کر رہا تھا..... دیکھتے ہی دیکھتے مجھے نے رخ بدل لیا، کیونکہ ار جن شاستری بھی رخ بدل کر دوڑ رہا تھا..... اسے اپنی جان بچانا مشکل

ہے۔ نادر علی یہاں کے بہت بڑے زمیندار ہیں۔۔۔۔۔ یہ سمجھ لو کہ ایک طرح سے ان کے نام کا سکھ چلتا ہے۔۔۔۔۔ یہ لوگ جو مجھے اٹھا کر لے آئے ہیں۔۔۔۔۔ اس بستی کے ڈاکو ہیں اور میرے باپ سے میرے بدلے بہت بڑی رقم وصول کرنا چاہتے تھے۔۔۔۔۔ یہ اپنی کارروائی کر رہے تھے، لیکن تقدیر نے مجھے تمہارے ذریعے بچالیا۔۔۔۔۔ میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔“

”یہاں سے تمہیں اپنی بستی کا راستہ معلوم ہے۔“

”ہاں۔۔۔۔۔ نہر کے کنارے کنارے چلتے رہیں گے تو آموں کا ایک باغ آئے گا۔۔۔۔۔ باغ کے دوسرے سرے پر میری بستی ہے۔۔۔۔۔ کافی بڑی بستی ہے اور وہاں ہماری حویلی سب سے بڑی حویلی ہے۔“

”تو پھر ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ چلو۔۔۔۔۔ ادھر ہی چل رہے ہیں۔“

”مگر۔۔۔۔۔ بہن تم کون ہو۔۔۔۔۔؟ اور تم یہاں بھیانک راستوں پر کیسے نکل آئی تھیں؟“ مہر النساء نے ایک ٹھنڈی سانس بھری پھر اس نے سوچا کہ اگر راستے میں اپنے بارے میں بتاتی ہوں تو خواہ مخواہ مذاق اڑائے گی میرا۔۔۔۔۔ زبان سے نہ سہی کم از کم دل میں تو ضرور مذاق اڑائے گی، چنانچہ اس نے کہا۔

”بس یوں سمجھ لو کہ مصیبت زدہ ہوں۔۔۔۔۔ ماری ماری پھر رہی ہوں۔۔۔۔۔ اپنی تقدیر کا فیصلہ قدرت کے ہاتھ چھوڑ دیا ہے۔۔۔۔۔ اللہ میرے بارے میں جو بھی فیصلہ کرے“ جمیلہ جواب سمجھ گئی تھی۔۔۔۔۔ مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی پھر بولی۔

”گھر سے بھاگی ہوئی ہو شاید“ مہر النساء نے کوئی جواب نہیں دیا۔۔۔۔۔ مسکرا کر خاموش ہو گئی۔۔۔۔۔ بہر حال۔۔۔۔۔ یہ سارا مسئلہ چلتا رہا اور نہر کے کنارے کنارے سفر طے ہوتا رہا۔۔۔۔۔ لڑکی نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں تھا۔۔۔۔۔ حقیقت یہ تھی کہ نادر علی بلبن بستی سہارنی کے بہت بڑے زمیندار تھے۔۔۔۔۔ نیک اور شریف طبیعت کے انسان تھے۔۔۔۔۔ اپنی بستی کے لوگوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے تھے، لیکن جہاں اچھے لوگ ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ برے لوگ

زبردست کامیابی حاصل ہوئی تھی۔۔۔۔۔ اور اب وہ جانتی تھی کہ اپنے ماں باپ کے پاس بچنے کے لئے اسے کیسے کیسے جتن کرنا ہوں گے۔۔۔۔۔ نجانے کون سے علاقہ میں ہے۔۔۔۔۔ اور نجانے اس کے بعد کیا ہوگا؟ اگر ہمت سے کام نہ لیا تو صورت حال خراب ہو جائے گی۔۔۔۔۔ دل ہی دل میں اس نے بڑی عاجزی سے دعا کی کہ۔۔۔۔۔ معبود کریم! میں ایک ایسے شخص کی بیٹی ہوں، جو نے اپنی زندگی کا سکھ کھودیا اور انسانوں کی طرح جینے کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔۔۔۔۔ میں اب بھی عزت و آبرو کے ساتھ جینا چاہتی ہوں۔۔۔۔۔ اپنے ماں باپ کو تلاش کرنا چاہتی ہوں۔۔۔۔۔ میری مدد کر۔۔۔۔۔ اگر کبھی مجھے مصلحتاً جھوٹ بولنا پڑے تو میرے اس جھوٹ کو معاف کر دینا۔۔۔۔۔ دنیا سچائیوں کا ساتھ بہت کم دیتی ہے۔۔۔۔۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سچا پکار آخر کار ہر جھوٹ پر پردہ ڈال دیتی ہیں، لیکن بات آخر کار کی ہے۔۔۔۔۔ نیل برق رفتاری سے دوڑتے رہے۔۔۔۔۔ ایک چھوٹی سی نہر آئی تو پاس بیٹھی ہوئی لڑکی نے کہا۔

”اس نہر کے ساتھ ساتھ چلتی رہو۔۔۔۔۔ میری بستی کا نام سہارنی ہے۔۔۔۔۔ سہارنی کا رہنے والی ہوں میں۔۔۔۔۔ میرے باپ کا نام نادر علی ہے۔۔۔۔۔ ہم بلبن خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔“

”سب کے نام بتادیئے تم نے۔۔۔۔۔ اپنا نام نہیں بتایا۔۔۔۔۔ مہر النساء نے مسکرا کر ہونے کہا۔“

”میرا نام جمیلہ ہے۔“

”تو جمیلہ میرے پاس آکر بیٹھو۔۔۔۔۔ مجھے اپنے بارے میں تفصیلات بتاؤ۔۔۔۔۔ اتنا فاصلہ طے کرنے کے بعد لڑکی کو بھی یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اس جیسی ایک لڑکی نے آخر کار۔۔۔۔۔ بچالیا ہے اور اب وہ خطرناک ہاتھوں سے نکل آئی ہے، چنانچہ ڈری سہی وہ مہر النساء کے ساتھ آ بیٹھی۔۔۔۔۔ مہر النساء کو ایک ساتھی کے مل جانے سے بہت خوشی ہوئی تھی۔۔۔۔۔ خاص طور سے اس لئے کہ وہ ایک لڑکی تھی۔۔۔۔۔ لڑکی نے کہا۔

”جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ بستی سہارنی کی رہنے والی ہوں۔۔۔۔۔ باپ کا نام نادر

بھی وہیں ملتے ہیں..... انہیں تلاش کرنے کے لئے کہیں اور نہیں جانا پڑتا..... نادر علی کے بھی کچھ دشمن تھے..... خاص طور سے رحیمہ جاٹ ان کا بدترین دشمن تھا کیونکہ..... رحیمہ جاٹ ڈاکے وغیرہ ڈالتا تھا اور ایک بار نادر علی نے اسے وارننگ دی تھی کہ اگر وہ اپنی حرکتیں نہیں چھوڑے گا تو وہ اسے پولیس کے حوالے کر دیں گے اور جب رحیمہ جاٹ نے ایسا نہ کیا تو آخر کار نادر علی نے اسے پولیس کے سپرد کر دیا..... رحیمہ جاٹ تین سال کی سزا کاٹ کر واپس لوٹا تو اس نے نادر علی سے کہا کہ اسے دس لاکھ روپے دیئے جائیں، ورنہ پھر وہ نادر علی ہی کی حویلی میں ڈاکا ڈالے گا..... وہ ایک چالاک آدمی تھا..... اس نے نادر علی کی حویلی میں ڈاکا تو نہیں ڈالا، لیکن چالاک سے وہ نادر علی کی بیٹی جیلہ کو اغوا کر کے لے گیا اور اس کے بعد دس لاکھ روپے طلب کئے..... نادر علی..... دس لاکھ روپے دینے کے لئے تیار تھے، لیکن رحیمہ جاٹ کا کہیں پتا نہیں تھا..... جیلہ کی گمشدگی سے حویلی میں جو غم کا طوفان اُٹھ آیا تھا اس نے پوری حویلی پر سوگ طاری کر دیا تھا..... ساری دنیا ایک طرف تھی، لیکن نادر علی اپنی والدہ کے بہت معتقد تھے بلکہ انہی کے وہ مرید بھی تھے..... سائرہ بیگم..... ایک نیک خاتون تھیں..... ساری زندگی شوہر کی فرمانبرداری اور اللہ کی اطاعت میں گزار دی تھی اور پھر جو لوگ اللہ کے نیک بندوں میں شمار ہوتے ہیں، جو روحانیت کا نتیجہ تھے..... جب نادر علی رورہ کر دیوانے ہو گئے اپنی بیٹی کے لئے تو سائرہ بیگم نے کہا۔

”سنو نادر علی! میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور میں تمہیں بتاؤں کہ میرے خواب سچے ہوتے ہیں..... وہ خود اپنے پیروں سے چل کر واپس آجائے گی..... ایک لڑکی اس کی مددگار ہوگی..... اور یہ لڑکی بظاہر ایک عام سی لڑکی ہوگی، لیکن اس کی روحانیت کا تم اندازہ نہیں لگا سکتے..... وہ بہت ہی پختہ ہوئی بزرگ ہوگی..... نوجوانی کی عمر میں بہت کم لوگوں کو ایسی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور اس کے بعد سائرہ بیگم نے نادر علی کو جو حلیہ بتایا تھا وہ مہر النساء ہی کا تھا..... بس اللہ کی دین ہے اور کائنات کے ان پوشیدہ رازوں میں سے ایک جنہیں محفوظ رکھا گیا ہے..... اللہ کس کو کیا دینا چاہتا ہے اور کیا ذریعہ متعین کرتا ہے، یہ وہی جانتا ہے

مولوی عماد الدین نے ایک نیک کام کیا تھا، لیکن ان کا ایمان تھا کہ اللہ اگر امتحان لیتا ہے تو اپنے نیک بندوں سے ہی لیتا ہے اور اگر وہ بندے اس امتحان میں پورے اتر جائیں تو عاقبت کی راپیں ان کے لئے کھل جاتی ہیں، چنانچہ..... مولوی عماد الدین پر جو کچھ گزر رہی تھی وہ اللہ کا امتحان ہی تھا، غرضیکہ..... نہر کے کنارے کنارے چلتی ہوئی بیل گاڑی جب بستی میں داخل ہوئی تو کہرام مچ گیا، کیونکہ بستی میں سبھی کو یہ بات معلوم تھی کہ نادر علی کی بیٹی اغوا ہو گئی ہے..... نادر علی کو فوراً اطلاع ملی کہ ایک بیل گاڑی اندر داخل ہوئی ہے اور اس میں دو لڑکیاں موجود ہیں..... ماں کی پیش گوئی ایمان کی طرح تھی..... دوڑ پڑے اور اس کے بعد یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس رنگ و روپ کی مالک..... اس نقوش کی مالک لڑکی بیل گاڑی ہانکتی ہوئی لا رہی ہے اور جیلہ اس میں موجود ہے..... بستی میں جو کہرام مچا وہ دیکھنے کے قابل تھا..... نادر علی کی حویلی کے سامنے پوری بستی جمع ہو گئی تھی..... نادر علی نے احترام کے ساتھ دونوں لڑکیوں کو اندر پہنچایا..... اس طرح جیلہ تو واپس اپنے گھر پہنچی، لیکن عارضی طور پر مہر النساء کو بھی ٹھکانہ مل گیا، جہاں اس کی بے جد عزت اور بڑا احترام کیا جا رہا تھا اور دادی کی پیش گوئی کے مطابق ایک بزرگ اور پختہ ہوئی خاتون کا درجہ مل چکا تھا..... بہر حال..... یہ بھی اللہ کی عنایت تھی اور اس عنایت کو محسوس کر کے مہر النساء نے سوچا تھا کہ خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا جائے..... آسمانوں پر اس کے بارے میں جو بھی فیصلہ ہو اس فیصلے کو قبول کیا جائے..... سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس کا اپنا بدن..... اپنا نہیں تھا..... جب بھی وہ کشاکش کے بارے میں سوچتی اسے یہ احساس ہوتا کہ یہ ادھار کا بدن اس کے لئے بڑی مصیبتوں کا باعث ہے..... اس بدن میں وہ صحیح طور پر اپنے آپ کو مہر النساء بھی نہیں کہہ سکتی تھی..... بہر حال..... یہاں آنے کے بعد جس طرح اس کی پذیرائی ہوئی وہ اس کے لئے ایک حیران کن اور خوشگوار واقعہ تھا..... رات کو کھانے وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اس کی ملاقات ان بزرگ خاتون سے ہوئی جنہوں نے اپنے خواب میں یہ پیش گوئی کی تھی..... پہلے تو ان سے ملاقات ہوئی تھی لیکن سرسری طور پر..... اس وقت عشاء کی نماز سے فراغت

حاصل کر کے مہر النساء اداس بیٹھی ہوئی اپنے بارے میں سوچ رہی تھی کہ بزرگ خاتون اندر داخل ہوئیں۔۔۔۔۔ یہ عجیب و غریب خاتون تھیں۔۔۔۔۔ انہوں نے کہا۔

”بیٹی۔۔۔۔۔ میں تنہائی میں تم سے ملاقات کر کے تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی تھی دیکھو۔۔۔۔۔ میں اللہ کی گنہگار بندی ہوں۔۔۔۔۔ انسان کو اپنے گناہوں کا پورا پورا احساس کرنا چاہئے۔۔۔۔۔ میں نہیں جانتی۔۔۔۔۔ کہ تم کون ہو۔۔۔۔۔ کہاں سے آئی ہو۔۔۔۔۔ کہاں جانا چاہو ہو۔۔۔۔۔ لیکن ایک بات میں تم سے ضرور کہنا چاہتی ہوں۔۔۔۔۔ یہ الفاظ میرے منہ سے نہیں نکل رہے بلکہ یوں سمجھ لو۔۔۔۔۔ کہ مجھے اس کی ہدایت کی گئی ہے۔۔۔۔۔ اگر تم مجھے کوئی بزرگ عامل یادرویش سمجھتی ہو تو خدا کے لئے ایسا نہ سمجھنا مجھ سے کہا گیا تھا کہ تم جیسی شکل کی ایک لڑکی جمیلہ کو واپس لے کر آئے گی تو تم یہ سمجھ لو کہ میں نے یہ بات دہرا دی۔۔۔۔۔ مجھے تمہارا صورت دکھائی گئی تھی۔۔۔۔۔ دکھانے والے کون تھے۔۔۔۔۔ اس بارے میں نہ تم مجھ سے پوچھو اور نہ میں تمہیں بتاؤں گی بلکہ۔۔۔۔۔ کوئی بات تمہیں بتا کر مجھے شرمندگی اٹھانا پڑے گی۔۔۔۔۔ اللہ نے تمہیں بھی بہت کچھ دیا ہے۔۔۔۔۔ اللہ کے دین کو اللہ کے راستوں پر استعمال کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔۔۔۔۔ اس کا دیا ہوا اگر اس کے بندوں میں بانٹ دو تو اس سے بڑا درجہ اور کوئی نہیں ہے۔۔۔۔۔ ایمان کی سلامتی بڑی قدر و قیمت رکھتی ہے۔۔۔۔۔ ہم جو بوتے ہیں سو کاٹتے ہیں، پیچتے ہیں اس کا منافع کما تے ہیں۔۔۔۔۔ تم اپنی زندگی میں جو کچھ بھی کرو گی وہ منافع ہوگا تمہارا۔۔۔۔۔ تم نے ابھی بہت سے پھل کھانے ہیں۔۔۔۔۔ انکساری بلندیوں کا راستہ ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اپنی طلب کو دشمن جاننا۔۔۔۔۔ نفس ایمان ہی ایک شیطانی عمل ہوتا ہے۔۔۔۔۔ نفس کے گندے سحر کی گرفت میں نہ آنا۔۔۔۔۔ ضمیر بولتا ہے۔۔۔۔۔ اس کی آواز سچی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اس سے رابطہ رکھنا۔۔۔۔۔ تمہارے ذہن میں فضاؤں کے خواب نہیں ہونے چاہئیں، اسی زمین پر چلو اور وقت کا انتظار کرو جو جدوجہد تمہارے مقدر میں لکھ دی گئی ہے۔۔۔۔۔ وہ تمہیں کرنی ہے، اپنی دنیا بہت خوبصورت ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اس دنیا میں واپسی کا تصور بڑا خوشگوار اور حسین ہے، لیکن۔۔۔۔۔ جانے کے راستے ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ ان راستوں کو نظر انداز کر کے اگر تم نے دوڑنے

کی کوشش کی تو تمہارے لئے مشکلات پیدا ہوں گی۔۔۔۔۔ شیطان کو اجازت ملی ہے کہ شریعت پیدا کرے اور اس نے شر کے لئے قوت مانگی ہے اور اسے شر کے لئے قوت دی گئی، لیکن یہ قوت حق کے سامنے کچھ بھی نہیں۔۔۔۔۔ شیطان۔۔۔۔۔ حق کے سامنے شرمندہ ہوگا۔۔۔۔۔ یوں منصب تقسیم کر دیئے گئے۔۔۔۔۔ خود کو درویش۔۔۔۔۔ ولی، ابدالی نہ جاننا۔۔۔۔۔ درجات کے لئے لاکھوں بار کھڑا ہونا پڑتا ہے۔۔۔۔۔ تم تو ایک معمولی سی شخصیت ہو۔۔۔۔۔ یوں سمجھ لو کہ ابتدائے عشق ہے اور تم ایک بالکل ہی معمولی رنگروٹ جسے کچھ کام دے دیئے گئے ہیں۔۔۔۔۔ صرف اپنے کام سے کام رکھنا۔۔۔۔۔ تم صرف ذریعہ ہو اور جو ہدایت دی جائے گی اس کی پرکھ دی جائے گی تمہیں۔۔۔۔۔ بس۔۔۔۔۔ اس سے آگے پیچھے کچھ نہیں ہے۔۔۔۔۔ خیال رہے۔۔۔۔۔ خیال رہے۔۔۔۔۔ بزرگ خاتون اپنی جگہ سے اٹھ گئیں لیکن مہر النساء کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اسے عمر کی آخری منزل تک کا راستہ بتا گئی ہیں۔۔۔۔۔ بہت کچھ کہہ گئی ہیں وہ۔۔۔۔۔ لیکن اس گھر میں جہاں اتنی بڑی شخصیت موجود ہو۔۔۔۔۔ اتنے تردد۔۔۔۔۔ اور اتنی پریشانی کا اظہار کیوں کیا جا رہا تھا۔۔۔۔۔؟ انہوں نے تو سب کچھ ہی بتا دیا تھا۔۔۔۔۔ مہر النساء کو زندگی کے آخری سفر تک کے راستے بتا گئی تھیں۔۔۔۔۔ اب بھلا اس کا کیا کیا جاسکتا ہے؟ کہ چراغ تلے اندھیرا تصور کر لیا جائے۔۔۔۔۔ جمیلہ کے چاہنے والے بے انتہا تھے۔۔۔۔۔ نادر علی بلبن اور اس کے اہل خاندان مہر النساء کے سامنے بچے جارہے تھے۔۔۔۔۔ بہر حال۔۔۔۔۔ مہر النساء کو ایک بہت بڑا مرتبہ ملا تھا اور تنہائی میں اس نے سوچا تھا کہ اگر گھر واپس جانے سے پہلے راستے کے پھل چکھ لئے جائیں تو کیا ہی اچھا ہو۔۔۔۔۔ اس بات نے اس کے اندر درویشیت پیدا کر دی۔۔۔۔۔ ایک انوکھا احساس دل میں پیدا ہو گیا اور وہ سوچنے لگی کہ اگر یہ بات ہے تو لطف ہی آجائے گا۔۔۔۔۔ غرض یہ کہ وقت گزر رہا تھا۔۔۔۔۔ نادر علی بلبن اس کی خدمت کرتے رہے۔۔۔۔۔ مہر النساء نے کہا کہ وہ یہاں سے جانا چاہتی ہے۔۔۔۔۔ اب اسے حسن پور جانے کی کوئی لگن نہیں تھی۔۔۔۔۔ جو بات اسے بتادی گئی تھی وہ کسی بھی ہونٹوں سے نکلی ہو، لیکن اس طرح تھی کہ دل پر چسپاں ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ ماں باپ کی آرزو بے شک تھی۔۔۔۔۔ یہ بھی احساس تھا کہ راستے کاٹنے والا رجن شاستری زندہ ہے۔۔۔۔۔ ان لوگوں

کے ہاتھوں سے بچ گیا ہے، لیکن اب جو کچھ بھی ہے، ذمہ داریاں شانوں پر لا دو گی میں۔ انہیں پورا کرنا ضروری ہے اور ہمیشہ یہی بات عماد الدین نے اس سے کہی تھی کہ بی انسان سے انسان کا رشتہ دنیاوی رشتہ ہے، لیکن جو رشتے آسمانوں سے جڑے ہیں تمہاری محنت ان رشتوں کو جوڑے رکھتی ہے تو سمجھ لو کہ ہمارے رشتے ان کے سامنے ہیں۔ ماں باپ کی طلب۔۔۔۔۔ ماں باپ کی آرزو دل کے ہر گوشے میں تھی، لیکن ایک کی مدد کر کے قدرت نے اسے یہ درجہ عطا کر دیا تھا تو اسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔۔۔۔۔ نادر نے کہا۔

”بی بی مہر النساء۔۔۔۔۔ ویسے تو انسان خطا کا پتلا ہے اور ہوس کا سوداگر ہے، لیکن کبھی کبھی نیک کام ایسے ہوتے ہیں جن کے لئے اگر ہوس کی جائے تو لوگ کہتے ہیں کہ بری ہوئی۔۔۔۔۔ تمہیں اللہ نے اس نوجوانی کی عمر میں ایک بڑا درجہ دیا ہے اور تم انسانوں کے آنے کے لئے اس دنیا میں آئی ہو تو ایک ایسا شخص تمہاری مدد کا طالب ہے جو بے شک ہم مذہب نہیں ہے، لیکن انسان ہے اور انسان کسی بھی جگہ کرب کا شکار ہو، میں سمجھتا ہوں کہ اس کی مدد کرنا انسان کا فرض ہے۔۔۔۔۔ بی بی۔۔۔۔۔ اگر تم مناسب سمجھو تو میرے دوست کر چند کام کر دو۔۔۔۔۔ اللہ تمہیں اس کا اجر دے گا۔۔۔۔۔ مہر النساء ایک لمحے کے لئے پریشان ہو گئی۔۔۔۔۔ حقیقت یہ تھی کہ کوئی کام بھلا وہ کیا کرتی۔۔۔۔۔؟ ہاں باپ کی طرف سے بسم اللہ وظیفہ کا حکم ہوا تھا اور یہ بتایا گیا تھا کہ اللہ کا کوئی بھی نام اس کائنات سے زیادہ برکتوں کا حامل ہوتا ہے، لیکن کسی ایک نام کا در زندگی کا حصہ بنالو تو بہت کچھ مل جاتا ہے، تو پھر یہی ہونا کہ مہر النساء نے یہ طے کر لیا تھا کہ کبھی اپنے آپ کو ولی یا درویش ظاہر نہیں کرے گی اور اپنی جیسے ہیں اور اگر کوئی انسان مشکل میں ہو تو دین دھرم بھول کر اس کی مدد کی جائے۔۔۔۔۔ آپ حقیقتوں کا اظہار کرتی رہے گی نیکن۔۔۔۔۔ کوئی بات اگر اس کے سامنے آئی تو وہ اس سے گرا اپنے دھرم کی یہ بات مانتی ہیں۔۔۔۔۔

نہیں کرے گی۔۔۔۔۔ اس نے کہا۔

”میں سمجھی نہیں۔۔۔۔۔ نادر علی صاحب۔۔۔۔۔ قصہ کیا ہے؟“

”جو قصہ ہے وہ تمہارے سامنے آجائے گا، جس کا قصہ ہے اس سے سننا۔۔۔۔۔ بس تھو۔۔۔۔۔“

”میرے ابو کا نام عماد الدین ہے۔۔۔۔۔ اللہ ان کی زندگی رکھے۔۔۔۔۔ انہوں نے ہمیشہ مجھ پر تلقین کی ہے کہ اگر کسی کی مشکل میں کام آ جاؤ تو یہ زندگی کے لئے سب سے بڑا خراج ہے

سادقت اور یہاں گزار لو۔۔۔۔۔ ہو سکتا ہے کہ کرم چند کی تقدیر بھی زور مار رہی ہو۔۔۔۔۔ وہ یہاں آ رہا ہے، بس۔۔۔۔۔ کچھ وقت میں یہاں پہنچ جائے گا۔۔۔۔۔ مجھ سے بڑی درخواست کی ہے اس نے۔۔۔۔۔ مل لو ایک بار اس سے۔۔۔۔۔ باقی تمہاری مرضی ہے“ مہر النساء خاموش ہو گئی۔۔۔۔۔ پھر اس نے ایک بڑی سی کار کو آتے ہوئے دیکھا جو نادر علی کی حویلی کے سامنے والے حصے میں آ کر رکی تھی اور اس سے کچھ افراد نیچے اترے تھے۔۔۔۔۔ نادر علی انہیں لے کر مہر النساء کے سامنے آ گیا۔۔۔۔۔ مہر النساء نے چہرہ دوپٹے سے ڈھک لیا تھا۔

”یہ مہر النساء بی بی ہیں“ نادر علی نے کہا اور پھر بولے۔

”یہ کرم چند ہیں“ کرم چند نے مہر النساء کی طرف دیکھا اور اس کے بعد دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

”بی بی۔۔۔۔۔ ہم آپ کے دھرم کے نہیں ہیں۔۔۔۔۔ پر انسانیت کا دھرم تو اس سنار میں ایک ہی ہوتا ہے۔۔۔۔۔ ہمیں آپ سے کچھ کام ہے۔۔۔۔۔ آپ ہمیں تھوڑا سا وقت دے سکیں گی۔“

”بیٹھے۔۔۔۔۔ کرم چند جی۔۔۔۔۔ نادر علی پچانے مجھ سے کہا ہے کہ آپ کو مجھ سے کوئی کام

”ہاں۔۔۔۔۔ سب سے پہلے میں آپ سے ایک سوال کروں گا۔“

”جی فرمائیے“ مہر النساء بولی۔

”بی بی۔۔۔۔۔ آپ مسلمان ہیں۔۔۔۔۔ آپ کا دھرم بھی یہی کہتا ہے کہ انسان سب ایک ہے۔۔۔۔۔ آپ کو تو دین دھرم بھول کر اس کی مدد کی جائے۔۔۔۔۔ آپ مہر النساء نے کہا۔

اور انسان اپنی زندگی بڑھاتا ہے اور اپنے نیک اعمال میں اضافہ کرتا ہے..... دیکھئے.....
چند جی! میں قسم کھاتی ہوں کہ میں نہ کوئی درویش ہوں..... نہ ولی ہوں..... ہاں اللہ سے
کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی کی مشکل کے حل کا ذریعہ مجھے بنا دے تو میری دعا پوری ہو
ہے..... آپ بتائیے..... کیا مشکل ہے آپ کو؟ اور میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں؟“
”بھگوان آپ کو سکھی رکھے..... ہمارے اوپر ایک بڑی پتلا پڑی ہے..... آپ کی مدد
سن کر آئے ہیں بھگوان نادر علی کو بھی اس سنسار کے سارے سکھ دے..... انہوں نے غار
طور سے آپ کے بارے میں بتایا تو ہم ادھر چل پڑے..... اگر آپ انسانیت کے رشتے
ہماری مدد کر دیں تو آپ کو دعائیں دیں گے۔“
”اگر میں کسی قابل ہوں تو حاضر ہوں..... کیا مشکل درپیش ہے..... آپ کو؟“
چند جی۔“

”یہاں سب کچھ بتانا ممکن نہیں ہے..... بی بی..... آپ یہ سمجھ لیجئے کہ بھگوان اور اللہ
کے نام کے ساتھ آپ ہماری بہن کی طرح ہیں..... بیٹی ہیں آپ ہماری..... کیا آپ اپنا
چاچا کرم چند کے ساتھ چلنا پسند کریں گی“ مہر النساء نے ایک لمحے کے لئے سوچا تو نادر
نے کہا۔“

”بیٹی..... بالکل سچ کہہ رہے ہیں یہ..... بہت ہی بھلے لوگ ہیں یہ..... جب اللہ کا
لے کر تم دنیا کی مدد کرنے کا فیصلہ کر ہی چکی ہو تو پھر اپنی عزت آبرو بھی اللہ ہی کے
کردو..... اللہ سے بڑا حفاظت کرنے والا اس روئے زمین پر ہے اور کوئی..... مجھے بتاؤ۔“
”نہیں..... مہر النساء نے کہا۔“

”تو ٹھیک ہے..... دیکھ لو کیا مشکل پیش آئی ہے انہیں..... ہو سکتا ہے اللہ تمہارا
ذریعے ان کی مشکل کا حل پیش کر دے بیٹی..... ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں..... برامت ماننا
مت سمجھنا کہ تم میرے کام آگئیں تو میں نے اور بہت سے بوجھ تمہارے شانوں پر ڈال دیے
بیٹی..... نوجوانی کی عمر میں اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ مرتبہ دیا ہے تو تم ان کی مدد کرو۔“

”جی..... میں تیار ہوں..... مہر النساء نے گردن جھکا کر کہا..... بے یار و مددگار ایک
وحشی جادوگر کے چنگل میں پھنسی ہوئی تھی..... جب معبود الہی نے اس جانور کے چنگل سے
نکال کر آزادی بخشی تھی تو پھر وہی ہر جگہ حفاظت کرے گا، ہاں..... اگر کسی کے دل کو
میرے عمل سے سہارا مل جائے تو اس سے اچھی کیا بات ہے..... بس..... اللہ پر بھروسہ
کر کے مہر النساء وہاں سے چل پڑی..... کار میں اسے بڑی عزت و احترام سے بٹھایا گیا تھا.....
پچھلی سیٹ پر وہ تھی..... اگلی سیٹ پر کرم چند اور ڈرائیور باقی لوگ جو ساتھ آئے تھے، انہیں
پہنانے کے لئے نادر علی صاحب نے دوسری کار کا بندوبست کر دیا تھا..... بہر حال..... ایک
سفر کیا گیا..... مہر النساء کے اندر اب اتنا اعتماد پیدا ہو گیا تھا کہ وہ وقت اور حالات سے نہ
گھبرائے..... ایک عجیب سی کیفیت اس کے اندر بیدار ہوتی جا رہی تھی اصل میں بچپن سے
رزق حلال کھایا تھا..... عماد الدین صاحب جن حالات میں اپنی زندگی کو آگے بڑھا رہے تھے،
وہ سب اس کے علم میں تھے اور وہ جانتی تھی کہ انسانیت کا نجات کی سب سے افضل شے
ہے..... جو پتلا پڑی تھی اس پر..... اس سے وہ اچھی طرح واقف تھی، لیکن یہ بھی جانتی تھی
کہ سب سے بڑی چیز قدرت کا خراج ادا کرنا ہے..... خالق کائنات نے انسان پر جو ذمہ داریاں
عائد کر دی ہیں..... اگر ان میں سے چند ذمہ داریاں بھی پوری ہو جائیں تو اس سے بڑا مقصد
اور نہیں ہو سکتا..... ماں باپ کی آرزو..... گھر کی طلب کسے نہیں تھی اور وہ بھی ایک معصوم
سی لڑکی کو جس نے دنیا کو بہت مختصر انداز میں دیکھا ہو، جس نے پردے سے قدم باہر نہ
نکالے ہوں..... یہ بھی قدرت کا عطیہ تھا کہ وہ مہر النساء کی حیثیت سے نہیں، بلکہ کشاکش کی
حیثیت سے دنیا کے سامنے تھی..... اس کی اپنی پردہ پوشی قدرت نے کی تھی اور جسے عالم میں
باہر نکلتا تھا..... اس میں اس کے جسمانی وجود کو چھپا دیا گیا تھا..... رفتہ رفتہ ہی اس پر ان تمام
حقیقتوں کا انکشاف ہو رہا تھا اور وہ دنیا سے شناسائی حاصل کر رہی تھی..... قدرت اسے کچھ دینا
چاہتی تھی..... ایک ایسے باپ کی بیٹی کو جس نے صرف انسانیت کے راستے پر اپنا بہت کچھ
قربان کر دیا تھا..... بہر حال..... کرم چند جی کی کوٹھی بھی انتہائی شاندار تھی..... اسے بڑے

کرے گا جو وہ کر سکتا ہے..... کوئی بچت کوئی پناہ نہیں تھی، چنانچہ اب اسے اپنے آپ پر پوری طرح بھروسہ کر کے اپنے آپ کو چھپائے رکھنا تھا اور اپنی زندگی کا بندوبست کرنا تھا..... چھوٹی سی عمر اتنی بڑی ذمہ داری لیکن..... وقت بہت کچھ دیتا ہے اور جب انسان مصیبتوں میں پھنس جاتا ہے تو قدرت اس کی مدد کرتی ہے..... مہر النساء کے وجود میں بڑی چٹنگی آگئی تھی اور اس نے دنیا کو سمجھ کر اس سے اپنا حق وصول کرنے کا انداز سیکھ لیا تھا، بہر حال..... کرم چند جی نے کہا۔

”بیٹا..... پہلے کچھ کھا پی لو..... آتے ہی اپنی بات شروع کر دینا ہمیں اچھا نہیں لگتا۔“
 ”یہ چیزیں یہیں رہنے دیجئے..... کرم چند مہاراج! آپ مجھے بتائیے کہ بات کیا ہوئی ہے؟ جس کیلئے آپ مجھے یہاں لائے ہیں“ کرم چند جی کچھ دیر تک سوچتے رہے پھر بولے۔
 ”بھگوان نے اتنا دیا ہے ہمیں کہ رکھنے کی جگہ کم پڑی گئی ہے..... پر اولاد نہ کی کر دی..... بڑی مٹیں مرادیں مانیں اور ایک بیٹی پیدا ہوئی..... ہمارے لئے تو یوں سمجھو..... بیٹا..... کہ بھگوان کا روپ تھی وہ..... اسے دیکھ کر جیتے تھے..... اسے دیکھ کر سنسار کا ہر کام کرتے تھے..... صبح اس کی صورت دیکھ کر اٹھتے تھے تو رات کو اس کی صورت دیکھ کر سوتے تھے، لیکن..... لیکن“ کرم چند کی آواز کپکپا گئی اور مہر النساء نے آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا..... واقعات خاصے دلچسپ محسوس ہو رہے تھے..... مہر النساء جانتی تھی کہ نہ وہ کوئی درویش ہے نہ کوئی ایسی شخصیت جس کے پاس کچھ ہو، لیکن قدرت نے اسے بسم اللہ کا تحفہ دیا تھا اور اس تحفے سے زیادہ اس کا یقین مستحکم تھا..... آج تک بہت سے کام بنے تھے..... اس میں کوئی شک نہیں..... کہ ایک شیطانی جال میں پھنسی تھی لیکن یہ بھی اس کا ایمان تھا کہ بدن تبدیل ہو گیا..... حالات خوفناک سے خوفناک ہو گئے..... یہ اللہ کا امتحان تھا اور وہ اس امتحان کو اپنی بساط بھر دے رہی تھی، لیکن اس نے بسم اللہ کا دامن نہیں چھوڑا تھا اور وہ یہ سمجھتی تھی کہ یہ بسم اللہ ہی کی برکت ہے کہ وہ شیطان..... ار جن شاستری اس کا ابھی تک کچھ نہیں بگاڑ سکا اور وہ عزت و آبرو بچاتے ہوئے اس کے چنگل سے نکل آئی..... یہ اس کے سینے میں ایک مستحکم

احترام سے اس کو بھی میں لایا گیا اور کرم چند جی نے کوٹھی کے اندرونی حصے میں ایک کمرہ مخصوص کر دیا..... ابھی کرم چند جی نے اپنے اہل خاندان کو اس کے سامنے پیش نہیں کیا تھا..... باقی لوگ اس کے سامنے غلاموں کی طرح ہاتھ باندھے ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے..... تھوڑی دیر کے بعد بہت سے پھلوں کے برتن لا کر مہر النساء کے سامنے رکھ دیئے گئے اور کرم چند جی نے کہا۔

”بیٹا..... کہنے کو تو ہمیں تمہیں مہان دیوی کہنا چاہئے، لیکن بھگوان کی سوگند..... جتنی کو مل تمہاری شکل و صورت ہے اور جتنی بالی تمہاری عمر یا ہے، اسے دیکھ کر بس یہ دل چاہتا ہے کہ تمہیں بس..... اپنی بیٹی ہی کہیں..... بھگوان نے تمہیں جو بھی گیان دیا ہے یا پھر مسلمان ہونے کی حیثیت سے تمہیں اللہ نے جو کچھ دیا ہے وہ تم دوسروں پر خرچ کر رہی ہو..... یہ بہت بڑی بات ہے..... نہ تمہارے من میں کوئی کھوٹ ہے نہ کوئی کرودھ..... ایسی صورت میں تو بھگوان جسے بھی جو کچھ دے یہ سیدھی سیدھی بھگوان کی دین ہے..... اس بات کا پورا پورا خیال رکھیں گے کہ تم مسلمان دھرم سے تعلق رکھتی ہو..... ہم اپنے ہاں کی کچی ہوئی کوئی چیز تمہیں نہیں کھلائیں گے..... یہ پھل تو بھگوان کے پکائے ہوتے ہیں اور ان میں نہ کسی ہندو کا ہاتھ ہوتا ہے اور نہ مسلمان کا..... ہم یہ تمہارے لئے لائے ہیں..... اس کے ساتھ ساتھ ہی دودھ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے پوٹر اور کوئی چیز نہیں ہوتی..... ہم اس سے تمہاری تواضع کر سکتے ہیں۔“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے کرم چند جی! آپ نے جو کچھ کیا ہے آپ کا بہت بہت شکریہ..... میں اگر کسی چیز کی ضرورت محسوس کروں گی تو آپ سے مانگ لوں گی..... آپ مجھے صرف یہ بتائیے کہ آپ کا مسئلہ کیا ہے؟ مہر النساء نے کہا..... اب صورت حال ایسی ہو گئی تھی کہ یہ روپ اپنا بے بغیر کوئی چارہ کار نہیں تھا..... وہ دیکھ چکی تھی کہ شاستری کا کیا حال ہوا ہے..... شاستری تو مصیبتوں پر مصیبتوں میں پھنسا جا رہا تھا اور مہر النساء یہ بات جانتی تھی کہ..... عماد الدین کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے شاستری اس کے ساتھ ہر وہ سلوک

حیثیت رکھتا تھا..... بہر حال..... وہ کرم چند کی باتیں سنتی رہی..... جب کرم چند کچھ لمبے افسوس میں ڈوب رہا..... تو وہ آہستہ سے بولی۔

”آپ خاموش کیوں ہو گئے؟ کرم چند جی..... یہاں اس کے سوال میں ایسا کوئی قصور نہیں تھا کہ وہ کرم چند کی ڈاکٹر بن کر آئی تھی، بلکہ نو عمری کے ساتھ ایک تجسس تھا جو اس کے دل میں جاگا تھا..... کرم چند جی نے اپنے آپ کو سنبھالا پھر آہستہ سے بولے۔

”بس بٹیا! کیا بتائیں ہم؟“

”نہیں کرم چند جی..... بتائیے۔“

”جوانی آگئی اس پر اور جوانی ایسی آئی کہ بھگوان کسی پر نہ لائے، وہ تو مصیبت ہی میں پھنس گئی۔“

”آپ بتائیے۔“

”کیا کہیں.....؟ اس کمین زادے کے بارے میں..... نجانبہاں کہاں سے آکر تھا؟ بد شکل و صورت حرام..... پہلے بستی میں داخل ہوا تو گوند و حلوائی کی دکان پر پہنچا..... کہنے لگا بھوک لگی ہے..... کچھ کھانے کو دو..... گوند و ٹھنڈا زمانے بھر کا کنجوس..... خود نہ کھاتا تھا پیٹ بھر کر..... اسے کیا دیتا..... دھتکار دیا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد اس کا کبڑا ہو گیا۔

سڑک پر دوکتے لڑتے ہوئے اس کی دکان میں پہنچ گئے اور اس کے بعد مٹھائیوں کے سارے تھال گرا کر ملیا میٹ کر دیئے اور گوند کا ہزاروں روپے کا نقصان ہو گیا اور ساری مٹھائی زمین پر گر پڑی، نہ صرف مٹھائی گر پڑی بلکہ ایک کتے نے گوند کو کاٹ بھی لیا..... چودہ انجکشن لگے

آج تک بیمار پڑا ہوا ہے بیچارہ..... دوبارہ سنبھل ہی نہیں سکا..... ایسے کئی واقعات ہوئے اور..... حرام کا جناہیاں رہنے لگا..... اس نے صاف کہہ دیا..... بھوک لگی تھی گوند سے تھوڑا کھانے کو مانگا تو اس نے منع کر دیا..... اب جو نقصان اسے ہوا ہے اس کا کوئی کیا کر سکتا تھا؟ ایسے کئی

واقعات ہوئے تھے ایک دفعہ شری رام جی کے باغ سے آم توڑ کر کھالے تو شری رام جی کے مالی نے ڈنڈے سے اس کے سر پر وار کیا..... مالی کو فالج ہو گیا اور باغ میں آگ لگ گئی۔

ایسی سنی باتیں ہوئیں جس سے لوگوں کو اندازہ ہو گیا کہ آنے والا حرام خور جس کا نام..... بھیم چند ہے اور اسے..... بھیم..... کے نام سے پکارا جاتا ہے کالے علم کا ماہر ہے، بٹیا..... بڑی کوششیں کر لیں لیکن اس کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکا..... اس پاپی نے یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک جگہ اپنا ٹھکانہ بنالیا..... پتا نہیں..... کسی نے کچھ دیواریں اٹھا کر اس کے رہنے کی جگہ بنادی اور اس نے وہیں سے گندے کام شروع کر دیئے..... کسی کی پگڑی اچھالی..... کسی سے مال ایشٹھا..... سارے کے سارے پریشان ہیں اس سے..... پھر ایک بار وہ کمین کا جناہاری بیٹی کو دیکھنے میں کامیاب ہو گیا..... بٹیا گھومنے پھرنے لگی تھی اپنی سہیلیوں کے ساتھ کہ کہیں اس کے ٹھکانے کے سامنے سے گزر گئی..... بس..... لگ گیا اس کے پیچھے..... ہمارے پاس پہنچا اور کہنے لگا۔

”کرم چند جی! ہمارا بیاہ کر دو اپنی بٹیا سے جو آگ ہمارے من میں لگی ہے وہ تو ہم ہی جانتے ہیں“ بہت سے لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے..... ہمیں یوں لگا..... جیسے ہمارے من پر گوبر مل دیا ہو، مگر ہم جانتے تھے کہ وہ نہیں بول رہا بلکہ اس کا کالا علم بول رہا ہے..... برداشت کر گئے، حالانکہ ہم چاہتے تو جو حال ہم اس کا کرتے وہ دیکھنے والے دیکھتے..... پر کیا کیا جاتا؟ گندگی سے تو سبھی ڈرتے تھے..... بہر حال..... بڑی مشکل لگی رہی..... اس نے دوبارہ اکیلے میں آکر ہم سے کہا۔

”کیا سوچا تم نے کرم چند جی؟“

”تیرا استیاس جائے..... کتے..... ہتھیارے..... تجھے اپنی اوقات معلوم ہے..... اپنی عمر دیکھ..... اپنی شکل دیکھ..... اپنے کر توت دیکھ اور اس کے بعد اپنی مانگ دیکھ“ وہ بے غیرت، بے حیائی سے ہنستا ہوا اور بولا۔

”دیکھو کرم چند جی..... ہماری بات مان لو، جس چیز کو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ حاصل ہو جاتی ہے..... ہم اگر چاہتے تو تمہاری بٹیا..... کتیا کی طرح دم ہلاتی ہوئی ہمارے دوار آپڑتی..... پر ہم نے سوچا کہ سنسار کی ساری چیزیں تو ہم اپنی شہتی سے حاصل کر لیتے ہیں.....

طے ہو گئیں..... سارے کام ہم نے خفیہ ہی طے کئے تھے..... یہاں تک کہ سنیل گپتا کی بارات آگئی..... ہم نے بھی خوب دھوم دھام سے تیاریاں کی تھیں اور آدمی لگا دیئے تھے پانی بھیما کہیں کوئی گڑبڑ نہ کرے..... ہم نے اپنے آدمیوں سے کہہ دیا تھا کہ اگر پانی بھیما اپنے گھر سے ہمارے گھر کی طرف آنے کی کوشش کرے تو لاٹھیاں مار مار کر اس کا بھیجا نکال دیا جائے..... پولیس کی گڑبڑ ہم برداشت کر لیں گے..... ہمارے آدمی اس کی نگرانی پر لگ گئے، مگر..... انہوں نے جو ہمیں بتایا وہ ہم تمہیں بتا رہے ہیں..... ہوا یہ کہ بھیما ایک لکیر کاٹ کر اس کے بیچ میں کھڑا ہو گیا اور وہیں کھڑا رہا..... ادھر یہ ہوا کہ بیٹی کی بارات آئی..... سب ٹھیک ٹھاک تھا..... مہمان خوش تھے..... کچھ ایسے خاص آدمی تھے جنہیں بھیما کی بد معاشی معلوم تھی..... وہ یہ سوچ رہے تھے کہ کہیں بھیما کوئی گڑبڑ نہ کرے..... ہم سب بھی پریشان تھے اور ہماری دھرم پتی بھی..... سارے کے سارے ہی بھیما کی طرف سے پریشان تھے اور سوچ رہے تھے کہ بھگوان کرے کہ یہ شادی آرام سے ہو جائے، مگر بیٹیا..... ہماری تقدیر میں یہ نہیں تھا..... لگن منڈپ تیار ہو گیا..... منڈپ میں آگ جل گئی..... پنڈت اشلوک پڑھنے لگا اور کرن کماری کا پلو سنیل گپتا کے پلو سے باندھ دیا گیا..... پہلا پھیرا ہوا..... دوسرا پھیرا ہو رہا تھا کہ کرن کی چیخ ابھری اور پھر چاروں طرف سے چیخیں ابھرنے لگیں..... ہم نے دیکھا کہ سنیل گپتا..... سنیل گپتا نہیں رہا تھا بلکہ وہ ایک ڈھانچہ بن گیا تھا..... سوکھی ہڈیوں والا ڈھانچہ جس کے ہاتھ پاؤں لٹک رہے تھے اور وہ کرن کا ایک پلو اپنے ہاتھ میں تھامے لگن منڈپ کے کنارے کنارے آگے بڑھ رہا تھا..... خود شکر گپتا کی چیخیں ابھرنے لگیں اور کرن کماری بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑی..... بڑی مشکل سے اس ڈھانچے کے ہاتھ سے کرن کا پلو چھینا گیا اور اسے اٹھا کر اندر لے جایا گیا..... ادھر سارے چیخ چلا رہے تھے اور ادھر سنیل گپتا ایک ڈھانچے کی شکل میں لگن منڈپ کے قریب کھڑا ہوا بھیما تک انداز میں اپنی سوکھی کھوپڑی ہلاتا تھا..... پھر نجانے کیا ہوا؟ بس یوں سمجھو کہ شکر گپتا نے ہمارا گریبان پکڑ لیا..... کہنے لگے کہ تم نے دھوکا کیا ہے..... اب تم خود ہی بتاؤ..... بیٹا! کہ ہم نے کیا دھوکا کیا؟ ایک گندے

اپنی دھرم پتی کو ہم اس کے ماتا پتا کی اجازت سے حاصل کریں اس میں ہمیں مزہ آئے گا..... نے کہا..... کتے کے بنے کیا ہو گا زیادہ سے زیادہ؟ ہمارا گھر تباہ کر دے گا تو..... جادو نور کرے گا ہم پر..... مار دے گا ہمیں..... اپنی اوقات دیکھ یہ پھول سی بیٹی کہیں تجھے دینے قابل ہے..... تو وہ ہنستا ہوا بولا۔

”تو ٹھیک ہے کرم چند جی..... رشتے داری تو بنائی نہیں تم نے..... ہم تو دوستی چاہتے تھے دشمنی کی بات ہے تو چلو دشمنی شروع کئے دیتے ہیں..... ہر نقصان تمہارا ہو..... میں اسے دھکے دے کر باہر نکال آیا، مگر اس کے بعد جو ہوا بیٹا..... اس نے ہمارے حرم پست کر دیئے۔“

”کیا ہوا؟“

”پہلی بار ہم نے وہ تجوری کھولی جس میں ہمارا بہت سامان بھرا ہوا تھا، مگر تجوری بڑ بچھو بھرے ہوئے تھے..... سونے کے زیور سانپ بن گئے تھے اور نجانے کیا کیا ہو تار ہوا کیا کہا جائے..... بس جو بھی ہوا وہ دیکھنے کے قابل تھا..... ہماری پتی زیور پہن کر شادی بڑ گئی تو عورتیں چیخیں مارنے لگیں کیونکہ ہار کی جگہ اس کے گلے میں سانپ لٹکے ہوئے تھے..... دھرم پتی تو بے ہوش ہو گئی تھی ڈر کے مارے..... بعد میں زیور پھر زیور بن گیا..... بالے کھیل روزانہ ہونے لگے اور ہماری زندگی برباد ہو گئی..... بات تو بہت لمبی ہے بیٹا..... مگر مختصر بتا رہے ہیں تمہیں..... وہ ہم سے مسلسل یہ کہتا رہا کہ بیٹا اسے دے دی جائے ورنہ وہ لھر کو نرک بنا دے گا..... بات چونکہ ہم نے اپنے تک ہی رکھی تھی..... زیادہ لوگوں کو نہیں بتایا تھا اس بارے میں..... اس بیچ بیٹا کے رشتے آنے لگے اور ہم نے سوچا..... کہ اس کی شادی کر دیں تاکہ اس پانی سے ہمیں چھٹکارا مل جائے..... یہاں تک کہ ہم نے کافی سوچ کر کے ایک رشتہ منظور کر لیا..... یہ رشتہ شکر گپتا..... کے بیٹے سنیل گپتا کا تھا..... گپتا جی بڑے اچھے خاندان کے مالک تھے اور اچھی خاصی حیثیت کا وچار رکھتے تھے..... اس لئے نے سوچ بچار کر کے ان کے بیٹے کا رشتہ منظور کر لیا..... بہر حال..... بیٹا..... ساری بات

اعتقاد..... وہ احساس جو کہ اس کے دل کو حوصلہ دیتا جا رہا تھا، اب اس کے اندر کافی مضبوط ہو گیا تھا اور وہ یہ سوچنے لگی تھی کہ جو کچھ بھی ہے..... بہر حال..... وہ شاید اس روپ میں اسی لئے آئی ہے کہ دنیا کے لئے کچھ بھلائی کا سامان پیدا کرے..... اسے یہ موقع اسی لئے ملا ہے اور وہ یہاں اسی لئے پہنچی ہے کہ کرم چند کے کام آئے..... یہ تو بڑی عجیب بات تھی، اگر یہ بدن یہ ادھار کا بدن..... ایسے ہی کسی کام میں اپنا وجود کھو بیٹھے اگر یہ روح فضا میں تحلیل ہو جائے..... کسی نیک نام کے لئے تو اس سے بڑا منصب اور کوئی نہیں ہو سکتا..... یہ باتیں اسے عماد الدین نے سکھائی تھیں..... انہوں نے کہا تھا کہ ہر کام اللہ کی جانب سے ہوتا ہے اور ہر کام کے پیچھے اس کی مصلحت چھپی ہوئی ہوتی ہے..... اس مصلحت کا پس منظر کیا ہوتا ہے؟ انسان کبھی نہیں جان سکتا..... ہاں کوئی بھی قدم ایسا نہیں ہوتا جو بے مقصد ہو..... بہر حال..... کافی دیر تک خاموشی طاری رہی..... کرم چند جی کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں، کچھ لمحے کے بعد انہوں نے کہا۔

”جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا..... ہم برباد ہو گئے تھے..... لوگ ہم پر انگلیاں اٹھاتے ہیں، مگر کسی کی زبان کو کون روک سکتا ہے ہمارے ایک رشتے دار یہاں تھوڑے فاصلے پر ایک بستی میں رہتے ہیں..... وہ بھی شادی میں آئے تھے..... سب کچھ دیکھا تھا انہوں نے اپنی آنکھوں سے..... کوئی دو مہینے پہلے وہ آئے اور انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ایک ایسے مہاتما سے بات کی ہے جو کرن کماری کا علاج کر سکتا ہے..... ہم تو کوشش میں لگے ہوئے تھے..... تیار ہو گئے کہ اس مصیبت سے چھٹکارا تو ملے..... بعد میں دیکھا جائے گا کہ کیا ہوتا ہے؟ بہر حال..... ہمارے وہ رشتے دار اس مہان مہاتما کو لے آئے..... جو چالیس پینتالیس سال کا ایک لمبا بڑنگا آدمی تھا..... وہ آیا..... اس نے کرن کماری کو دیکھا اور پانی کے من میں کھوٹ آ گیا۔“

”یعنی..... یعنی“

”بھیا..... ہمارے تمہارے بیج باپ بیٹی کا رشتہ ہے..... عمر میں ہم تمہارے پتا سامان ہی ہیں..... پر مجبوری ہے بھیا..... کوئی ایسی ویسی بات منہ سے نکل جائے تو برا مت ماننا۔“

علم والا ہمارے پیچھے لگ گیا تھا تو اس میں ہمارا کیا دوش تھا؟ لیکن بات ہی ایسی ہو گئی تھی تو نہیں کر سکتے تھے کہ اس ڈھانچے کے ساتھ اپنی کرن کے پھیرے کروادیتے..... بھیا یہ سمجھ لو بھیا..... کہ عزت الگ لٹی..... گالیاں الگ کھائیں..... شکر اور ان کی جتنی دھازیں مار کر رو رہے تھے..... پھر انہوں نے یہ طے کیا کہ جو کچھ بھی ہے..... سنیل گپتا ہی ڈھانچے کو ساتھ لے جائیں..... سوکھا ہوا ڈھانچہ ان کے ساتھ چل پڑا..... ایک عجیب تر ہو گیا تھا..... قریب کوئی نہیں آ رہا تھا..... سب اپنی اپنی کہانی سنائے جا رہے تھے..... بھیا تماشا ہو گیا تھا..... بیچارے خوبصورت لڑکے کو اس شکل میں واپس لے جایا گیا اور یہ عجیب بات ہوئی کہ وہ جیسے ہی ہماری بستی سے نکل کر اپنے گھر پہنچا تو اس کی اصلی شکل اب آ گئی..... اس کا بدن تو اسے واپس مل گیا تھا لیکن اس کا دماغ ٹھیک نہیں رہا تھا..... آج بھی ہے کہ بیچارا پاگل ہے..... اور ادھر ادھر مارا مارا پھرتا ہے..... شکر جی نے اس کے علاج کے لئے نجانے کیا کیا جتن کر ڈالے؟ ہم سے تو دشمنی پڑ گئی ہے ان کی..... ہمارا نام سن کر تو کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھگوان نے اگر موقع دیا تو وہ ہم سے بدلہ ضرور لے گے..... پر اب تم خود ہی بتاؤ بھیا..... کہ اس میں بدلے کی کیا بات ہے؟ تم یہ سمجھ لو سنسار میں یا اپنے آس پاس جاننے والوں کے ذریعے ہم جو کچھ کر سکتے تھے وہ ہم نے کیا بھگوان کی سوغند..... نجانے ہم نے کس کس کے پاؤں پکڑے..... بڑے بڑے سادھو..... لاکھوں روپیہ خرچ کیا..... پر ہماری بات نہیں بنی..... ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کے دوڑتے ہیں..... ابھی تمہارے بارے میں سنا تو وہاں پہنچ گئے..... بس کیا بتائیں بھیا؟ ہم نہیں کہتے کہ تم ہماری بیٹی کو ٹھیک کر دو..... ہمارے حالات کو ٹھیک کر دو..... پر بھیا کچھ کر سکتی ہو تو اپنے اللہ کے نام پر ہمارے لئے کرو..... انسان کا انسان سے رشتہ تو سب مضبوط ہوتا ہے..... اس رشتے کو سامنے رکھ کر ہم تم سے یہ بنتی کرتے ہیں..... کرم چند آواز بھرا گئی اور مہر النساء حیرت سے آنکھیں پھاڑے یہ داستان سننے لگی..... بھلا..... ایسی باتوں سے کیا واسطہ رہا؟ وہ تو ایک معصوم سی بچی تھی جس نے دنیا کو بہت کم دیکھا، لیکن

”نہیں..... آپ بتائیے کیا ہوا؟“

”ایک بات بتائیے۔“

”ہاں۔“

”جب یہ واقعہ ہوا تو بھیما کا کیار د عمل رہا؟“

”پتا نہیں..... یہ بات پتا نہیں چل سکی۔“

”نہیں..... میرا مطلب ہے کہ بارات واپس جانے کے بعد کیا بھیما آپ کے پاس آیا؟“

”نہیں۔“

”اچھا..... پھر آپ ایک بات اور بتائیے۔“

”ہاں..... پوچھو۔“

”کیا اسے اس مہاتما کی آمد کے بارے میں معلوم ہوا۔“

”ہاں..... وہی تو تمہیں بتا رہے ہیں..... بیٹا..... اس کی بات سن کر ہم نے اسے فوراً گھر

سے نکال دیا، مگر وہ واپس نہیں گیا بلکہ اس نے بھی بھیما سے تھوڑے فاصلے پر ایک پرانے

درخت کے نیچے اپنا استھان جمالیا اور ابھی تک وہیں بیٹھا ہوا ہے۔“

”کیا؟“ مہر النساء پھر چونک پڑی۔

”ہاں“ کرم چند جی ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولے..... ”وہ ابھی تک وہیں موجود ہے۔“

”بڑی عجیب بات ہے..... کیا بھیما نے اس کے خلاف کچھ نہیں کیا..... میرا مطلب

ہے کہ ایک جنگل میں دو سانپ رہ رہے ہیں۔“

”تم نے اسے شیر نہیں کہا..... اچھا کیا..... واقعی وہ سانپ ہیں۔“

”اچھا ایک بات اور بتائیے“ مہر النساء اب باتوں میں مکمل دلچسپی لے رہی تھی۔

”پوچھو بیٹا..... پوچھو۔“

”اس واقعے کے بعد آپ کی بیٹی کا کیا حال ہوا؟“

”کیا بتائیں؟ بس اسے دیکھ کر تو دل کہتا ہے بیٹا..... بھگوان کسی کو ایسا روگ نہ دے تم

کیا جانو گی بیٹا؟ بھگوان نے بے شک تمہیں گیان دھیان دے دیا ہے..... پر مانتا پتا کا دل تو نہیں

”اس نے اس وقت تو کہا کہ وہ علاج کرے گا، مگر وہ علاج نہیں ایک طرح سے

سے جنگ ہو گئی..... ہم نے اس سے کہا کہ وہ پیسے کی فکر نہ کرے، جو مانگے گا وہ دے

اسے..... وہ ہنسنے لگا..... پھر بولا۔

”روپے پیسے کی بات بعد کے.....“

”چند جی! پہلے اس بھیما چند کو دیکھنا ہو گا۔“

”جیسا تم چاہو کرو..... ہم تو تمہارے داس ہیں..... ہماری بیٹا ٹھیک ہو جائے، بڑا

جو ہو گا دیکھا جائے گا۔“

”تم اپنی بیٹی کی تندرستی اور صحت چاہتے ہو نا۔“

”ہاں۔“

”اس کے بعد کیا کرو گے؟“

”ارے بھیما..... بیٹیوں کو گھر سے رخصت کر دینے میں ہی ماں باپ کی خوشی ہوتی ہے

”ٹھیک ہے..... میرے لئے رہائش کا بندوبست کرو اور ہم نے اس کے لئے ایک

رہائش کا بندوبست کر دیا، لیکن اس نے ہمارے اس رشتہ دار سے جو کچھ کہا اس سے ہمارے

ہوش اڑ گئے۔“

”کیا کہا اس نے؟“

”اس نے کہا کہ کرن کماری کا ایک ہی علاج ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ اس کی شادی کر

جائے..... اس پاپی کو ہمارے اس رشتے دار نے بتایا کہ ایک باریہ کوشش ہو چکی ہے اور یہ

نکلا“ تب اس پر وہ کہنے لگا کہ وہ شادی اس سے کر دی جائے تاکہ وہ بھیما کا مقابلہ کر سکے

بیٹا..... میں تمہیں اپنی بیٹی سے ملواؤں گا..... چاند کی طرح سندر ہے وہ..... بہت ہی پیاری

جو ایک بار دیکھتا ہے اسے دیکھتا رہتا ہے..... وہ پاپی بھی اس چکر میں پڑ گیا..... اور اس بار

ضد کرتا رہا کہ کرن کماری سے اس کی شادی کر دی جائے..... وہ بھیما کو سنبھال لے گا۔“

لئے..... مہر النساء نے پورے اعتماد کے ساتھ کہا..... اس کے بعد کرم چند جی نے اپنی دھرم پتی سے مہر النساء کی ملاقات کرائی اور اس کے بعد دور سے اس نے کرن کماری کو بھی دکھایا..... درحقیقت بڑی حسین لڑکی تھی، لیکن کھوئی کھوئی پتا نہیں..... اس کے ذہن میں کیا تھا؟ مہر النساء نے کچھ سوچا پھر بولی۔

”ایک بات بتائیے..... کرم چند جی۔“

”ہاں۔“

”کیا میرا قیام آپ کی اسی حویلی میں ہوگا؟“

”میں سمجھا نہیں..... دیوی جی۔“

”میں یہ چاہتی تھی کہ میں حویلی سے کچھ دور رہوں..... اس بات کے امکانات تو ہیں کہ وہ کمینہ شخص بھیم چند اور دوسرا ہریا آپ کی تاک میں تو ضرور رہتا ہوگا..... میں نہیں چاہتی کہ میں ان لوگوں کی نگاہوں میں آؤں..... ویسے تو میں ایک معمولی سی شخصیت ہوں لیکن ممکن ہے..... وہ اپنے گندے علم سے میرے بارے میں معلومات حاصل کر لیں۔“

”یہ تو کوئی مشکل ہی نہیں ہے..... میں نے تمہیں بتایا تھا نا، بیٹا..... کہ میرے لئے ایک بزرگ خاتون نے بڑی دعائیں کی تھیں اور ہم لوگ آج تک یہی کہتے ہیں کہ بھگوان انہیں سورگ میں جگہ دے..... انہی کی دعاؤں سے ہماری بیٹیا پیدا ہوئی تھیں..... وہ ایک بزرگ خاتون تھیں..... ہم انہیں خالہ کہا کرتے ہیں..... خالہ جی کا بیٹا رحیم الدین سامنے والے گھر میں رہتا ہے..... بیوی ہے اس کی..... بچے ہیں اس کے..... اچھی خاصی زندگی گزار رہا ہے..... ہم تمہیں اس کے ہاں ٹھہرائے دیتے ہیں اور کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔“

”یہ زیادہ مناسب رہے گا۔“

”یوں بھی مناسب رہے گا کہ وہ مسلمان ہے اور وہاں تمہیں کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“

”بہت اچھی بات ہے لیکن رحیم الدین؟“

دیا ہوگا تمہیں..... زیادہ سے زیادہ تم اس کے بارے میں سوچ سکتی ہو..... پر یہ سوچ مجھ نہیں ہوگی۔“

”اس کا حال کیا ہے؟“

”ملائیں گے..... تمہیں بھی ملوائیں گے..... بس خاموش رہتی ہے کچھ بولتی ہے۔“

”ہے۔“

”اچھا ایک بات بتائیے..... وہ بھیم چند جو ہے وہ اب بھی وہیں رہتا ہے۔“

”ویسے کاویا..... ہم نے بھی اپنے آدمی لگا تو رکھے ہیں اور وہ دور دور سے بھیم چند

اور اس پاپی کو دیکھتے رہتے ہیں جس کا نام ہری لال ہے اور اسے ہریا کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ بھیم چند نے اس کا کچھ بگاڑا نہ ہریا نے بھیم چند سے کچھ کہا..... دونوں اپنی اپنی بات پر ہوتے ہیں، مگر دونوں کے بیچ کوئی جھگڑا نہیں ہوا..... ابھی تک دونوں ایک دوسرے سے ملے بھی نہیں ہیں..... ویسے ہمارے اس رشتے دار نے ایک اور مصیبت لا کر کھڑی کر دی کیا کہیں؟ پہلے ایک تھا اب دو ہیں۔“

”ہوں..... دیکھئے..... کرم چند جی! میں کچھ نہیں ہوں..... میں کیا ہوں؟ میں جانتی یا پھر اللہ جانتا ہے اور مجھ پر کیا بنتی ہے؟ وہ ایک الگ کہانی ہے جس کا آپ سے کوئی دار نہیں لیکن میں کوشش کروں گی کہ آپ اس مشکل سے نکل جائیں..... اللہ نے مجھے کچھ ہے..... جو دیا ہے میں اسے استعمال کروں گی..... امید تو ہے کہ اللہ کی دین کسی نیک کام لئے رائیگاں نہیں جائے گی، لیکن نتیجہ اللہ کی مرضی پر ہی ہے..... سمجھ رہے ہیں نا آپ اگر کچھ کر سکی تو آپ کی نہیں میری خوش قسمتی ہوگی..... باقی آپ مجھے نہ کر سکتے ہیں الزام نہ دیں۔“

”نہیں بیٹا..... الزام کی کیا بات ہے؟ ہم سب تو دعائیں کریں گے تمہارے۔“

”کیونکہ تم ہمارے لئے کام کر رہی ہو۔“

”انشاء اللہ..... مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ کچھ نہ کچھ ہو جائے گا آپ۔“

”ارے بیٹیا..... دیکھو گی تو پتا چلے گا کیسے ہیں وہ لوگ؟ بہر حال..... تھوڑی دیر کے کرم چند مہر النساء کو لے کر رحیم الدین کے گھر پہنچ گیا، دروازے پر دستک دی تو ایک باہر آیا..... کرم چند نے کہا۔

”دروازہ کھول دو اور مہمان خانہ بھی۔“

”جی..... اس شخص نے کہا اور ہم اس کے ساتھ اندر داخل ہو گئے۔“

”رحیم کہاں ہیں؟“

”اندر ہیں۔“

”بلاؤ ذرا نہیں۔“

”جی..... ملازم بولا۔“

”اور چائے بھی تیار کر لو۔“

”جی..... بہت اچھا“ مہر النساء حیرت سے یہ کارروائی دیکھ رہی تھی..... مہمان خانہ

بہت آرام دہ تھا..... دیوان پڑے ہوئے تھے..... ماحول بہت صاف ستھرا تھا..... چند ہی من کے بعد ایک شخص اندر داخل ہوا..... گور اچٹارنگ..... چھوٹی سی داڑھی..... اچھی شخصیت!

مالک معلوم ہوتا تھا..... اندر داخل ہو کر پہلے مہر النساء کو پھر کرم چند کو دیکھا..... پھر کہنے لگا۔

”یہ بہن کون ہیں ہماری.....؟ کرم چند جی۔“

”مہر النساء نام ہے..... مہمان ہے..... تمہارے ساتھ رہے گی رحیم الدین۔“

”اللہ کا احسان ہے کہ اللہ نے مجھے مہمان سے نوازا..... ویسے آپ جس کام سے گئے تھے کرم چند جی وہ ہو گیا۔“

”ہاں..... تمہیں تفصیل تو بتانی تھی ہم نے۔“

”ہاں..... اوہو..... اچھا اچھا..... مگر یہ..... یہ تو بڑی چھوٹی سی ہیں..... ایک پیاری سی

بچی تو کہہ سکتے ہیں ہم انہیں..... کوئی درویش یا ولی نہیں کہہ سکتے۔“

”ایک بات بتاؤ رحیم الدین..... بقول تمہارے اللہ اگر کسی کو دیتا ہے تو کیا شکل

”میں تمہیں بتا چکا ہوں بیٹیا..... کہ رحیم الدین کو سب کچھ معلوم ہے..... ساری باتیں

یہ جانتے ہیں..... تمہارے ہاں..... میرا مطلب ہے کہ تمہارے پاس جانے کے مسئلے میں

بھی میں نے انہیں ساری تفصیل بتادی تھی..... اب..... یہ تمہارے سامنے ہیں“ اور سنو

رحیم الدین اب بیٹیا تمہارے گھر رہیں گی، دیکھو..... میری بے عزتی نہ ہو۔“

”کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ..... بہنوں کی خدمت بھائیوں سے اچھی کوئی اور کر سکتا

ہے..... ویسے آپ مطمئن رہیے انہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور بہن آپ کا نام؟“

”مہر النساء ہے میرا نام..... مہر النساء نے کہا۔“

”بڑی بات ہے..... آپ اتنی نئی عمر میں دنیا کو بہت کچھ دینے کے لئے اٹھ کھڑی

ہوئی ہیں..... اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ اللہ نے آپ کو اتنا دے دیا ہے کہ آپ اسے

سنبھال نہیں پار ہیں اور اس کا دیا ہوا ہانٹ بھی رہی ہیں“ مہر النساء نے گردن جھکالی..... جو

حقیقت جو اصلیت تھی وہ تو اس کا دل جانتا تھا، لیکن بہر حال..... سب کے سامنے تو کچھ

نہیں کہا جا سکتا..... پھر..... کرم چند جی مہر النساء کو وہاں چھوڑ کر چلے گئے اور رحیم الدین

مہر النساء کے سامنے بیٹھ گیا۔“

”گھر والی اور بچوں سے ملو اوں گا بھی..... اللہ کے فضل سے بڑی اچھی زندگی گزر رہی

ہے ہماری..... یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ بہن مجھے آپ کی خدمت کرنے کی سعادت

ملی..... میرے بچے بچیاں ہیں..... کوئی دعائیں ان کے لئے بھی کر دیں..... ایک بات اور

بھی پوچھنا چاہتا ہوں۔“

”ہاں..... کہئے..... مہر النساء نے کہا۔“

”کرم چند نے اپنی مشکل آپ کو بتادی ہوگی..... اس کی ذات برادری کا معاملہ

ہے..... وہ ہندو ہے اور اس کا گھرانہ مذہبی طور پر بہت کڑ ہے..... غالباً وہ لوگ اس بارہ ضرور اعتراض کریں گے کہ وہ ہندو ہونے کے باوجود ایک مسلمان سے یہ کام کرا رہا ہے..... تو ہو سکتا ہے کہ کسی کی دعائیں میری مشکلات کا حل پیش کر دیں..... مہر النساء کی آواز لیکن یہ اس کی مشکل ہے، چنانچہ اس بات کو چھپانا پڑے گا کہ آپ یہاں کس مقصد سے..... بھرائی..... رحیم الدین گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا..... پھر اس نے کہا۔

”ہن جی..... یہ معمولی بات نہیں ہے..... معمولی بات نہیں ہے..... آپ لڑکی ذات ہیں؟ آپ کو اس پر اعتراض نہیں ہو گا بہن جی؟“

”رحیم بھائی..... اچھی بات ہے کہ آپ نے یہ بات کہہ کر مجھے زبان کھولنے کا بہانہ دیا..... میں بھی آپ کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ نہ تو میں کوئی عامل ہوں اور نہ درویش نہ فقیر..... نہ بچی ہوئی انسان ہاں..... آپ یوں سمجھ لیجئے کہ وقت اور حالات نے میرے سینے میں کچھ ایسی چیزیں اتار دی ہیں جو میرے لئے کار آمد ہوئی ہیں..... بس انہی دھرم پر غور نہ کروں بلکہ جو کچھ بن پڑے کر دوں، کیونکہ ایسے باپ کی بیٹی ہوں میں جس بارے میں اگر بتاؤں تو آپ یقین نہیں کریں گے..... بہر حال..... چھوڑیے ان باتوں کو..... یہ داستان جو میں نے سنی ہے اس کے بارے میں نہیں جانتی کہ اس کے لئے کیا کرنا ہوں، لیکن اللہ نے اگر میری مدد کی تو شاید کچھ ہو جائے، ورنہ مجھے معذور سمجھئے گا..... ہاں باتیں بتا چکی ہوں..... بستی میں جو کچھ ہوا ہے اس میں میرا قصور نہیں تھا..... میرا مطلب کہ میں نے جان بوجھ کے کچھ نہیں کیا..... بس یوں سمجھ لیں کہ یہ اللہ کا حکم تھا کہ وہ سرفرازی عطا کرے..... سو اس نے ایسا ہی کیا..... مجھے نہ تو نام سے دلچسپی ہے اور نہ ہی بات کو منظر عام پر لانے کی خواہش ہے..... اس میں میری ہی بچت ہے..... اگر کچھ نہ کرنا تو اس میں مجھے شرمندگی اٹھانا پڑے گی..... آپ میری بات پر حیران نہ ہوں..... رحیم بھائی میں سچ بولتی ہوں اور میں نے جو کچھ کہا ہے..... سچ ہی کہا ہے..... میں کچھ بھی نہیں ہوں بس یوں سمجھ لیجئے کہ ایسے باپ کی بیٹی ہوں جس نے اللہ کے سامنے ہمیشہ گردن جھکائی اور مجھے اس کے سامنے گردن جھکا کر زندہ رہنے کی ہدایت کی ہے..... میں خود بعض مشکوکا شکار ہوں اور بڑی مشکوکوں میں پڑ کر اپنے گھر سے نکلی ہوں..... اگر کچھ کرنے میں کامیاب

”ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کرم چند بہت اچھا انسان ہے، حالانکہ ہم لوگ الگ الگ دین دھرم سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن ہماری دوستی بڑی مضبوط ہے اور میں ہر وقت اس کی بھلائی چاہتا ہوں..... آپ سے میں ذاتی طور پر ایک درخواست کرتا ہوں کہ چاہے جو کچھ بھی ہو جائے آپ اپنی حد بھر اس کے لئے کوشش کیجئے۔“

”کیوں نہیں..... کیوں نہیں“ مہر النساء نے جواب دیا۔

”اب آپ کے لئے آرام کا بندوبست کئے دیتا ہوں..... چند ضروری باتیں کر کے اٹھ جاؤں گا..... آپ برا نہ مانیں۔“

”نہیں..... نہیں..... آپ نے اگر مجھے بہن کہا ہے تو میں برا کیسے مان سکتی ہوں؟“

”میں یہی چاہتا ہوں کہ اپنے خاندان والوں میں آپ کو اپنے ایک دوست کی طرح سے نہ ہوئی ہوتی تو شاید خوف سے ہی مر جاتی اور شاید اتنا زیادہ برداشت نہ کر پاتی جتنا وہ حیثیت سے متعارف کراؤں گا اور اصلیت کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ ایسا ہمارا برداشت کر رہی تھی۔ ایک طرف ار جن شاستری جیسا شیطان جس سے وہ نکل بھاگی تھی اپنی بیوی کے سامنے بھی کروں گا۔ یہ مجھے اس لئے کرنا ہے آپ کو چھپانا ہوگا۔ مگر اور ایک طرف اس کا ننھا کمزور وجود، مگر شاید اس بستی میں پیش آنے والے واقعے کی بھی میں کسی سے کوئی تذکرہ نہیں کروں گا۔ بس یوں سمجھ لیجئے۔ کہ آپ ایک نوعیت اسی انداز کی تھی کہ جیسے اسے پہلے امتحان میں کامیابی عطا کی گئی ہو اور اسے بتایا گیا انسان کی حیثیت سے ہی ان کے سامنے پیش آئیے۔ میرے بیٹے بیٹیاں ہیں۔ ہر ایک کو کسی بھی کمزور وجود کے ساتھ اگر اللہ کی مدد حاصل ہو جائے تو پھر کوئی وجود کمزور نہیں چھوٹے ہیں، لیکن ایک بیٹا تقریباً آپ کی عمر کا ہے۔ اس سے دو سال چھوٹی ایک بیٹی ہے۔ یہ بتاتا۔ اگر اسے اس روپ میں یہ مقام عطا کیا جا رہا ہے تو یقینی طور پر اس کی بہتری کے لئے خاصی نٹ کھٹ اور شوخ ہے۔ عمر تو اچھی خاصی ہوگی لیکن طبیعت میں بچپنا ہے۔ یہ حالت وہی رخ اختیار کر لیں۔ وہ چھوٹا سا گھر جہاں ماں کی محبت۔ باپ کی شفقت۔ التجا ہے کہ آپ یہاں کسی کی بات کا برا نہ منائیے۔ آپ بے شک چھوٹی سی عمر کی ہیں لیکن جسے اللہ کی مدد حاصل ہو جائے وہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ میں بس یہ چاہتا ہوں کہ ہر کسی بچے کی گستاخی میرے لئے سزا نہ بن جائے۔“

”آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ آپ نے مجھے بہن کہا ہے۔ بس سمجھ لیجئے کہ آپ کی چھوٹی بہن ہوں میں اور وہ جو بھی مجھے نظر آئیں گے وہ میرے بھتیجے بھتیجیاں ہوں گی۔“

”اللہ آپ کو عمر خضر عطا کرے۔ آپ کے مرتبے میں بے پناہ اضافہ کرے۔ آپ کی ہر مشکل کو حل کرے“ اس نے کہا اور اس کے بعد باہر نکل گیا۔ مہر النساء کو آنے لگی تھی۔ اس کمرے میں خاموش بیٹھی حالات پر غور کرتی ہوئی وہ یہ سوچ رہی تھی کہ کیا ماضی میں اس نے کبھی یہ تصور کیا تھا کہ وہ اس طرح سے منظر عام پر آئے گی۔ مردوں اور عورتوں کے سامنے اس طرح بے حجاب پھرے گی۔ وہ ایک پر حجاب گھر پر حجاب بیٹی تھی، لیکن تقدیر ایسے ہی فیصلے کرتی ہے۔ البتہ تقدیر کے اس فیصلے پر اسے حد خوشی تھی۔ بے حجاب اگر کوئی ہے تو اس شیطان کی بیٹی کشاکشا کا وجود ہے۔ اللہ نے کم اس کے ساتھ یہی احسان اور انصاف کیا کہ اس کے اپنے جسم کو اس کے اپنے چہرے رسوانہ کیا۔ یہ بھی بہت بڑا احسان تھا۔ بہر حال۔ زندگی کے بارے میں اس عمر ہی مہر النساء کو عماد الدین صاحب نے بہت سی باتیں بتادی تھیں۔ اگر اس کی تربیت نہ

”سنجھ کر۔۔۔۔۔ سنجھ کر۔۔۔۔۔ یہ بکریوں کا ریوڑ اگر لائن بنا کر اندر داخل ہو تو کیا زیادہ اچھا نہیں ہوگا اور پھر بہت سے افراد اندر گھس آئے۔ مہر النساء ان میں سے ایک ایک کا جائزہ لینے لگی۔ خاتون جو سب نے آگے تھیں رحیم الدین کی بیوی معلوم ہوتی تھیں۔ ایک شوخ شریکی لڑکی ان کے پیچھے تھی۔ دو تین چھوٹے بڑے بچے اس کے ساتھ ہی ایک نوجوان بھی نظر آ رہا تھا۔ جسے ایک نگاہ ہی دیکھ کر کہا جاسکتا تھا کہ یہ رحیم الدین کا بیٹا

ہے..... رحیم الدین صاحب نے کہا۔

”مل لئے آپ ہماری بہن..... مہر النساء سے..... سب نے سلام دعا کی اور مہر النساء اس نوجوان لڑکے کے چہرے پر کچھ عجیب سے تاثرات دیکھے..... عورت کی نگاہ سے کونئی ایسی لڑکی ہو جسے دنیا سے تھوڑی بہت معلومات حاصل ہو گئی ہوں..... وہ مرد کی پہچانتی ہے..... رحیم الدین کا بیٹا جس کا نام تک مہر النساء کو معلوم نہیں تھا..... ایک صورت نوجوان تھا، لیکن مہر النساء کو دیکھ کر اس کے چہرے پر جو کیفیت پیدا ہوئی وہ ذرا انداز کی تھی..... البتہ وہ خوبصورت سی لڑکی جو رحیم الدین کی بیٹی معلوم ہوتی تھی..... بڑھ کر بولی۔

”اصل میں قدرت جب کسی کو کچھ دینا چاہتی ہے تو دروازہ کھول کر دیتی ہے..... کو میری بات پر حیرت ہوتی ہوگی..... مہر النساء پھوپھی“ یہ کہہ کر وہ بے اختیار ہنس پڑی..... رحیم الدین کی بیوی نے اسے گھور کر دیکھا پھر بولی۔

”سلمیٰ..... شرارت نہیں..... ہر ایک کے ساتھ بد تمیزی نہیں کرتے۔“

”اب آپ دیکھئے نا..... میری عمر کی تو ہوں گی..... ابو اگر انہیں بہن کہتے ہیں..... میں میرا کیا قصور ہے؟ مگر ہم لوگ انہیں پھوپھی کہیں..... توبہ..... توبہ..... پھوپھی نام سے تو ایسا تصور ابھرتا ہے جیسے کوئی بہت بڑے سائز کا غبارہ ہو اور اس میں بہت سی گئی ہو..... پھوپھی“ لڑکی پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی..... نبیل نے کہا۔

”سلمیٰ..... ہر وقت کی بد تمیزی اچھی نہیں ہوتی..... پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ نہ باتوں کا کوئی برامانتا ہے یا نہیں..... تم خود سوچ لو..... کیوں امی! میں غلط کہہ رہا ہوں۔“

”نبیل بھائی..... نبیل بھائی..... خدا کے لئے آپ ایسی باتیں نہ کیا کریں.....“

سے سولہ سال بڑے معلوم ہوتے ہیں، حالانکہ آپ مجھ سے صرف ایک سال ہیں..... کیوں نہیں خیال کرتے آپ؟ جب آپ ایسی نصیحتیں کرتے ہیں تو مجھے لگتا ہے آپ کے چہرے پر ایک فٹ لمبی داڑھی ہے اور آنکھوں پر موٹے موٹے شیشوں کی پتے۔

ہوئی ہے۔“

”دیکھئے امی..... یہ کیسی باتیں کر رہی ہے؟ نبیل نے کہا..... عمر رسیدہ خاتون آگے بڑھیں انہوں نے مہر النساء کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگیں۔“

”بس..... اللہ سب کو سلامت رکھے..... ابھی..... بیٹی! رحیم نے مجھے تمہارے بارے میں بتایا..... تم اس گھر کو اپنا ہی گھر سمجھو..... تم اس کے دوست کی بہن ہو..... میری نذر ہوئیں، لیکن میری سلمیٰ کے برابر ہو..... میرے لئے تو سلمیٰ جیسی ہی ہو۔“

”شکریہ..... ویسے آپ بہت اچھے لوگ ہیں..... میں آپ کے درمیان آکر بہت خوش ہوئی ہوں“ مہر النساء نے کہا..... کچھ لمحوں کے لئے اسے اپنا گھر یاد آ گیا تھا..... ماں بھی ایسی ہی محبت سے سر پر ہاتھ پھیرتی تھیں..... گھر کے ماحول میں کبھی کبھی ایسی ہی زندگی پیدا ہو جایا کرتی تھی اور یہ شوخی اور شرارت اسے بہت ہی اچھی لگ رہی تھی..... معمر خاتون نے اپنا بھی تحارف کروایا اور باقی سارے لوگوں کے نام بھی بتادیئے..... بہر حال..... مہر النساء کو یہاں آکر بہت اچھا لگا تھا اور اس کے بعد عارفہ بیگم..... مہر النساء کو ساتھ لے کر اندر چل پڑیں..... مکان بہت کشادہ اور وسیع تھا..... قدیم طرز تعمیر کا ایک دلکش نمونہ جس میں اقدار کی جھلکیاں بھی شامل ہوتی ہیں..... بڑی اپنائیت اور محبت کے ساتھ مہر النساء کو ایک بڑے کمرے میں لے جایا گیا جو زنانہ کا کمرہ تھا..... یہاں اس کی خاطر کا پورا پورا بندوبست کیا گیا تھا..... سلمیٰ اس کے پاس ہی بیٹھ گئی..... نبیل..... جو اس لڑکے کا نام تھا..... وہ بھی کچھ جھینپا جھینپا..... شرمایا شرمایا سا ساتھ ہی تھا..... سلمیٰ نے کہا۔

”عجب کی بات ہے..... پھوپھی جان! کہ آپ اس طرح پہلی بار ہمارے گھر میں آئیں، مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے آپ صدیوں سے ہماری شناسا ہوں اور لوگوں نے ہمیں آپ سے چھپا رکھا ہو یا آپ کو ہم سے..... یہ بتائیے..... اس سے پہلے آپ کبھی ہمارے گھر کیوں نہیں آئیں“ مہر النساء نے ہنس کر رحیم الدین کو دیکھا تو رحیم الدین کہنے لگے۔

”میں نے بتا دیا تھا..... مہر النساء آپ کو کہ یہ لڑکی بڑی نٹ کھٹ اور شریر ہے..... سینے

محترمہ سلمیٰ بیگم..... آپ ذرا اپنی زبان کو قابو میں رکھئے..... آپ کو ان سے اتنا بے پروا نہیں ہونا چاہئے..... ہر چیز کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔“

”تو میں نے کیا کہا ہے..... آپ میری مدد کیجئے نا..... پھوپھی صاحبہ! یہ آپ کے جان بھائی صاحب..... ہمارے اور آپ کے راستے میں آرہے ہیں۔“

”اصل میں مہر النساء بہن! بیٹیاں پر لیا دھن ہوتی ہیں..... ماں باپ ایک ایک پل اس تربیت کرتے ہیں..... انہیں پروان چڑھاتے ہیں..... لیکن ہر وقت ایک خیال دل میں ہے کہ آخر کار..... انہیں دوسرے کے گھر چلا جانا ہے..... بس یہ خیال سختی کرنے سے

ہے اور یہ سلمیٰ صاحبہ اس لئے بگڑ گئی ہیں..... آپ برائے کرم ان کی بد تمیزی پر مجھے مہذب کر دیجئے گا۔“

”ارے..... ارے..... میں نے کیا کہا ہے.....؟ کیوں پھوپھی جان آپ اس طرح برا مان جاتی ہیں۔“

”بھئی..... میں تو اس سلسلے میں کچھ کہوں گا ہی نہیں..... بلکہ میرا خیال ہے کہ مجھے نکل جانا چاہئے“ نیل نے کہا۔

”اصولی طور پر تو آپ کو ویسے ہی باہر نکل جانا چاہئے تھا بھائی جان..... ظاہر ہے کہ خواتین کی محفل ہے اور ہماری مہمان ایک خاتون ہیں..... ٹھیک ہے..... ہمارا ان سے کبھی بھی رشتہ ہے، لیکن..... بہر حال ہیں تو خاتون ہی..... ویسے پیاری پھوپھی جان..... آپ

چاہے اچھا مانیں یا برا..... میرا دل تو آپ کو اپنی سہیلی بنانے کو چاہتا ہے..... پھوپھی ہوں! آپ ان تمام لوگوں کی..... میں تو آپ کو اپنی دوست کہوں گی۔“

”تمہیں خدا کا واسطہ..... ذرا ہوش و حواس قائم رکھو“ رحیم الدین نے کہا..... پھر انہوں نے بولی۔

”عارف! سنبھالو ذرا اسے..... یہ کیا چکر چلا ڈالا ہے.....؟“ عارفہ بیگم ہنسنے لگیں! انہوں نے کہا۔

”بھئی..... اب تمہارے دوست کی بہن ہیں..... مان لیتی ہوں تم بھی انہیں اپنی بہن کہتے ہو، لیکن سلمیٰ کا مطالبہ بھی غلط نہیں ہے..... عمر کے لحاظ سے سلمیٰ کی ہی بہن ہونی چاہئے تھی..... اب آپ نے رشتہ ہی غلط بنا دیا ہے تو میں کیا کر سکتی ہوں۔“

”خدا تمہیں سمجھے مہر النساء بہن..... خدا کی قسم مجھے بے قصور سمجھ کر معاف کر دینا اصل میں اس طوفان کا مجھے بھی کوئی اندازہ نہیں تھا..... مہر النساء ہنس کر خاموش ہو گئی

بہر حال اسے یہ ماحول برا نہیں لگا تھا..... بہترین لوگ تھے..... خوش اخلاق..... محبت کرنے والے، حالانکہ چند لمحے یہاں آئے ہوئے، ہوئے تھے مگر یوں لگتا تھا جیسے طویل عرصے سے

ان کا ساتھ ہو..... آخر میں مہر النساء ہی کو کہنا پڑا۔“

”بات تو سچ ہی ہے بھائی..... آپ ہم لوگوں کو ہمارے حال پر چھوڑ دیجئے..... مجھے یہ سب بہت پسند ہیں۔“

”زندہ باد..... سلمیٰ نے نعرہ لگایا اور اس کے بعد رحیم الدین مہر النساء کو ان لوگوں کے حوالے کر کے باہر نکل گیا، لیکن مہر النساء کے لئے ایک دلچسپ ماحول پیدا ہو گیا تھا اور اس

ماحول میں وہ اپنے آپ کو کچھ لمحوں کے لئے بھول گئی تھی کہ وہ مہر النساء نہیں بلکہ کشکا ہے..... یعنی کشکا کے وجود میں چھپی ہوئی مہر النساء..... رحیم الدین کا گھر مہر النساء کو بالکل اپنا

گھر محسوس ہو رہا تھا..... اتنے اچھے لوگ تھے کہ مہر النساء سوچ رہی تھی کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوا کرتے ہیں..... خوش اخلاق، محبت کرنے والے..... زیادہ وقت نہیں گزرا تھا مگر یوں

لگتا تھا جیسے طویل عرصے سے ان کے ساتھ رہ رہی ہو اور اس کی کیفیت میں خاصی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی، حالانکہ اب تک ایک عجیب و غریب ذہنی عذاب میں مبتلا رہی تھی..... جو کچھ

چمن گیا تھا وہ واپس آنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا اور سوچ رہی تھی کہ دیکھو تقدیر میں کیا کیا ٹھوکریں لکھی ہوئی ہیں..... بہر حال اس وقت ایک بالکل ہی عجیب صورت حال تھی..... کرم چند جی نے بڑی امیدیں وابستہ کر لی تھیں اور مہر النساء سوچ رہی تھی کہ کیا وہ ان امیدوں پر پورے اتر سکے گی..... بہر حال وقت گزر رہا تھا..... سلمیٰ تو اس پر نار ہو رہی تھی..... شام کو

ہو گئے۔ کرم چند۔۔۔۔۔ ان کی دھرم پتی اور کچھ اور اجنبی لوگوں نے ہمارا استقبال کیا تھا اور بڑی اپنائیت سے اندر لے گئے تھے۔۔۔۔۔ کرم چند نے ذرا تفصیلات سے گریز کیا تھا۔۔۔۔۔ زیادہ لوگوں کو مہر النساء کے بارے میں نہیں بتانا چاہتا تھا۔۔۔۔۔ بہر حال مہر النساء کو ایک خوبصورت ڈرائیونگ روم میں لے جایا گیا جہاں میزوں پر باہر کے پھل، بسکٹ وغیرہ سجے ہوئے تھے۔۔۔۔۔ اس کے بعد مہر النساء نے کرن کماری کو دیکھا اور واقعی سوچ میں ڈوب گئی۔۔۔۔۔ ایسے دلکش چہرے کم ہی نظر آتے ہیں۔۔۔۔۔ مومی رنگ۔۔۔۔۔ گہری دلکش آنکھیں، ستواں ناک، حسین تراش کے ہونٹ، بال گٹھاؤں کے جیسے امڈتے ہوئے، لیکن پورا چہرہ تصویر یاس و غم بنا ہوا۔۔۔۔۔ خاموش آکر بیٹھ گئی تھی۔۔۔۔۔ کرم چند کی دھرم پتی نے کہا۔

”یہ کرن ہے ہماری بیٹی“ مہر النساء خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔۔۔۔۔ پھر اس نے کہا۔
”کرن جی آئیے ہمارے ساتھ پھل کھائیے“ کرن نے خاموشی سے مہر النساء کے کہنے پر ایک سیب اٹھالیا۔۔۔۔۔ مہر النساء بولی۔

”کرن جی بہت خاموش رہتی ہیں“ کرن چونک کر اسے دیکھنے لگی، لیکن کرم چند کی دھرم پتی بولیں۔

”ہاں یہ کچھ بیمار ہے۔“

”کیا بات ہے؟“

”یہ تو بھگوان ہی جانے۔“

”آپ مجھ سے باتیں کریں کرن جی۔۔۔۔۔ میں آپ کی سہیلی ہوں“ مہر النساء نے کہا اور کرن اسے دیکھنے لگی، پھر آہستہ سے بولی۔

”آپ کچھ خیال نہ کریں۔۔۔۔۔ بس تھوڑی سی بیمار ہوں اور کوئی بات نہیں ہے۔۔۔۔۔ مہر النساء نے اس کی خوبصورت آواز کو بھی محسوس کیا تھا۔۔۔۔۔ کرم چند جی فوراً بولے۔

”بہن جی۔۔۔۔۔ آپ اگر یہاں آتی جاتی رہیں گی تو یہ آپ سے بے تکلف ہو جائے گی۔“
”ہاں۔۔۔۔۔ میں ضرور آؤں گی۔۔۔۔۔ یہ تو میری بہت ہی پیاری سہیلی ہے۔“

سلمیٰ مہر النساء کے پاس آگئی اور اسے عاشقانہ نگاہوں سے دیکھنے لگی تو مہر النساء نے کہا۔
”کیا بات ہے سلمیٰ؟ مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔“

”کیا کہوں۔۔۔۔۔ اگر مرد ہوتی نا تو یقین کر دے سارے کپڑے پھاڑ لیتی۔۔۔۔۔ اور بس تمہارے لے کر گلیوں اور سڑکوں پر شور مچاتی پھرتی۔۔۔۔۔ اچھا جناب عالی تیار ہو جائیے ذرا کپڑے تبدیل کر لیجئے۔۔۔۔۔ آپ کا میک اپ میں کروں گی۔“

”کیا؟ مہر النساء حیرت سے چونک پڑی۔“

”جی ہاں۔“

”نہیں سلمیٰ۔۔۔۔۔ میں تمہاری انتہائی احسان مند ہوں، جس محبت سے میرے ہاں پیش آرہی ہو، اس کا کوئی صلہ میں تمہیں نہیں دے سکوں گی، لیکن میرا حلیہ نابدلو۔“
”ارے بابا کپڑے تو بدل لو۔“

”کپڑے۔“

”جی ہاں۔۔۔۔۔ میرے کپڑے آپ کے بالکل ٹھیک آئیں گے۔۔۔۔۔ فی الحال آپ ان گزارا کیجئے، ہم غریب لوگ ہیں، کپڑے بہت اعلیٰ درجے کے تو نہیں ہیں، لیکن پھر بھی۔“
”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ کپڑے بدل لیتی ہوں۔۔۔۔۔ لیکن اس سے آگے کچھ نہیں۔“

”بابا ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ کیوں خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔۔۔۔۔ سلمیٰ نے ہنستے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ مہر النساء نے سلمیٰ کا دیا ہوا لباس پہن لیا۔۔۔۔۔ بال وغیرہ درست کر لئے۔
سلمیٰ کہنے لگی۔

”اب چلنا ہے آپ کو۔“

”کہاں؟ مہر النساء چونک کر بولی۔“

”کرم چند چاچا کے یہاں بلایا گیا ہے آپ کو۔“

”ٹھیک ہے“ جیسی مرضی جانا تو ہے۔۔۔۔۔ کچھ دیر کے بعد رحیم الدین، نیل مہر النساء اور سلمیٰ اور اس کے ساتھ ہی عارفہ چچی۔۔۔۔۔ سب کرم چند کی حویلی میں

”مہر النساء نے کہا اور پھر اس کی نگاہیں سہلی اور نمیل پر پڑ گئیں..... دونوں اسے دیکھ رہے تھے اور ان کی آنکھوں میں شرارت کی بجلیاں کوند رہی تھیں..... پتہ نہیں کیا شرارت ان کے دل میں مچل رہی تھی..... کافی دیر تک مہر النساء وغیرہ کرم چند کے یہاں رہے..... مقصد تو صرف کرن کماری سے تعارف کرانا اور اسے مہر النساء کے سامنے لے تھا..... جب سب اٹھے تو کرم چند نے کہا۔“

”آپ کے آنے سے بہن جی گھر میں بہت رونق ہو گئی ہے..... اب آپ یہ بتائیے! کب آئیں گی آپ۔“

”کل..... مہر النساء نے جواب دیا۔“

”وعدہ ہے۔“

”ہاں میں جو کہتی ہوں اسے پورا کرتی ہوں“ مہر النساء بولی اور اس کے بعد سب وہاں سے واپس چل پڑے..... بہر حال رحیم الدین چچا بھی بہت اچھے آدمی تھے..... کہنے لگے۔ ”ویسے تو کرم چند بہت نارمل آدمی ہے..... تم نے اس کے یہاں کچھ کھایا یا نہیں۔ صرف کچھ پھل لے۔“

”ہاں..... مجھے اس کے لئے مجبور نہ کریں..... رحیم الدین چچا..... میں جو بھی مناسب سمجھوں گی وہ کروں گی۔“

”ارے نہیں نہیں..... معافی چاہتا ہوں..... اگر مجھ سے کوئی غلط بات ہو گئی ہو۔“

”ویسے کرن کماری کی کیفیت کچھ عجیب سی تھی..... پہلے وہ کس طرح کی تھی۔“

مہر النساء نے سوال کیا۔

”پہلے بالکل ایسی نہیں تھی..... اس کی فطرت میں شوخی تو پہلے بھی نہیں تھی، لیکن اب بہت زیادہ سنجیدہ ہو گئی ہے..... ایک عجیب و غریب کیفیت ہے اس کی..... ہو سکتا ہے اسے بھی بے تکلف نہ ہو، لیکن تم نے کوئی اندازہ لگایا ہے اس کے بارے میں۔“

”ہاں کیوں نہیں..... تھوڑا بہت۔“

”بات اصل میں یہ ہے بیٹی کہ میں بھی اس بچی سے اتنی ہی محبت کرتا ہوں جتنی اپنی سہلی سے..... اس کے لئے بے حد پریشان رہتا ہوں..... بس یوں سمجھو کہ وہ میرا ہم مذہب تو نہیں ہے، لیکن میرے لئے بھائیوں جیسا ہی ہے..... بچپن سے ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے بڑا پیار ہے..... اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے، مگر میں دن رات دعا کرتا ہوں کہ اللہ اس کی مشکل کا حل دریافت ہو جائے..... رحیم الدین باتیں کرتے رہے..... مہر النساء نے کہا۔“

”رحیم چچا آپ ایک بار پھر مجھے اس تمام تفصیلات کے بارے میں بتائیے۔“

”ہاں..... ہاں کیوں نہیں..... مجھے ساری تفصیلات بتادی گئی ہیں، چنانچہ میں بات بتانے میں کوئی دقت نہیں محسوس کرتا..... اصل میں بس تم یہ سوچو کہ بھیم چند کالے علوم کا ماہر ہے..... اس نے کہیں سے بچی کو دیکھ لیا اور اس کے پیچھے پڑ گیا، بعد میں وہ کج بخت ہری رام یاہریا..... آگیا اور اس طرح بچی دو شیطانوں کے بیچ میں پھنس گئی۔“

”بہت ہی افسوس کی بات ہے یہ..... اچھا اب آپ یہ بتائیے کہ ہو گا کیا۔“

”بیٹی..... تمہیں اگر اللہ نے علم دیا ہے تو تم اپنی ایک ہم جنس کی مدد کرو..... انسانیت کے رشتے سے بھی یہ تم پر فرض ہوتا ہے۔“

”دیکھئے رحیم الدین چچا..... میں نہ ولی ہوں نادر ویش..... بلکہ ان کے قدموں کی خاک بھی نہیں ہوں، بس یوں سمجھ لیجئے کہ اللہ کی رہنمائی میں ہمت کرتی ہوں اور اللہ مجھے عزت عطا کر دیتا ہے..... میں کوشش تو کروں گی کرن کے لئے لیکن دعائیں آپ کو کرنا ہوں گی، کیونکہ بہر حال بزرگوں کی دعاؤں کے بغیر انسان دنیا میں کوئی کام نہیں کر سکتا..... مسئلہ یہ ہے میرے ساتھ کہ بد قسمتی سے میں عورت ذات ہوں..... ہر جگہ آزادی سے نہیں آجاسکتی۔“

”میں تمہارے ساتھ ہوں..... جب بھی ضرورت پیش آئے، نمیل کو اپنے ساتھ شامل کر لینا..... سہلی کی ضرورت پیش آئے تو سہلی بھی حاضر ہے..... ہم صرف کرن

تلائے یہ تو کوئی بات ناہوئی..... آپ
جزا کر دیں اور مہر النساء بہن آجائیں چکر میں..... اب تالیئے یہ تو کوئی بات ناہوئی..... آپ
بجائے کس سے کرائیں گے ہم لوگ۔“
مہر النساء کو ہنسی آگئی..... اس نے کہا۔
”ٹھیک ہے..... میں بھی تو انسان ہی ہوں۔“
”مطلب..... کیا مطلب۔“

”مطلب یہ ہے کہ اگر ان دونوں کی توجہ مجھ پر ہو جاتی ہے اور وہ بیچاری کرن کماری کو
چوڑ دیتے ہیں تو یہ تو اچھی ہی بات ہوگی..... بھلا اس میں بری بات کیا ہے۔“
”گویا آپ..... گویا آپ ان شیطانوں سے دوستی کے لئے تیار ہیں۔“
”دوستی کے لئے نہیں دشمنی کے لئے۔“
”مطلب۔“

”دشمن کو دوست بن کر مارنا زیادہ آسان رہتا ہے۔“
”ارے باپ رے..... اس کا مطلب ہے..... آپ کی دشمنی تو بڑی خطرناک ثابت
ہوگی۔“

”خیر..... بہر حال..... کرن کماری کے لئے، کچھ نہ کچھ کرنا تو بہت ضروری ہے۔“
”سہلی ایک دم اداس ہو گئی کہنے لگی۔
”آپ یقین کریں وہ میری بہترین سہیلی تھی، لیکن اب وہ کسی سے سروکار نہیں
رکھتی..... بالکل خاموش زندگی گزار رہی ہے۔“
”اس کی کوئی اور وجہ تو تمہارے علم میں نہیں ہے سہلی۔“

”تفصیل سے بتاؤں گی اور ایمانداری سے“ ویسے آپ یقین کریں وہ بہت اچھی لڑکی
ہے..... ویسے ایک بات کہوں آپ سے..... یہ آپ کے خیال میں کیا کرن کماری کا لے جادو
نی کے زیر اثر ہے یا کوئی پیلا..... نیلا..... سفید جادو بھی اس پر اثر انداز ہو گیا ہے۔
”نبیل نے پوچھا۔“

کماری کی زندگی اور اس کی بہتری چاہتے ہیں۔“
”ٹھیک ہے..... بہر حال میں انتہائی کوشش کروں گی۔“
”ویسے اسے دیکھ کر کوئی اندازہ لگا سکی ہو تم۔“
”ابھی کچھ نہیں میں ذرا انہیں بھی دیکھ لوں جنہوں نے یہ تمام چکر چلایا ہے.....“
یہ ہے کہ مجھے ان کے ٹھکانوں پر لے جانا آپ کا کام ہے۔“

”تم وہاں جاؤ گی؟ رحیم الدین چچا تشویش سے بولے۔“
”ضروری ہے..... وہاں جائے بغیر بھلا کیا ہو سکتا ہے۔“
”خطرناک جگہ ہے اس بات کا خیال رکھنا پڑے گا تمہیں اور خاص طور سے ایک
مسلمان لڑکی کے لئے ویسے تم بہتر سمجھتی ہو“ مہر النساء سوچ میں ڈوب گئی اور پھر بولی۔

”اللہ مالک ہے..... میں آپ کو سوچ کر بتاؤں گی کہ ہمیں آگے کیا کرنا ہے..... رحیم
الدین چچا کے جاتے ہی نبیل اور سہلی حملہ آور ہو گئے، ان دونوں کے بارے میں مہر النساء کو
اندازہ ہو گیا تھا کہ شرارت میں بے مثال ہیں، دونوں نے سنجیدہ چہرے بنائے ہوئے تھے۔
تشویش زدہ نظر آرہے تھے..... پھر نبیل نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔“
”خدا آپ کو ہر مشکل سے محفوظ رکھے۔“

”اللہ آپ کو بری گھڑی سے بچائے“ سہلی بولی۔
”آپ دونوں خیریت سے تو ہیں..... مہر النساء نے مسکرا کر کہا۔“
”ہاں..... لیکن آپ کی خیریت کے لئے ذرا فکر مند ہیں۔“
”میاں میں خیریت۔ سہ نہیں ہوں۔“

”بس صرف یہ احساس ہے کہ عمر کا یہ دور بڑا سنگین ہوتا ہے..... اور جوانی دیوانی کہلاتی
ہے..... عشق ذات نہیں پوچھتا لیکن دوسرے پوچھ لیتے ہیں اور ایسے پوچھتے ہیں کہ
اوقات شجرہ نسب یاد آجاتا ہے..... سمجھانا ہمارا کام ہے اور سمجھنا سمجھداروں کا..... وہ
ان دونوں شیطانوں کے جال میں گرفتار ہے..... کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دونوں کرن کماری کو

کھانے تک موجود تھے..... کھانے کے بعد وہ بھی کسی کام سے چلے گئے اور کہہ کر گئے کہ رات کو واپس آئیں گے..... مہر النساء اس وقت تنہا رہ گئی تھی..... اس نے رحیم پچا کے جانے کے بعد سہلی سے کہا۔

”سہلی میں بھی ذرا باہر جاؤں گی۔“

”کیا“ سہلی چونک پڑی۔

”ہاں کیوں؟“

”نہیں..... نہیں تم اکیلی جاؤ گی۔“

”تم نجائے کیا سوچ رہے ہو میرے بارے میں..... ارے بابا..... میں تمہارے والدین کے سامنے میں نہیں ہوں، بلکہ میرے سر پر آسمان کے سوا اور کسی چیز کا سایہ نہیں ہے۔“

”وہ تو ٹھیک ہے مگر باہر چلچلاتی دھوپ پڑ رہی ہے۔“

”تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔“

”رنگ میلا ہو جائے گا..... سہلی بولی اور مہر النساء ہنس پڑی، کہنے لگی۔“

”بس مجھے اپنے رنگ کے کالے پیلے ہونے کا کوئی افسوس نہیں ہے..... میں چلتی ہوں مہر النساء نے اپنے لباس پر ایک چادر اوڑھی، چہرہ اس چادر میں ایسے ڈھک لیا کہ کسی کو اندازہ نہ ہو سکے کہ وہ کون ہے اور اس کے بعد وہ باہر نکل آئی، اب وہ اس بستی کا جائزہ لے رہی تھی..... اس علاقے کے بارے میں اس نے مکمل معلومات حاصل کر لی تھیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ عماد الدین نے اسے بیٹیوں کی طرح پالا تھا اور ایسی بیٹیوں کی طرح جنہیں سات پڑوس میں رکھا جاتا ہے..... نیک اور دین دار آدمی تھے بڑی احتیاط رکھتے تھے لیکن تقدیر جن راستوں پر چلا دیتی ہے ان راستوں سے گریز آسان نہیں ہوتا..... اور اب مصائب کی دھوپ سر پر پھیل ہوئی تھی..... اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت باہر اس قدر گرمی تھی کہ گلیاں اور بازار ویران پڑے ہوئے تھے، تانگے والے گھنے درختوں کی چھاؤں میں گھوڑے کھول کر خلی تانگوں میں سو گئے تھے..... بڑی ہمت پیدا ہو گئی تھی مہر النساء کے اندر، راستوں کے

”مطلب۔“

”میرا مطلب یہ ہے کہ کوئی عشق و محبت کا کھیل..... معاف کیجئے گا مہر النساء..... بے تکلف آدمی ہوں..... بہر حال خیر..... سہلی کہنے لگی۔“

”میرا خیال ہے ابو آ رہے ہیں..... میں باہر جا رہی ہوں“ نیل بھی کان دبا کر باہر گیا، آنے والے رحیم پچا اکیلے نہیں تھے، بلکہ کرم چند جی بھی ان کے ساتھ تھے اور قرآن آکر انہوں نے کہا۔“

”معاف کیجئے گا..... بے چینیاں اتنی اونچی ہو گئی ہیں کہ اب ایک منٹ کے لئے چڑ نہیں آتا..... ویسے آپ نے کرن کو دیکھا۔“

”ہاں..... کیوں نہیں۔“

”کیا میری مشکل حل ہو جائے گی۔“

”آپ کو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہئے..... میں بھی اللہ کی ذات سے پر امید ہوں مہر النساء نے کہا۔“

”بھگوان کرے آپ کو کامیابی حاصل ہو۔“

”ویسے اس علاقے کے بارے میں بتائیے جہاں وہ دونوں شیطان گھ جوڑ کر بیٹھے ہیں.....“

”ہاں..... میں آپ کو بتاتا ہوں..... اور پھر وہ دونوں ہی مہر النساء کو اس علاقے کے بارے میں تفصیلات بتاتے رہے پھر کرم چند نے کہا۔“

”کل آپ ہمارے گھر آئیں گی دیوی جی۔“

”کل تو نہیں آؤں گی..... بس یوں سمجھ لیجئے جیسے ہی ضرورت پیش آئی آپ کے پتہ پہنچ جاؤں گی..... مہر النساء نے جواب دیا اور کرم چند خاموش ہو گیا..... کافی دیر تک وہ بیٹھے رہے تھے اور پھر اس کے بعد کرم چند اٹھ گیا..... کہنے لگا۔“

”میں چلتا ہوں..... اب تو میں ہر وقت آپ ہی میں لگا رہتا ہے۔“

دوسرے دن صبح کا ناشتہ ہوا..... نیل کسی کام سے شہر چلا گیا تھا..... رحیم چادر

بارے میں وہ معلومات حاصل کر چکی تھی، چنانچہ وہ چلتی رہی اور پھر بستی سے باہر
میں نکل آئی، پن چکی کی مخصوص آواز پیچھے رہ گئی تھی اور اب ریت کے بھگولے نظر
تھے جو گرم ہوا کے بھنور میں چکر اکر اس طرح گزر جاتے جیسے ان کے اندر انسان چھپ
ہوں..... کھیت کٹے ہوئے پڑے تھے..... تاحد نگاہ کوئی انسان نظر نہیں آ رہا تھا.....
فاصلے پر ایک شمشان گھاٹ نظر آیا جس کے انتہائی سرے پر زمانہ قدیم کے کھنڈرات کھ
ہوئے تھے، اسی علاقے کی نشاندہی کی گئی تھی مگر ابھی فاصلہ بہت زیادہ تھا..... درمیان
جگہ جگہ درخت بکھرے ہوئے تھے جن پر لومڑیاں آرام کرتی ہوئی نظر آ جاتیں، مگر
سی آہٹ پر اچھل کر دوڑ پڑتی تھیں..... جگہ جگہ جلی ہوئی لکڑیوں کے ڈھیر اور انسانی
آ جاتی تھیں وہ چلتی رہی، کافی آگے ایک درخت کی چھاؤں میں اس نے ایک رنگین
متحرک دیکھا، کوئی انسان تھا اتنا فاصلہ طے کرنے پر بھی کوئی انسان نظر نہیں آیا تھا، چان
تیزی سے آگے چل پڑی اور اس کے قریب پہنچ گئی..... پھر اسے رونے کی آوازیں
دیں..... یہ آوازیں نسوانی تھیں..... وہ حیران ہو کر آگے بڑھی اور پھر اس نے لہنگے اور
میں ملبوس ایک دیہاتی لڑکی کو دیکھا..... لہنگا انتہائی خوبصورت تھا..... لڑکی اسے
خوفزدہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی، اس نے اپنی بغل میں ایک پوٹلی دبائی ہوئی تھی اور وہ سکی
آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی، بے حد حسین لڑکی تھی عمر اٹھارہ سال سے زیادہ
ہوگی..... حسین ترین نقوش دھوپ سے تھمتارہے تھے..... کھلے ہوئے بدن کے
میں ڈوب گئے تھے..... رونے کی آوازیں اس کی تھی اس کی کاجل بھری آنکھوں سے
رہے تھے اور اس کے چمکدار سفید رخساروں پر کچھ لکیریں بن گئی تھیں..... وہ حیران
کھڑی ہو گئی پھر اس نے کہا:-

”تم کیا کر رہی ہو یہاں؟“

”راستہ بھول گئے ہیں باجی..... ہمارا مرد ہمیں لے کر جا رہا تھا راستے میں ڈکیت
ہیں..... ہمارے مرد کو اٹھا کر لے گئے اور ہم رہ گئے، ہم تو راستہ بھی نہیں جانتے

”ہمیں کیا معلوم..... ہمیں تو ڈر لگ رہا ہے، دیکھو اس پوٹلی میں کتنے سارے گہنے
..... باجی یہ گہنے ہم سے لے لو ہمیں ہمارے گھر پہنچا دو اس نے کہا اور سینے سے لپٹی ہوئی
پوٹلی پھینک دی..... پوٹلی کھل گئی اس میں سے بہت سے سونے اور چاندی کے زیورات گر کر
جگہ جگہ لگے..... مہر النساء نے ایک نگاہ انہیں دیکھا اور پھر لڑکی کی طرف دیکھنے لگی.....
اچانک ہی اسے احساس ہوا کہ لڑکی کی روتی ہوئی آنکھیں ہنس رہی ہیں..... اس کے ہونٹوں پر
بھی مسکراہٹ تھی پھر وہ بولی:-
”کون ہو تم باجی..... کہیں سے آرہی ہو؟“ مہر النساء اس کے بدلتے ہوئے انداز پر
چونک پڑی تھی..... لڑکی کہنے لگی:-

”باجی آؤ ہمارے ساتھ چلو تھوڑی ہی دور ہمارا گھر ہے..... یہ گہنے تم اٹھا لو اور ہمارے
ساتھ ہمارے گھر چلو..... مہر النساء کچھ عجیب سی کیفیت محسوس کرنے لگی تھی..... لڑکی کی
آواز میں ایک متمہاٹ پیدا ہو گئی تھی، اچانک ہی مہر النساء کو کچھ خیال آیا اور اس نے چونک کر
ایک بار پھر لڑکی کا چہرہ دیکھا..... وہ بہ دستور مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی.....
مہر النساء کی نگاہیں پھیلتی ہوئی اس کے بدن سے پیروں تک گئیں اور دوسرے لمحے اس کے
پورے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے..... لڑکی کے پاؤں پیچھے کی جانب مڑے ہوئے
تھے..... مہر النساء کے ذہن میں ایک ہی خیال ابھرا..... چڑیل..... عام حالات میں کوئی بھی
شخص خوف سے دیوانہ ہو سکتا تھا اور دہشت سے اس کی حالت خراب ہو سکتی تھی، یہی ان
بدروحوں کا کردار ہوتا ہے..... خوف کھا جانے والی ہستی پھر زندگی نہیں پاسکتی، لیکن مہر النساء
چونکہ ایک عالم کی بیٹی تھی اور بچپن ہی سے اسے علوم سکھائے گئے تھے اور بتایا گیا تھا کہ بلاؤں
سے کیسے بچا جاسکتا ہے، اس نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر درود شریف پڑھا اور پڑھ کر لڑکی کی
طرف پھونک ماردی، ابھی ایک ہی بار ”درود شریف“ پڑھ کر اس نے ادھر پھونکا تھا، لڑکی

کے حلق سے اچانک ایک دل دوز چیخ نکلی اس کا سانس تیز تیز چلنے لگا تھا۔ مہر النساء ہونٹ دوبارہ ”دروپاک“ کا ورد کرنے لگے تھے۔ لڑکی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے لگی پھر بولی۔

”یہ کیا کر رہی ہو باجی۔“

مہر النساء نے دوسری بار ”درو شریف“ پڑھ کر اس پر پھونک ماری اور اچانک ہی کا حسین چہرہ تاریک پڑھنے لگا۔ پھر اس کی ایک آنکھ میں گڑھا نمودار ہو گیا۔ ہونٹ گئے۔ رنگ کوئلے کی طرح سیاہ ہو گیا۔ اس نے دوسری زوردار چیخ ماری اور بولی۔

”ارے ماں رے ماں۔۔۔۔۔ ارے او حرام جادی۔۔۔۔۔ ارے تیرا ستیاناس۔۔۔۔۔ تیرا غرق رے۔۔۔۔۔ کیوں مارے ہے ہمیں۔۔۔۔۔ وہ دوسری ہو کر بل کھانے لگی اور اسی وقت درخت کی ایک شاخ پر دو پاؤں نظر آئے، دوسرے لمحے کوئی درخت سے نیچے کود گیا۔ یا۔۔۔۔۔ کالے رنگ کا توانا آدمی تھا لیکن اس کا سارا بدن موجود تھا۔۔۔۔۔ بس شانوں کے پاس تک انسان تھا اور اس سے اوپر کچھ نہیں تھا اچانک ہی مردانہ آواز ابھری۔“

”بھاگ ری کمین مرجائے گی۔۔۔۔۔ ارے بھاگ اور عورت یا لڑکی چیخ کر واپس ہٹ پڑی، لیکن کٹے ہوئے سر والا مرد مہر النساء کے سامنے رک گیا۔“

”او حرام جادی۔۔۔۔۔ اور حرام جادی۔۔۔۔۔ ابھی ہم تجھے بتاتے ہیں۔۔۔۔۔ چڑیل جو ملے بل کھا رہی تھی رک گئی اور پھر بولی۔“

”کے پکار رہا ہے رے رام دیو۔۔۔۔۔ ارے ہماری ذرا کھوپڑی تو دے۔۔۔۔۔ ابھی بتاتے۔۔۔۔۔ اسے عورت جو بھاگنے کے لئے تیار ہو گئی تھی رک گئی، پھر اس نے ایک درخت کے سے یا جڑ سے ایک اور جھولی اٹھائی اور اس میں سے کچھ نکالنے لگی۔ یہ ایک انسانی سر تھا۔ کالا چہرہ۔۔۔۔۔ موٹے موٹے نقوش۔۔۔۔۔ آنکھیں گہری گہری سرخ سر گھٹا ہوا۔۔۔۔۔ درمیان چوہے کی دم جیسی اٹھی ہوئی چوٹی۔۔۔۔۔ لڑکی نے انسانی سر اس کے قریب پہنچادیا، جسے اس دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور شانوں پر رکھنے لگا، مگر اس نے سر الٹا رکھ لیا تھا اس کا سینہ

تھا اور چہرہ دوسری طرف پھروہ بولا۔“

”کون ہے ری تو۔۔۔۔۔ ذرا سامنے تو آ۔“ اور پھر وہ پلٹ کر مہر النساء کی طرف دیکھنے لگا، اب اس کی کمر اور چہرہ سامنے تھا اور سینہ دوسری طرف پھر بولا۔“

”ہت تیرا ستیاناس۔۔۔۔۔ ارے کھوپڑی بھی الٹی تان لی ہے ہم نے۔۔۔۔۔ ادھر نہیں ادھر وہ بولا اور خود ہی گھوم گیا، لیکن اب اس کا چہرہ دوسری طرف ہو گیا۔۔۔۔۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ دوبارہ سر پر رکھے اور پلٹ کر چہرے کو گھمایا۔۔۔۔۔ ایک بار پھر اس کی سرخ آنکھیں مہر النساء کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔۔۔ یہ تمام مناظر ایسے تھے کہ کوئی عام شخص ہوتا تو دل کی حرکت ہی رک جاتی اس کی، لیکن مہر النساء اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئی تھیں اور اس کے ہونٹ گدگدا رہے تھے، اب ایسے خوفناک مناظر اس کے لئے غیر اہم ہو گئے تھے اور ”دروپاک“ کے ورد نے اس کے اندر ایک انوکھی قوت بیدار کر دی تھی جسے وہ خود بھی کوئی نام نہیں دے سکتی تھی، کٹے ہوئے سر والا اسے گھورتا رہا۔۔۔۔۔ پھر اس کی پھٹی پھٹی آواز ابھری۔“

”کاہے پجاری بچی کو ستا رہی تھی ری تو۔۔۔۔۔ ہمیں نہیں جانتی ہے کیا؟“

”جانتی ہوں تجھے اور بتاتی ہوں۔۔۔۔۔ مہر النساء نے کہا اور ایک بار پھر درودپاک پڑھنے لگی۔ اچانک ہی وہ گھبرا کر عورت کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔“

”بھاگ ری بھاگ۔۔۔۔۔ ہم ٹھیک کہہ رہے تھے۔۔۔۔۔ عورت خطرناک ہے۔۔۔۔۔ عورت کا چہرہ بے حد بھیانک ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ اس کی ایک آنکھ کی جگہ گڑھا نمودار تھا۔۔۔۔۔ دانت باہر نکل آئے تھے۔۔۔۔۔ بدن کے کھلے ہوئے حصوں میں سے ہڈیاں جھانک رہی تھیں، مگر لباس ولباس کا لیباسی تھا، پھر دونوں پلٹ کر بھاگے۔۔۔۔۔ مرد الٹا ہی بھاگ رہا تھا اور عورت اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھی۔۔۔۔۔ مہر النساء سکون سے ان دونوں کو دیکھتی رہی، چند ہی قدم دوڑنے کے بعد دونوں ہوا میں تحلیل ہو گئے اور مہر النساء نے ”دروپاک“ کی پھونک اپنے سینے پر ماری، لیکن پھر اچانک ہی اسے اپنے بے خونی کا احساس ہوا، اس قدر خوفناک صورت حال کے باوجود اس کے اندر خوف کا احساس نہیں جاگا تھا بلکہ اس نے یہ سب کچھ بہت ہی معمولی سمجھ کر کر ڈالا

تھا، وہ الفاظ اس کی روح میں مسرت اتار رہے تھے، اس کے اندر اعتماد پیدا کر رہے تھے۔ بے شک ارجن شاستری نے اسے اپنے راستے پر لگانے کی کوشش کی تھی لیکن عماد الدین بچپن سے جو روح اس کے وجود میں پھونکی تھی اب اس کی پختگی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ بے شک باپ سے جدا ہو گئی تھی۔ لیکن اب اسے بہت اعتماد ہو گیا تھا۔ اپنے آپ پر اور موجودہ حالات پر بھی اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ کرم چند کے مسئلے میں وہ ضرور کام حاصل کرے گی۔ بڑی خوبصورت باتیں تھیں یہ۔ بڑا حسین تصور تھا اور وہ اس سے سرشار ہوتی جا رہی تھی، حالانکہ ایک لڑکی کا یہ منصب نہیں ہوتا، لیکن ایک اور بات اس کے ذہن میں بار بار جنم لیتی تھی۔ مہر النساء عماد الدین کی بیٹی تھی اور کشکاشاستری کی بیٹی۔ یہ جسم کشکاشک کا تھا اور روح مہر النساء کی۔ جتنی بھی صعوبتیں برداشت کرے۔ جتنے بھی دکھ اٹھائے۔ کشکاشک اٹھائے گی۔ بے شک اس بدن میں میری رہے، لیکن دیکھنے والے اگر مجھے اس عالم میں دیکھیں گے تو کشکاشک سمجھیں گے اور کہیں چاہے وہ مجھے جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔ یہ تصور مہر النساء کا تھا اور وہ سوچتی تھی کہ اس کے بدن کو کوئی نقصان بھی پہنچا تو وہ بدن عماد الدین کی آبرو نہ ہو گا بلکہ اس پر پڑے ہر ضرب ارجن شاستری کے دل پر پڑے گی۔ وہ دونوں جو یقینی طور پر بدروہیں غائب ہو گئے تھے۔ ”درد شریف“ کے درد نے انہیں دفع کر دیا تھا، چنانچہ مہر النساء بڑھ گئی۔ چلچلاتی دھوپ مسلسل حشر سامانیہ برپا کر رہی تھی اور اس کا شدید احساس تھا، کبھی کبھی جیلوں کی آواز آ جاتی تھی اور ماحول میں ایک اور بھیانک کیفیت پیدا ہوتی تھی۔ دور سے وہ کھنڈرات نظر آ رہے تھے جن کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ وہی بھیما اور ہریا کے طلسمی ٹھکانے ہیں۔ سفلی علوم کے یہ ماہر یہاں اپنا ہر کام کرتے۔ چنانچہ وہ آگے بڑھتی رہی۔ بہت فاصلے پر برگد کے درختوں کا ایک طویل سلسلہ نظر تھا۔ دور سے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بدروہیں آپس میں سر جوڑے ہوئے ہوں۔ انہی درختوں کے دامن میں بھیم چند نے اپنا ٹھکانہ بنایا ہوا تھا۔ یہاں ہو گا۔

جاری تھا۔ اول تو یہ علاقہ ہی ویرانے کا ایک ایسا حصہ تھا جو بے مصرف تھا اور دھڑ سے انسانوں کا گزر نہیں ہوتا تھا۔ دوسری چیز اس وقت کی تیز دھوپ اور شدید گرمی تھی جس نے اس ماحول کو آگ بنا کر رکھا تھا اور آگ کے اس سمندر میں جھلنے کے لئے کون گھر سے باہر نکلتا۔ برگد کے درختوں کے نیچے البتہ بڑی گھنی چھاؤں تھی۔ مہر النساء وہاں پہنچی تو اس نے وہاں چند برتن رکھے ہوئے دیکھے۔ کالے رنگ کے دو برتن تھے۔ کچھ کپڑے بھی پڑے ہوئے تھے اور ایسی نجائے کیا کیا چیزیں جو سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ مہر النساء ابھی ان چیزوں کے سامنے پہنچی ہی تھی کہ درختوں کے عقب سے لمبے چوڑے جسم والا ایک سادہ نما شخص باہر نکل آیا۔ شکل و صورت عام سادہ روؤں سے مختلف نہیں تھی، بکھرے ہوئے مٹی میں اٹے ہوئے بال۔ بوڑھی ہوئی داڑھی۔ اس کے بدن پر ریچھ کی طرح لمبے سیاہ بال تھے۔ لباس بہت مختصر پہنا ہوا تھا۔ برگد کے چوڑے درخت کے تنے کے نیچے سے باہر نکل آیا اور حیرانی سے مہر النساء کو دیکھنے لگا۔ مہر النساء بھی اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بہت سفید تھیں اور پرتلیاں بہت چھوٹی چھوٹی۔ ایک عجیب سی کیفیت ان آنکھوں میں پائی جاتی تھی۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ اور شوق کے آثار تھے۔

”ارے واہری کون ہے تو۔۔۔ لونا چھاری یا کالکی دیوی۔۔۔ کون ہے ری۔۔۔ بڑی سندر ہے۔۔۔ سو گند سات شیطانوں کی تو تو بڑی ہی سندر ہے۔۔۔ بھیٹ چڑھانے آئی ہے کیا؟“

ارے اسے کہتے ہیں کالکا دیوی جب دینے پر آتی ہے تو ایسے ہی دے دیتی ہے۔ واہری واہ۔۔۔ ارے بتا تو دے اپنے بارے میں۔۔۔ کون ہے تو؟“ کدھر سے آئی ہے؟“ ہم تو تیرے لئے سنسار کو الٹ کر رکھ دیں گے۔۔۔ بتاؤ اپنے بارے میں۔۔۔ جلدی ہے یا؟“۔

”تیرا نام بھیما ہے۔“

”بھیم چند۔۔۔ جی مہاراج۔۔۔ جانتی ہونا ہمیں۔“

”بھیما۔۔۔ میں تجھ سے کرم چند کی بیٹی کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔“

”اے۔۔۔ تو اس کے بارے میں کیا بات کرے گی۔۔۔ ارے تو اپنے بارے میں بات

چند ہنس پڑا..... بڑا مکروہ قہقہہ تھا اس کا اس کے بعد وہ بولا۔
 ”تو نے اسے دیکھا تو ہو گا؟“
 ”کسے؟“

”اسی بات کر رہا ہوں جس کا نام کرن کماری ہے..... پر ایک بات میں بتاؤں کہ تجھ سے زیادہ سندر ہے وہ..... اس میں کوئی شک نہیں کہ تیرا اپنا روپ الگ ہے پر تو نے صبح کے سورج کی پہلی کرن کو دیکھا ہے اگر نہیں دیکھا تو کل دن کی روشنی میں دیکھنا..... ہمارے اسی جھونپڑے کے باہر..... کیسی پو پتر..... کیسی معصوم اور کیسی سندر ہوتی ہے..... بس ایسی ہی کرن کماری ہے..... ہمارا دل نہ آجاتا اس پر تو کیا کرتا؟“ کیوں صحیح کہہ رہے ہیں نا ہم۔
 ”وہ تیرے باپ کی ملکیت تو نہیں ہے بھیم..... تو نے ایک شریف آدمی کو کس لئے اور کیوں پریشان کر رکھا ہے؟“

”کون شریف آدمی کرم چند..... ارے چھوڑ ری چھوڑا نہیں کہہ میرے پاس سوداگر بن کر آیا تھا حرام کا جنا، تو چھوڑا اپنی بات کر، تو بھی کوئی سودا کرنے آئی ہے کیا؟“
 ”میں تجھ سے کیا سودا کروں گی..... میں تو تجھے بس یہ بتانے آئی ہوں بھیم چند کہ اپنا یہ کاٹھ کبڑا یہاں سے اٹھا اور یہاں سے بھاگ جا..... اس جادو نگری کو خود اپنے ہاتھوں سے تو ختم کر دے ورنہ نقصان اٹھا جائے گا۔“

بھیم کے چہرے پر غصے کے آثار نظر آنے لگے..... کچھ دیر وہ دیکھتا رہا اور پھر ہنس کر بولا۔
 ”سری لڑکی نہ ہوتی تو ان الفاظ کے بعد تیری زبان تیرے منہ میں نہ ہوتی..... ہم چاہتے ہیں کہ تیرا سب کچھ تیرے پاس ہی رہے کیا سمجھی؟“ دو منٹ ہمارے ساتھ اپنا بھئی دل بہلا ہمارا بھی دل بہلا..... جو من میں آئے مانگ لے..... دے دیں گے تجھے..... کیا سمجھی..... چلی جانا اس کے بعد اور مت پڑنا کرم چند کے پھیر میں..... جاندر جا..... جا کر نہا دعوے..... ہم تیرے لئے کھانے پینے کی چیزیں لے کر آتے ہیں۔“

”دیکھ بھیم جو کچھ تو کہہ رہا ہے اس کے نتیجے میں تیرے ساتھ تو بہت برا سلوک ہونا

کر..... بھیم چند جی مہاراج تجھے وہ دے سکتے ہیں جو تیرے من میں ہو..... پتی سے مجھ کے..... ساس سر کے لئے کچھ کرانا چاہتی ہے..... کچھ کرانا چاہتی ہے..... ایسا غائب کر گئے انہیں..... سو گند سات شیطانوں کی کہ نام و نشان مٹ جائے گا ان کا“ ساس کو بچہ دروازے پر باندھ سکتی ہے تو..... اگر بھیم چند جی مہاراج چاہیں..... سر پریشان کرنا تو سرے کو بکر ابادیں گے..... بکرا..... تو کہہ کر دیکھ، مگر اس کا کیا قصہ ہے جس کا تو ہار رہی ہے..... کرم چند نے بھیجا ہے تجھے ہمارے پاس..... کچھ سودا کرنا چاہتا ہے ہم سے ارے واہ رے کرم چند رے جواب میں لونڈیا بھیجی تو اتنی بڑھیا بھیجی (یعنی خوبصورت بھول جائیں گے اس کی سری بٹیا کو..... چل بھائی ٹھیک ہے بھول جائیں گے۔“
 ”کو اس کئے جا رہا ہے کتے میرے بارے میں معلوم کرنا ہے تو اپنے علم سے معلوم کر۔“
 ”ایں..... کتا کہا تو نے ہمیں۔“

”یہ کتے کی تو ہیں ہے..... مہر النساء بولی۔“
 ”سوچ لے..... سوچ لے..... بھیم چند مہاراج سنسار کے مہمان ترین انسان ہیں ناراض ہو گئے تو تیرا کیا بنے گا سندی..... ناک چھانچ لہی ہو جائے گی..... ہونٹ لٹک جائے گی..... آنکھیں بھیٹکی ہو جائیں گی..... سر کے بال سفید ہو جائیں گے..... کمر بڑ جائے..... پھر کیا ہو گا تیرا..... کیا بھیم چند مہاراج ایسا نہیں کر سکتے؟“
 ”ہاں یہی تو میں جانا چاہتی ہوں بھیم چند کہ تو کیا کر سکتا ہے۔“

”ارے واہ ری واہ..... آج تک مردوں سے مرد لڑتے آئے ہیں..... پہلوانی..... میدان میں بھی..... علم کے میدان میں بھی..... ہر میدان میں..... آج یہ پہلی لڑکی آئی جو لٹکار رہی ہے تو بھیم چند کو..... چل ٹھیک ہے اب تو یہ بتا کہ تو آئی کیسے ہے؟ کرم چند تیرا کیا تعلق ہے؟“

”تجھے معلوم ہے بے وقوف آدمی کہ تجھے تیرا علم یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ کرم چند میرا کیا تعلق ہے؟“ تو کرم چند کی بیٹی کے چکر سے نکل جا..... مہر النساء کے ان الفاظ پر

چاہئے، مگر میں چاہتی ہوں کہ تجھے سمجھاؤں۔“
 ”ارے کمال کی عورت ہے ری بھیم کے سامنے آکر بڑے بڑوں کا کلیجہ کاٹنے لگنا۔“
 عورت ہے کون سا گیان لے کر آئی ہے ہمارے پاس..... چل اس کے بارے میں بتا دے۔“
 ”تو اس کے بعد تو کیا کرے گا؟“

”اس کے بعد جو کریں گے وہ تیرے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔“
 ”میرے حق میں کیا اچھا ہے اور کیا برا ہے یہ تو کیا جانے بھیم۔“
 سے..... اٹھا اپنا ساز و سامان۔“

”ارے کمال ہے بھیا ہمارے گھر میں آکر ہم سے ہمارا گھر خالی کر رہی ہے۔“
 ”تو تو میری بات نہیں مانے گا۔“
 ”چل کہہ دیا کہ نہیں مانیں گے اب بول۔“
 ”ٹھیک..... صحیح ہے..... پھر کام شروع کرتے ہیں۔“

”ہاں یہی تو ہم بھی کہہ رہے ہیں آجا اندر آجا..... دیکھ لینا بھیم چند مردوں کا مرنے
 نکلے تو بات ہی کیا..... بھیم چند شیطانی نگاہوں سے مہر النساء کو دیکھتا رہا..... مہر النساء کچھ
 سوچتی رہی پھر بولی۔“

”اچھا ٹھیک ہے بھیم چند تین دن دے رہی ہوں تجھے..... صرف تین دن..... نہ
 دن اور تین راتیں اور اگر چوتھے دن کی صبح تو یہاں نظر آیا تو پھر اسی شمشان گھاٹ میں لوگ
 تیری راکھ تلاش کرتے پھریں گے۔“

”ارے بس..... بھاگی میدان چھوڑ کر..... ابھی غصہ نہیں آیا ہے ہمیں..... ابھی
 ہمیں اپنا کام کرنا ہے..... چل آجا..... آجا مان لے ہماری بات وہ بولا اور مہر النساء کی آنکھوں
 سے شرارے نکلنے لگے۔“

”تو..... تو انسان نہیں بنے گا..... جواب میں وہ ہنس پڑا پھر بولا۔“
 ”اچھے انسان نہیں گے ہم تو کہہ جیون بھر تجھے یاد رہیں گے..... جانے کا نام نہیں۔“

گی تو یہاں سے..... پر تو ہے کیا بلا یہ سمجھ نہیں آیا ہمیں،“ خیر ساری باتیں بعد میں سمجھ لیں
 گے..... اب دوپہر کا وقت ہے تو نے یہاں آکر خام خواہ ہمیں پریشان کر دیا، یا تو اندر آجا، یا
 پھر باہر بھاگ جا، جادو فوج ہو جا۔“

”جو وقت میں نے تجھے دیا ہے اس میں یہاں سے نکل جانا..... میں جا رہی ہوں.....
 مہر النساء نے کہا اور واپس مڑی، لیکن ابھی اس نے دو قدم ہی آگے بڑھائے تھے کہ اچانک
 اسے گہرا گڑھا نظر آیا..... یہ گڑھا پہلے یہاں موجود نہیں تھا..... ابھی تو اس راستے سے گزر کر
 یہاں آئی تھی..... نکاتیں دوڑائیں..... گڑھے کی چوڑھائی کوئی آٹھ فٹ کے
 قریب تھی لیکن یہ گڑھا یہاں کہاں سے نمودار ہو گیا..... اسے حیرت ہوئی لیکن پھر اس نے
 ”بسم اللہ“ کہا اور ایک لمبی چھلانگ لگا دی..... کوئی چند ہی قدم آگے بڑھی ہوگی کہ پھر ویسا ہی
 ایک گڑھا نظر آیا اور وہ حیرانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگی..... یہ گڑھا پہلے گڑھے سے بھی تقریباً
 چار فٹ زیادہ چوڑا تھا..... آنحضرتؐ نے لمبی چھلانگ تو مہر النساء نے لگا ڈالی تھی، لیکن اب اسے
 یہ احساس ہو رہا تھا کہ یہ تو کافی چوڑا گڑھا ہے..... ایک بار پھر اس نے سوچا کہ ”بسم اللہ“ کہہ
 کر اس گڑھے کو بھی چھلانگ لگا کر عبور کر جائے لیکن ایک عورت ہونے کی حیثیت سے یہ
 سب بڑا عجیب محسوس ہو رہا تھا..... اچانک ہی اس کے دل میں ایک تصور ابھرا..... یہ کالی
 طاقت کی قوتیں ہیں اور اگر ان کے مقابلے میں پھر اسی انداز میں آیا جائے تو کامیابی یقینی
 ہو جائے گی..... اس نے ”بسم اللہ“ کہہ کر ”درو شریف“ پڑھا اور آنکھیں بند کر کے آگے
 قدم بڑھا دیئے..... غلاء پر چلنے کا انداز بڑا عجیب تھا..... وہ اس گڑھے کے اوپر چلتی ہوئی آگے
 بڑھ گئی..... اندازے سے تقریباً کافی آگے بڑھ گئی تو اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا وہ گڑھا
 عبور کر چکی تھی..... اس نے پیچھے مڑ کر اس گڑھے کو دیکھا لیکن گڑھا پیچھے نہیں آگے تھا اور
 پہلے سے بھی زیادہ چوڑا تھا، اب اسے اندازہ ہو گیا کہ بھیم چند اپنی حرکتیں کر رہا ہے..... یہ
 گڑھے اس کا راستہ روکنے کے لئے تھے لیکن اب اسے اعتماد ہو گیا تھا، چنانچہ وہ آگے بڑھتی
 رہی اور گڑھا عبور کرتی رہی..... تھوڑی دیر کے بعد وہ اس جگہ سے کافی آگے نکل آئی، پھر

اسے کوئی گڑھا نظر نہیں آیا..... البتہ اب وہ ان کھنڈرات کے قریب تھی جو دھوپ میں
کریا ہو چکے تھے..... غالباً شبنم کی نمی اور دھوپ کی تیزی نے انہیں یہ رنگ بخشا تھا اس پر
چاہا کہ ان کھنڈرات میں داخل ہو کر تھوڑی دیر سکون کی سانس لے..... ڈر اور خوف
تصور اس کے ذہن سے نکل چکا تھا..... وہ ایک ٹوٹے کھنڈروں میں داخل ہو گئی، لیکن
سے یہ کھنڈر بہت شاندار تھا وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آگے بڑھی اور ایک ٹوٹے ستون پر
پاس کھڑی ہو گئی..... موسم کی ٹھنڈک بڑی خوشگوار محسوس ہو رہی تھی، اچانک ہی اسے
سر سر اہٹوں کی آوازیں سنائی دیں اور پھر جو چیز اس کے سامنے آئی وہ بڑی عجیب و غریب
تھی..... وہ انسان نما جانور تھا یا جانور نما انسان..... سر پر سینگ اگے ہوئے تھے..... زبان کا
آدھا ٹکڑا باہر نکلی ہوئی تھی..... ہونٹ سرخ تھے جیسے خون پی کر آیا ہو..... اس کے بدن پر
مچھلیاں ترپ رہی تھیں..... بڑا تندرست و توانا تھا..... حلیہ بہت ہی عجیب چند لمحوں کے
وہ آگے بڑھا..... ہاتھ اوپر کیا..... سر سے سینگ اتار کر ایک طرف پھینک دیئے.....
ایک مکروہ صورت آدمی اس کے سامنے کھڑا تھا اس نے ہنستے ہوئے کہا۔
”ہریا ہے ہمارا نام..... ہری ہری کیسی ہے تو..... کیسے آگئی یہاں..... بڑی عجیب
کیفیت تھی..... مہر النساء سمجھ گئی کہ یہ وہ دوسرا آدمی ہے جس کے بارے میں کرم چند نے
بتایا تھا..... ہریا ہنستا ہوا دو قدم پیچھے ہٹا اور بولا۔
”کون ہے ری تو اور یہاں کیا کر رہی ہے؟“ چل چھوڑ ان باتوں کو..... مہمان
ہماری..... آبیٹھ تیری کچھ خاطر مدارت کریں۔
”تو ہریا ہے نا۔“
”ہاں مگر تو کون ہے؟“

”ابھی تک تو میں تیری دشمن نہیں ہوں..... اگر تو میری بات مان لے تو۔“
”لے آئی تو بات منوانے کے لئے ارے کالا علم وہ کرتا ہے جو سامنے ہے نا۔“
اس کتیا کے پلے کا بھیم چند..... ہم کالا پیلا علم نہیں کرتے..... ارے ہم تو بس پریم

پرنیم کے مارے یہاں پڑے ہوئے ہیں ویسے ایک بات کہیں..... سندر تو بھی
ہے..... آج سندر مہمان کو کون مہمان بنانا پسند نہیں کرے گا..... چل آجا۔“
”ہوں ہریا..... میں تیرے پاس ایک کام سے آئی ہوں..... ایسا کر۔“
”ہاں..... ہاں..... جو کام کہے گی مان لیں گے..... آج اندر تو آ..... وہ واپسی
کے لئے مڑ گیا..... مہر النساء نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر اس کے ساتھ اندر داخل
ہو گئی..... اندر ایک جگہ بالکل درست حالت میں تھی..... کچھ پتھر وہاں پڑے ہوئے
تھے..... جگہ بڑی ٹھنڈی تھی..... باہر کی چلچلاتی دھوپ میں یہ حصہ بالکل ایئر کنڈیشنڈ محسوس
ہو رہا تھا..... ہریا نے ایک پتھر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
”بیٹھ جا..... مہر النساء بیٹھ گئی..... ہریا اس سے کچھ فاصلے پر ایک پتھر پر بیٹھ گیا پھر بولا۔“
”چل بڑی عجیب بات ہے..... ہم لوگ تو بدنام ہیں کالی شکتی، والے کہلاتے ہیں..... پر
ایک سندر ناری اس طرح یہاں آجائے..... یہ بڑے تعجب کی بات ہے چل بول کیسے آنا ہوا۔“
”تجھ سے ایک بات کرنا چاہتی ہوں؟“
”تو کر..... ہم کب منع کر رہے ہیں۔“
”ہریا تو کرم چند کی بیٹی کمری کا چچھا چھوڑ دے“
”ایں..... تیرا اس سے کیا واسطہ ہے؟“
”کچھ نہیں بس وہ ایک انسان ہے۔“
”بس یا کچھ اور۔“
”بس اتنا ہی ہے؟“

”انسان تو میں بھی ہوں ری، اگر بات صرف انسانیت کی ہے تو بتا مجھے..... میں کیا برا
کر رہا ہوں۔“

”تو کیا چاہتا ہے ہریا..... تو اچھا خاصا ہے..... جو کچھ میں نے تیرے بارے میں سنا ہے
اس سے پتہ چلتا ہے کہ تو نے گندے علم کا کاروبار کر رکھا ہے اور لوگوں کو تجھ سے نقصان

پہنچتا ہے۔“

”میں نے گندے علم کا کاروبار نہیں کر رکھا۔ کرم چند جی مہاراج نے مجھے گندے علم کے مالک کے مقابلے کے لئے بلایا تھا میں نے کہا بھائی چلو..... اٹھا بیچ کر لیں۔ پر اس کا صلہ کیا ملے گا ہمیں..... وہ ہنس پڑا پھر بولا۔“

”اور یہ سن کر دوڑ پڑے مہاراج کرم چند..... ہم پر..... ارے ہمارے بارے میں انہی لوگوں سے پوچھ لے جواب انہیں اٹنی سیدھی سمجھا رہے ہیں، مگر چھوڑو تمہیں کیا ہمیں بتاؤ ہمارے پاس کیسے آئی ہو..... ہیں ہمارا تو تم سے کوئی جھگڑا نہیں ہے..... پر ایک ناری اگر کسی کے پاس آجائے تو انسان کا من تو من ہی ہے نا بھٹک جاتا ہے چلو خیر ہمارے آدمی نہیں ہیں..... کرن کماری کو پریم کرتے ہیں، اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بیچ میں ٹانگ نہ اڑاؤ تو تمہاری مہربانی ہوگی..... دعائیں دیں گے تمہیں۔“

”میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ تو کرن کا پیچھا چھوڑ دے باقی یہاں تو جو کچھ کر رہا اس سے مجھے کوئی سروکار (مطلب) نہیں ہے۔ مہر النساء بولی..... پھر وہ ہنسنے لگا اور بولا۔“

”واہ ری طوطے کی گھر والی..... جو پڑھایا گیا ہے وہی بول رہی ہے..... ہم یہ کہتے ہیں کرم چند نے آخر تجھے ہمارے پاس کیوں بھیجا ہے..... رشوت کے طور پر بھیجا ہے تو رشوت بڑی سندر ہے، پر ہم نے ایک قسم کھائی ہے وہ یہ کہ حاصل کریں تو صرف کرن کماری کو اور اس سے تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کرن ہمارے ہاتھ میں نہ آجائے۔“

”نہیں بھیا..... اچھا ایک بات بتا..... کیا کرن کماری سے پریم کرتا ہے؟“

”بڑا پریم کرتے ہیں..... دیکھا تو ہو گا تو نے اسے..... اری اگر پریم نہ کرتے تو گرم دوپہر میں تیرے ٹھنڈے اور میٹھے شریر سے مزے نہ اڑاتے..... دیکھ لے..... آدمی ہیں ہم.....؟ ہم نے..... بس یوں سمجھ لے کہ اپنے آپ کو کرن کماری کے وقف کر دیا ہے۔“

”نہیں..... مگر وہ تو تجھے نہیں چاہتی۔“

”تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے.....؟ عمر تو تیری بھی زیادہ نہیں ہے..... اچھا یہ بتا..... تیرے من میں کسی کے لئے پریم ہے۔“

”چھوڑاں باتوں کو..... تو کرن سے پریم کرتا ہے۔“

”پکا پریم۔“

”مگر تو نہایت بے غیرت عاشق ہے“ مہر النساء نے کہا اور وہ چونک پڑا۔

”وہ کیوں؟“

”اس لئے کہ تیری کرن کا ایک اور دعویدار تجھ سے کچھ فاصلے پر پڑا ہوا ہے اور وہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ کرن کو حاصل کر کے چھوڑے گا“ مہر النساء نے محسوس کیا کہ اس کے ان الفاظ نے ہریا کے چہرے کو سنجیدہ کر دیا..... کچھ لمحے وہ سوچتا رہا پھر اس نے غمازی ہوئی آواز میں کہا۔

”وہ کرن کے چرنوں کی دھول بھی نہ پاسکے گا..... اس کے پاس ہے کیا..... تھوڑے بہت جادو منتر سیکھ لئے ہیں اس نے اور یہی اس کا گیان ہے..... میں جب چاہوں گا اس کی گردن مروڑ کر پھینک دوں گا۔“

”مشکل ہے ہریا..... مشکل ہے..... میں ابھی اس کے پاس بھی گئی تھی اور میں نے دیکھا کہ وہ بہت اچھی قوتیں رکھتا ہے..... ہریا! مشکل نظر آتا ہے اگر تو ایسا کر سکتا تو اب تک کر ڈالتا“ ہریا ایک لمحے تک غصے سے کھولتا رہا اور اس کے بعد مہر النساء کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

”چکر چلا رہی ہے..... صورت دیکھو..... من موہنی..... اور گن دیکھو چالاکی سے مجھے ہوئے ہیں اری..... تجھے کیا یہ ہمارا آپس کا جھگڑا ہے..... ہم آپس ہی میں نمٹ لیں گے..... جہاں تک معاملہ رہا..... بھیما کا..... تو وہ کتیا کا پلا..... ہمارے راستے کیا روکے گا.....؟ ہم جب چاہیں اسے ٹھکانے لگا سکتے ہیں..... مہر النساء نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بولی۔

”برہہ آدمی جو دنیا میں کچھ نہیں کر سکتا..... ایسے ہی بڑے بڑے دعویٰ کرتا ہے۔“

چل ٹھیک ہے..... مجھے کیا..... میں تو بس اپنے ہی کام سے ادھر آنکلی تھی۔“
 ”مگر ایک بات کہیں جی..... اصلی بات بتا تو ہے کون.....؟ اتنا تو ہم بھی جانتے ہیں..... بس..... کیا کریں؟ سو گند کھائی ہے ہم نے..... کہ اگر اپنی عورت بنائیں گے ایک لڑکی اتنی دلیر نہیں ہو سکتی..... تیرا گیان دھیان بھی کچھ اور ہی ہے..... کسی چکر مر تو صرف کرن کماری کو بنائیں گے..... اس لئے ہم نے تجھ سے کوئی بری بات نہیں کی..... آتی ہے ہمیں۔“

مشورہ دیتے ہیں کہ تو کرن کماری کے جھگڑے میں نہ پڑ۔
 ”میرا چکر تو بس اتنا سا ہے..... ہریا! کہ تم دونوں بیچارے کرم چند کو پریشان کر رہے ہو..... کرم چند..... میرے چاچا کا دوست ہے..... میرے چاچا کو شاید تم لوگ جانتے ہو.....“
 ”تو سن رہی ہے نا جو ہم تجھے کہہ رہے ہیں..... تو ایسا کر کہ خود اپنا حساب بھیمہ سے رحیم الدین ہے ان کا نام..... ان کے ہاں آئی تھی تو کرم چند سے ملاقات ہو گئی..... میں کر لینا..... سمجھیں..... جا بھیمہ کو مار دے..... ہم کچھ نہیں کہیں گے اور تو..... مگر چھوڑ ان تمہارے جادو منٹروں کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے اور میرے پاس تمہارے جادو منتر ہاتھوں کو..... بس..... چلی جا یہاں سے..... اچھا نہیں ہوگا..... چلی جا..... جو ہوگا اپنی کا توڑ بھی ہے..... کیا سمجھے.....؟ میں تو تمہیں سمجھا رہی ہوں کہ کرن کماری کو چھوڑو..... آنکھوں سے دیکھ لینا..... معلوم کر لینا اور پھر مہر النساء نے اسے وہاں سے واپس جاتے ہوئے اگر میں نے تمہارے خلاف کام شروع کیا تو پھر تمہارے لئے کہیں کوئی ٹھکانہ نہیں رہے..... دیکھا تھا..... وہ چلا گیا لیکن مہر النساء کافی دیر تک وہاں کھڑی اس ماحول کا جائزہ لیتی رہی ہوں..... تو یہ معاملہ ہے..... کرم چند نے یہ چکر چلایا ہے، مگر تو ایک بات سن..... تھی..... اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی کوششیں کارگر رہی ہیں..... پھر جب وہ وہاں سے ہم سے جھگڑا مت کر..... ہم نے بڑے دکھ اٹھائے ہیں..... ہم تجھ سے جھگڑا..... واپس چلی تو دل ہی دل میں مسکرا رہی تھی..... اب تک یہ دونوں سوئے ہوئے تھے اور کرن نہیں چاہتے، جہاں تک معاملہ اس حرام کے پلے کا ہے تو لگتا ہے کہ بات اب بڑھ گئی ہے..... جی کو پریشان کر رہے تھے، لیکن اب مہر النساء نے ان دونوں کے درمیان چلوادی تھی اور کرم چند اپنی ضد میں اپنی بیٹی کو نقصان پہنچا دے گا..... اس لئے پہلے ہم بھیمہ کو ٹھکانے لگا..... اسے خوشی تھی کہ اب اس جنگ کا نتیجہ ان میں سے کم از کم ایک کے کم ہو جانے پر نکلے گا اور دیتے ہیں تو دیکھنا چاہے تورات کو آجانا اور اگر رات کو ادھر آنے کی ہمت نہ پڑے تو کل..... اس کے بعد دوسرے کے سلسلے میں بعد میں غور کیا جاسکتا تھا۔“



اس کا استھان دیکھ لینا..... بھیمہ تجھے کل وہاں نہیں ملے گی..... مہر النساء کو اندازہ ہو گیا تھا.....
 اس کا تیر نشانے پر لگا ہے، چنانچہ وہ ہنس کر بولی۔
 ”اگر تو ایسا کر سکتا تو اب تک کر چکا ہوتا..... ہریا! میں دعویٰ سے کہتی ہوں کہ تو.....
 سے ڈرتا ہے۔“

”اس کے بعد تو اس طرف مت آنا..... ہاتھ جوڑ کر بنتی کرتے ہیں تجھ سے.....
 جوڑ کر بنتی کرتے ہیں..... عورت ذات ہے..... اگر تجھے مار بھی دیا ہم نے تو ہمیں خوشی نہ ہوگی..... چلی جا یہاں سے..... رحیم الدین کے ہاں آئی ہے..... ادھر ہی رہ..... عورت.....

بس..... یوں سمجھ لیجئے آپ کی بستی دیکھنے نکل گئی تھی..... یہ جائزہ لینے نکل گئی تھی کہ اس بستی میں شیطانوں نے کیا قبضہ جمار کھا ہے۔“

”وہ تو سب ٹھیک ہے بیٹی! لیکن اللہ نہ کرے..... تمہیں کوئی پریشانی ہو جاتی تو۔“

”آپ کی دعائیں جو میرے ساتھ ہیں رحیم الدین چچا۔“

”بیٹی..... یہ مت سمجھنا کہ تمہارا کوئی سر پرست موجود نہیں ہے، جو چاہو گی کر لو

گی..... میں..... بڑی بات ہے یہ..... چلو آؤ اندر آؤ..... یہی کیفیت عارفہ چچی کی تھی.....

انہوں نے بھی مہر النساء کو ایک دم برا بھلا کہنا شروع کر دیا تھا، لیکن رحیم الدین سخت لہجے میں بولے۔

”مہر النساء بی بی..... سچی بات یہ ہے کہ تمہارے لئے دل میں ایسا ہی پیار پیدا ہو گیا

ہے..... لگتا ہے کہ اپنی ہی بچی باہر نکل گئی ہو..... سچ جانو..... اگر یوں میری بیٹی باہر نکل گئی

ہوتی تو اس کو بھی ہم ایسا ہی ڈانٹتے۔“

”آپ..... خدا کے لئے آپ..... باقی الفاظ نہ کہیں..... آپ ان الفاظ اور لہجے کی

قیمت نہیں جانتے..... خوش نصیبوں کو یہ ڈانٹ ملتی ہے..... مجھ سے میری یہ خوش بختی نہ

چھینے..... آپ نے مجھے سسلی کا درجہ دیا ہے..... اس لئے آپ میرے اور چچی کے درمیان

نہ آئے۔“

”ٹھیک ہے..... ہمیں تو دوستی میں تمہاری سر پرستی کے لئے منتخب کیا گیا تھا..... اب

تم ہمیں اتنا بڑا درجہ دے رہی ہو تو ہم یہی کہیں گے کہ اللہ تمہیں اس سے ہزاروں بڑا درجہ

دے، جو تمہیں مل چکا ہے..... بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں مہر النساء کو بہت

محبت ملی تھی“ سسلی نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”چلئے..... اب آپ غسل کر لیجئے اور چہرے پر جو دھوپ کی چادر پھیل گئی ہے نا.....

اسے ذرا رگڑ رگڑ کر صاف کیجئے..... چاند میں داغ نہیں لگنا چاہئے..... میں چائے تیار کر کے

لائی ہوں“ سسلی نے کہا اور مہر النساء خاموشی سے اندر چل پڑی..... رحیم الدین چچا سر

رحیم الدین پریشان تھا..... مہر النساء کی کشدگی اس کے لئے حیرانی کا باعث

پھر جب اس نے مہر النساء کو دیکھا تو دوڑ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

”بیٹیا..... کہاں چلی گئی تھی تم؟۔“

”بس..... رحیم الدین چچا..... آوارہ گردی کرنے نکلی تھی۔“

”ارے بیٹیا..... ساری باتیں اپنی جگہ..... اللہ نے تمہیں بہت کچھ دے دیا ہے

بات تو یہ ہے کہ ہم بڑے حیران ہیں..... تمہاری چچی سے بات ہو رہی تھی.....

رہی تھی کہ صورت شکل کی چاند جیسی بچی ہے اور پڑ گئی ہے ان وحشیانہ چکروں میں.....

نہیں..... کس ماں کی لعل ہے..... کیا واقعات پیش آئے ہیں اس کے ساتھ؟.....

بدر نکل آئی ہے..... لڑکی ذات کو کبھی ایسا تو نہیں دیکھا تھا..... جو گن ہے کہ بخار

کچھ بھی ہے..... پر لگتی ایسی ہے جیسے انتہائی شریف گھرانے سے تعلق ہو..... بیٹی.....

بہت برا ہے..... اللہ تمہارا محافظ ہو..... علم و عمل بے شک انسان کو بہت بلند کر دیتا

لیکن بیٹی! دنیا کو تو قبول کرنا ہی ہوتا ہے اور دنیا بڑی بری جگہ ہے..... ذرا چہرہ دیکھو.....

دھوپ سے کالا پڑ گیا ہے..... دھوپ میں تمہیں باہر نہیں نکلنا چاہئے تھا..... لو لگ

بیٹا پڑ جاتی تو کیا ہوتا.....؟ مہر النساء ہنسنے لگی پھر بولی۔

”چچا..... بہت عرصے بعد محبت بھرے الفاظ سنے ہیں..... یہ میں نے..... کبھی

ابو میری کسی غلطی پر مجھ سے ناراض ہوا کرتے تھے..... آج ان کی یاد تازہ ہو گئی

کھجاتے رہ گئے تھے..... بہر حال، مہر النساء غسل کرتے ہوئے ان دونوں مردانہ بارے میں سوچ رہی تھی..... ویسے اسے ہریا کا کردار بڑا عجیب سا محسوس ہو رہا تھا لگتا تھا جیسے ہریا کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو..... کرن کماری کے سلسلے میں جبکہ بھیم چتر نسبتاً خاصاً غلط نظر آتا تھا..... پھر شام ہو گئی..... دن بھر کی لو اور تپش کے بعد بڑی ٹھنڈی تھی..... چائے وغیرہ پی لی گئی..... سات بجے کے قریب رحیم الدین مہر النساء کے پاس آگئے اور بولے۔

”کھنڈرات کے علاقے میں گئی تھی..... مہر النساء بی بی۔“
”بی بی!..... اور رات کو بھی ادھر جانا ہے۔“

”ما..... مگر کیوں.....؟“ رحیم الدین چچا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

”کام ہے رحیم الدین چچا“ رحیم الدین چچا سر کھجانے لگے تھے..... کچھ لمحوں کے کھڑے رہے..... پھر آہستہ سے بولے۔

”میں بڑا پریشان ہو گیا ہوں..... بی بی! بڑی الجھن میں پھنس گیا ہوں۔“
”کیوں چچا۔“

”تمہاری وہ عزت و احترام نہیں ہو رہی جو ہونی چاہئے..... اس گھر کے لوگ سادھے اور بے وقوف ہیں..... تم سے اس قدر بے تکلف ہو گئے ہیں کہ مجھے خوف ہے..... بی بی! اصل میں تمہارا تعارف ہی اس انداز میں ہوا ہے کہ وہ تمہیں سمجھ نہیں پاتے۔ پھر تمہاری عمر بھی ان کے لگ بھگ ہے اور پھر میں خود..... بھلا یہ باتیں پوچھنے کی ہیں۔ پوچھ رہا ہوں“ مہر النساء ہنسنے لگی پھر بولی۔

”آپ خود یہ ساری بات سوچ رہے ہیں..... رحیم چچا! جبکہ میں آپ کو بتا چکی ہوں..... میں کچھ بھی نہیں ہوں، ان لوگوں کی بے تکلفی مجھے اپنے گھر کا ماحول یاد دلاتی ہے.....“
”جیسے..... میں بھی بھائی بہن اور ماں باپ والی ہوں۔“

”وہ بولگ کہاں ہیں..... بی بی!“ رحیم الدین چچا نے بے اختیار پوچھا۔

”بس..... مجھ سے وہ گھر چھن گیا ہے..... میں نہیں جانتی کہ وہ اب کہاں ہے.....؟“ مہر النساء نے جواب دیا اور رحیم الدین چچا خاموش ہو گئے..... تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ پھر بولے۔
”تو کماریات کو تم ان کھنڈرات میں دوبارہ جاؤ گی۔“
”ہاں..... شاید میرے کام کی ابتداء ہو جائے۔“

”ابتداء۔“

”ہاں۔“

”کیسی ابتداء.....؟“ وہ بولے اور مہر النساء انہیں ترچھی نگاہوں سے دیکھنے لگی تو انہوں نے جلدی سے کہا۔

”میرا مطلب کچھ نہیں..... بی بی! بس میں تو صرف اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ تو نہیں ہے۔“

”نہیں..... رحیم الدین چچا! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”بی بی!..... اللہ کے نام پر کہتا ہوں کہ اپنا خیال رکھنا۔“

”آپ اطمینان رکھیں“ مہر النساء نے ادب سے جواب دیا..... وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ کیا سادھے اور بے وقوف ہیں..... تم سے اس قدر بے تکلف ہو گئے ہیں کہ مجھے خوف ہے..... بی بی! اصل میں تمہارا تعارف ہی اس انداز میں ہوا ہے کہ وہ تمہیں سمجھ نہیں پاتے۔ پھر تمہاری عمر بھی ان کے لگ بھگ ہے اور پھر میں خود..... بھلا یہ باتیں پوچھنے کی ہیں۔ پوچھ رہا ہوں“ مہر النساء ہنسنے لگی پھر بولی۔
”آپ خود یہ ساری بات سوچ رہے ہیں..... رحیم چچا! جبکہ میں آپ کو بتا چکی ہوں..... میں کچھ بھی نہیں ہوں، ان لوگوں کی بے تکلفی مجھے اپنے گھر کا ماحول یاد دلاتی ہے.....“
”جیسے..... میں بھی بھائی بہن اور ماں باپ والی ہوں۔“
”وہ بولگ کہاں ہیں..... بی بی!“ رحیم الدین چچا نے بے اختیار پوچھا۔

نہیں بلکہ دُور کسی اور طرف سے ہلائی جا رہی تھی..... وہ تو صرف ایک ذریعہ تھی اور یہ..... بوجی ہوگی..... یا ممکن ہے کہ اس وقت تک ہو بھی چکی ہو..... سامنے درختوں کا عمل کے مطابق سوچ رہا تھا اور عمل جاری تھا..... پھر رات کو جب عشاء کا وقت ختم ہوا..... نظر آ رہا تھا اور اس کے دوسری طرف بھیم چند کا ڈیرہ تھا..... وہ ایک درخت کے پیچھے کھانا کھا لیا گیا تو مہر النساء تیار ہو گئی، اسے اندازہ تھا کہ رات کو کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا..... جزوی ہو گئی..... اچانک ہی سر سر اہٹ سنائی دی اور مہر النساء چونک کر آنکھیں پھاڑنے لگی، بو آئی تھی وہ ایک دم سے بڑھ رہا ہوگا اور اس اندازے سے وہ خوش بھی تھی کہ کام کا آواز دوبارہ نہیں سنائی دی تھی..... ہو سکتا ہے کہ کوئی گیدڑ یا دوسرا جانور ہو..... پھر ہوا جو ذمہ داریاں اس کے سپرد ہو گئی تھیں..... ان کی تکمیل تو کرنی ہی چاہئے تھی، چاہک ہی درخت کے دوسری طرف روشنی سی نظر آئی اور وہ ادھر دیکھنے لگی..... روشنی انتہائی خاموشی سے وہ گھر سے باہر نکل آئی اور جانے پہچانے راستے طے کرنے لگی فرس تھی..... چند لمحات وہ اسے دیکھتی رہی اور پھر درختوں کے عقب سے باہر نکل چھوٹے قصبے اور دیہات سورج چھپنے کے ساتھ ساتھ ہی تاریک ہو جاتے ہیں..... بانی..... اس نے ایک روشن مشعل دیکھی، لیکن اس سے شعلے نہیں نکل رہے تھے..... غور کیفیت یہاں کی تھی، حالانکہ پہلے پہر کا آغاز ہی ہوا تھا، مگر گلیاں بازار اس طرح سنبھلے دیکھنے پر اندازہ ہوا کہ انسانی کھوپڑی ہے جو ایک لکڑی میں اڑوسی ہوئی ہے..... روشنی اسی پڑے ہوئے ہیں جیسے آدھی رات گزر گئی ہو..... وہ چلتی رہی اور فاصلے کم ہوتے گئے کھوپڑی سے بھٹ رہی تھی اور لکڑی کی یہی مشعل متحرک تھی..... روشنی کے نیچے یہ معمہ سڑکوں پر کتوں کا راج تھا..... بھونک رہے تھے لڑ رہے تھے..... وہ ان سے بچتی بچائی آئی مل ہو گیا..... مشعل کسی انسان کے ہاتھ میں تھی اور اس ویران اور بھیانک علاقہ میں وہ بڑھ رہی تھی..... آبادی کی روشنیاں پیچھے رہ گئیں اور اس کی رفتار تیز ہو گئی..... رات سناں بھیم چند کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا.....؟ لیکن بھیم چند اس وقت بہت مختلف نظر آ رہا پر اسرار سنسان ماحول میں بڑے سے بڑا جگر والا کوئی نوجوان ایک خوبصورت لڑکی کو..... اس کے گلے میں کھوپڑیوں کے ہار پڑے ہوئے تھے..... ان کھوپڑیوں کی آنکھوں کے طرح بڑھتے ہوئے دیکھ لیتا تو اس کی اپنی حالت بھی خراب ہو جاتی..... ایسے سنسان..... وہ بھی روشن تھے..... وہ مشعل اونچی کئے مہر النساء کی جانب بڑھ رہا تھا..... مہر النساء نے ویران ماحول میں نظر آنے والے خوفناک راستوں پر تو مرد بھی نظر نہیں آ سکتے تھے، بڑا جگر اس کا مطلب ہے کہ اسے اس کی آمد کا علم ہو گیا ہے، چنانچہ اس نے اپنے آپ کو مہر النساء عماد الدین کی بیٹی تھی اور عماد الدین نے اسے جن علوم سے آراستہ کیا تھا وہ بے شمار..... مناسب نہیں سمجھا اور آہستہ آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی بھیم چند کے سامنے تھے..... اللہ کے نام کے ہر لفظ میں تاثیر ہوتی ہے..... ڈرنے والے اگر صرف خوف..... بھیم چند نے ہاتھ سیدھا کیا اور مشعل کے نچلے حصے کو درخت کے نچلے تنے میں زور رکھیں تو باقی خوف ان کے راستوں میں بچھ جاتے ہیں..... وہ جگہ بھی آگئی جہاں اس نے..... درخت کا ٹھوس اور مضبوط تنایا نہیں تھا کہ کسی کی معمولی ضرب سے اس میں بھیانک جوڑے کو دیکھا تھا یعنی بے سر کا آدمی اور چھن چھناتی کھنکھرو بجائی چڑیل..... لیکن مشعل کوئی آدھ فٹ کے قریب درخت میں پیوست ہو گئی..... بھیم اب وہاں بھی کوئی موجود نہیں تھا..... پھر وہ اس دوراہے پر پہنچ گئی جہاں سے ایک راستہ..... اسے جھوٹا دیا اور آس پاس روشنی پھیل گئی..... پھر وہ غرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

”ارے..... او حرام زادی..... کیوں اپنی جان گنوانے پر تلی ہوئی ہے..... ہمارا صبر کیوں

چند کی طرف جاتا تھا اور دوسرا ہریا کی طرف..... ایسے فیصلہ کرنا تھا کہ کس طرف جائے

اور رخ بھیم چند کی جانب ہو گیا..... دونوں کے بارے میں اسے اندازہ ہو چکا تھا کہ دونوں

سقطی علوم جانتے ہیں..... اگر ہریا کا دعویٰ درست ہے تو ان کے درمیان جاو کی معرکہ آرا

میں رہی ہے..... ہمدرد ہیں ہم ارادے برے ہو گئے تو تیرا کیا ہوگا.....؟ تو نے سوچا.....؟ بار

میں رہی ہے..... یہ ایسی جگہ نہیں ہے..... ہم تو چل تجھے معاف کر دیں گے لیکن تو نہیں

جانتی کہ یہاں کون کون آتا جاتا ہے.....؟ کوئی بھی گردن مروڑ دے گا تیری آ رہی..... جوانی بار گزری ہے کیا..... اری جا..... کسی کے آگے گردن دے دے کٹ کے الگ ہو جائے گی تو جوش ٹھنڈا پڑ جائے گا اور ہر بار یہاں کیوں آمرتی ہے امتحان لینے کے لئے“ الفاظ بہت برے تھے..... لیکن جب انسان کے اندر طاقتوں کا بھر ہے تو برداشت کی قوت بھی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے..... مہر النساء نے زندگی میں مردوں سے مقابلہ نہیں کیا تھا لیکن جو زندگی اسے اب نصیب ہوئی تھی اس میں ہر تجربہ بات بھی شامل تھی، چنانچہ اس نے بھی چند کی بات کا برانہ مانا اور مسکرا کر بولی۔

”بس..... بھیما! دیکھنا چاہتی تھی کہ تم کیا کر رہے ہو.....؟“

”اگر کچھ زیادہ دیکھ لیا تو تے تو زندگی بھر روتی رہے گی..... چھوٹی سی عمر ہے.....“

پینے کے دن ہیں اور پڑ گئی ہے ان چکروں میں دیکھ..... آخری بار کہہ رہا ہوں کہ آئندہ مت آنا۔

”تجھ سے کچھ باتیں کرنا رہ گئی تھیں..... بھیما! سو وہ کرنے چلی آئی۔“

”شکر کرو کالی راتوں کا موسم ہے..... نکلا ہوتا چاند تو مزہ آ جاتا تجھے۔“

”کیوں چاند سے کیا ہوتا“ مہر النساء نے سوال کیا اور بھیما پھر ہنس پڑا۔

”چاندنی راتوں میں یہاں سبھا لگی ہوتی ہے..... پیروں کی..... سارے کے سارے کہانیاں سناتے ہیں..... لڑتے ہیں..... جھگڑتے ہیں، ایک دوسرے کو مارتے ہیں بھنبھوڑتے ہیں اور اگر کوئی بچہ میں آجائے تو اسے بھی چت کر دیتے ہیں۔“

”ارے..... دیارے دیا..... تب تو واقعی اچھا ہوا..... بھیما کہ میں چاندنی راتوں نہ آئی..... اچھا تم ایک بات بتاؤ..... تمہیں پتا ہے..... کہ ہریا کرم چند جی کی بیٹی کرن کاندہ کو حاصل کرنے کے چکر میں ہے..... کیا سمجھ؟“ اور وہ جو کچھ کرنے والا ہے تمہیں اندازہ نہیں ہوگا۔

”آگے بول..... آگے بول۔“

”ہریا..... اگر تمہیں شکست دے کر کرن کماری پر قابو پالے تو کیسا رہے.....؟“

”بڑی انوکھی ہے..... بھی تو..... ارے..... تو جانتی نہیں ہے کہ ہم نے اس سرے کو آزاد کیوں چھوڑ رکھا ہے.....؟ نہ اس نے ہم پر وار کیا نہ ہم نے اس پر..... ہم انتظار کر رہے ہیں کہ ہریا کرن کماری کی طرف ہاتھ بڑھائے اور جب کرم چند جی کا ناک میں دم آجائے تو آخر میں وہ دوڑیں..... اپنے بستی کے سب سے بڑے مہمان سادھو..... بھیم چند کی طرف اور ہم کہیں کہ ٹھیک ہے بھائی..... کرن ہمیں دے دوسارے کام ہی ٹھیک کر لیں گے..... اگر ہم نے پہلے ہی سے ہریا کو کوئی نقصان پہنچا دیا تو پھر بھلا..... کرم چند جی کو کیا پڑی ہے..... کہ ہماری بات مانیں..... انتظار کر رہے ہیں ہم جب تک یہ ہمیں نہیں چھیڑتا..... ہم بھی اسے نہیں چھیڑیں گے۔“

”اور اگر ہریا کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ تمہارا ارادہ کیا ہے.....؟ تو کیا تمہیں چھوڑ دے گا..... مہر النساء نے پوچھا۔

”یہ تو بعد کی باتیں ہیں..... جھگڑا تو ہو گا ہمارا اس سے..... کیونکہ ہم دونوں ایک ہی پیر کھانا چاہتے ہیں..... تمہیں اندازہ نہیں ہو گا اس لئے کہ تم خود بھی ایک لڑکی ہو..... اگر تم نے کرن کماری کو دیکھا ہے تو تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ چاند اور سورج کی کرن بھی اتنی سندر نہیں ہوتی جتنی سندر وہ ہے..... اب ہم انتظار کر رہے ہیں..... سے خود فیصلہ کر دے گا..... ہم یہ چاہتے ہیں کہ بچہ کی جگہ خالی رہے..... ہریا خود ہماری طرف بڑھے تو ہم اسے سنبھالیں..... اچانک ہی فضا میں ایک عجیب سی آواز ابھری اور مہر النساء چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگی، لیکن ایک لمحے کے اندر اسے اندازہ ہو گیا کہ یہ آوازیں بھیم چند کے گلے میں پڑی کھوپڑیوں میں سے آرہی ہیں..... مکھیوں جیسی جھنبھناٹ جو انسانی آوازوں کا روپ اختیار کرتی جا رہی تھی..... یہ کھوپڑیاں کچھ کہہ رہی تھیں..... منمناتی آوازیں..... ہماری آوازیں..... باریک آوازیں..... کسی کھوپڑی کے منہ سے معصوم بچے جیسی آواز نکل رہی تھی تو کوئی نسوانی آواز میں چیخ رہی تھیں..... ان کے الفاظ تو سمجھ میں نہیں آ رہے تھے، لیکن

بھیم چند کے انداز سے پتا چل رہا تھا کہ جیسے اسے کوئی خاص اطلاع ملی ہو..... اچانک ہی وہ اپنے جگہ سے کئی قدم پیچھے ہٹا اور پیچھے چل کر تھوڑے فاصلے پر ایک بڑے سے پتھر پر چڑھ گیا۔ وہ کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا..... مہر النساء کی آنکھیں بھی اس طرف اٹھ گئیں جس طرف بھیمانے نگاہیں جمادی تھیں..... مطلب تاریکی میں مہر النساء نے بھی متحرک ہونے کو دیکھ لیا تھا جو اس سمت آ رہا تھا پھر وہ ہولا اس کی نگاہوں میں روشن ہو گیا..... کالے رنگ کا ایک انتہائی لمبا چوڑا بھینسا تھا اور اس بھینسے کی پشت پر ہریا سوار تھا..... بھینسا اسی سمت بڑھ رہا تھا..... ہریانے اپنے سر پر پردوں کا ایک تاج پہن رکھا تھا، لیکن جو چیز مہر النساء نے اس کے بدن پر دیکھی وہ اس کے بہت سے ہاتھ تھے، جو اس کے جسم پر لگے ہوئے تھے..... ان ہاتھوں میں طرح طرح کے ہتھیار دبے ہوئے تھے..... کسی میں لمبی سی ہڈی..... کسی میں کلہاڑی..... کسی میں نیزہ..... وہ بھینسے کو دوڑاتا اسی سمت آ رہا تھا..... بھیم چند پتھر سے نیچے اتر آیا..... اس نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کئے..... زمین کی طرف چہرہ جھکایا اور چکر سے کاٹنے لگا..... پھر ایک دم سیدھا ہو گیا..... اس کے حلق سے ایک ہولناک چیخ نکلی..... دوبارہ اسی انداز میں چیخا..... پھر اس کا بدن بری طرح کا پٹنے لگا اور ایک لمحے کے بعد دوبارہ ساکت ہو گیا..... اچانک ہی اس کی نظر مہر النساء پر پڑی تو وہ گردن گھما کر بولا۔

”بھاگ جا..... کتیا کی پللی..... یہاں سے بھاگ جا..... اس حرام خور کو مستی آگئی ہے..... لڑنے آ رہا ہے ہم سے..... جا..... تو بھاگ جا یہاں سے..... ارے کیوں آمری ہے ہمارے بچ میں.....؟ جاتی ہے یادوں لات تیرے منہ پر، لیکن لات مہر النساء کے منہ پر مارنے کے بجائے وہ خود درختوں کے پیچھے بھاگ گیا..... مہر النساء اندازہ لگا چکی تھی کہ اسے اس جگہ نہیں ہونا چاہئے، چنانچہ ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے کے بعد وہ اس درخت کے چوڑے تنے کے پیچھے پہنچ گئی جو برگد کا درخت تھا اور بہت دور تک پھیلا ہوا تھا..... بھینسا آہستہ آہستہ قریب آتا جا رہا تھا اور اب وہ رک گیا تھا..... بھیم چند بھی سامنے آگیا، اس نے اپنے دونوں ہاتھ سیدھے کئے ہوئے تھے..... گردن جھکائی ہوئی تھی اور مہر النساء نے جادو کا یہ کھیل بڑی

مستی خیز کیفیت میں اپنی آنکھوں سے دیکھا..... اس نے دیکھا کہ بھیم چند کی آنکھوں سے نیلی شعلیں نکل رہی تھیں..... بالکل سیدھی لکیروں کی طرح وہ زمین پر پڑ رہی تھی اور زمین پر پھلجڑیاں سی پڑ رہی تھیں اور اس نے آہستہ سے کہا۔

”ہمایا بات ہے.....؟ کیسے آیا ہے تو.....؟“

”ہمارا نام ہریا ہے..... تو ہمیں جانتا ہے..... کیا تو نے ہمارے بارے میں معلوم کر لیا ہے..... کہ ہم کون ہیں۔“

”کر لیا تھا پتا تیرے بارے میں..... کالی کے داس..... جب بات کالی کے داسوں کی آجاتی ہے تو من کے سارے پھیر نکال دیئے جاتے ہیں..... کیا سمجھا.....؟ ہم کٹھ کر رہے ہیں اور تو خود ہمارے دوار آیا ہے۔“

”موت آئی ہے تیری..... میں بھیٹ لینے آیا ہوں تیری..... کیا سمجھا؟“

”آسان تو نہیں ہوگا..... کالی کے داس..... کالی کے کھیل کھیلے ہیں۔“

”تو یہ کھیل بھی کالی ہی کا ہے..... دفعتاً ہی ہریا کے ہاتھ سے نیزہ سنسناتا ہوا نکلا اور بھیم کے سینے میں جا لگا..... بھیم کے سینے میں ایک بڑا سوراخ ہو گیا، لیکن مہر النساء نے دوسرا منظر بھی دیکھا..... اس نے اسے سشدر کر دیا..... نیزہ بھیم کے سینے سے نکل کر عقب میں موجود درخت کے تنے میں پھنس گیا..... بھیمانے ایک بھیانک آواز میں قہقہہ لگایا اور بھیانک آواز میں چیخا۔

”المیری سال..... ہریا..... پھر وہ دونوں ہاتھ زمین پر لگا کر ہاتھوں اور پیروں کے بل پٹ کر چکر لگانے لگا..... اس وقت ہریانے اپنے بھینسے کو اس طرف چڑھا دیا..... شاید بھیم کو اس کا احساس نہیں تھا..... وہ خود بھی کوئی جادوئی عمل کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا..... اس نے ہریا کو گواہ کیا کہ اب ہریا اس کو کوئی دوسرا ہتھیار پھینک کر مارے گا اور وہ اس سے بچاؤ کرے گا، مہر النساء نے بڑی چالاکی سے کام لیا تھا اور بھینسا ہی اس پر دوڑا دیا تھا..... نتیجے میں بھیم بھینسے کی پیٹ میں آگیا اور بھینسا اسے روندتا ہوا دوسری طرف نکل گیا..... بھیم زمین پر جا پڑا تھا.....

ہریانے کچھ فاصلے پر جا کر بھینسے کا رخ تبدیل کر لیا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا ہتھیار جو کلبھانڑی شکل میں تھا بھیم پر کھینچ مارا۔ نشانہ سچا تھا کلبھانڑی بھیم کی گردن پر لگا اور بھیم کی گردن کا رخ دور جا پڑی، لیکن دوسرا منظر اور بھی زیادہ سنسنی خیز اور خوفناک تھا۔ اچانک ہی بھیم کی اپنی جگہ سے اٹھا اور تیزی سے ایک سمت دوڑنے لگا۔ سامنے ایک لمبے تنے والا درخت نظر آیا تھا۔ بھیم کا بے سر جسم پھرتی سے درخت کے تنے پر چڑھنے لگا، لیکن ہریانے فوراً بھینسے کو دوڑایا اور اس درخت کے قریب پہنچ گیا۔ پھر اس نے بھیم کے جسم پر ہتھیاروں سے بے شمار وار کئے اور اسے نیچے گرا دیا، لیکن مہر النساء نے ایک اور خوفناک دیکھا جو ہریانے کی نگاہوں سے محفوظ تھا۔ اس نے دیکھا کہ بھیم کا کٹا ہوا سر آہستہ آہستہ مہر النساء کی جانب بڑھ رہا ہے۔ پھر وہ سر تھوڑا سا بلند ہوا اور مہر النساء کے چہرے سامنے کی سیدھ میں آگیا اور اس کے بعد اس کے منہ سے ایک سرگوشی کی آواز نکلی۔

”لڑکی! اپنا شیر مجھے ادھار دے دے۔ وعدہ کرتا ہوں کہ واپس کر دوں گا۔ اس پانی کو نیچا دکھانے کے بعد۔ جلدی کر۔ اپنا شیر مجھے دے دے۔ ہاتھ بڑھا میرے سر کو اپنے سر پر رکھ لے۔ ارے۔ دیر ہو رہی ہے۔ اگر وہ پلٹ پڑا تو ہو جائے گا۔ بھیم چند کا سر آہستہ آہستہ مہر النساء کی جانب بڑھنے لگا اور پھر اس کے مہر النساء کے چہرے میں ایک فٹ کا فاصلہ رہ گیا۔ اچانک ہی مہر النساء نے اپنا دایاں ہاتھ بلند کیا اور ایک زوردار تھپڑ اس کے ہونٹوں پر رسید کر دیا۔ سر بہت دور جا کر گرا تھا۔ اس کے گرنے کی آواز بھی پیدا ہوئی تھی اور ہریانے کی جانب متوجہ ہو گیا تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی مہر النساء کے کانوں میں ایک گٹھی گٹھی سی چیخ ابھری اور عقب میں یوں محسوس جیسے کوئی چیز گری ہو۔ مہر النساء نے خوفزدہ انداز میں پیچھے پلٹ کر دیکھا لیکن کوئی بات میں نہیں آئی۔ دوسری طرف بھیم چند کے سر کو ہریانے اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور اس کے بعد اسے نیزے میں پرو کر اپنے کندھے پر لاد لیا۔ اس کے مختلف ہاتھ اپنے ہتھیاروں بھیم چند کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر چکے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے ہریانے کو مہر النساء کی

موجودگی کا علم نہ ہو۔ اس نے اپنا کام سرانجام دیا۔ بھیم چند کا سر اپنے نیزے میں سنبھالا اور بھینسے کا رخ تبدیل کر دیا۔ بھینسا اسی جانب دوڑ پڑا جہاں ہر سے آیا تھا۔ مہر النساء سنسنی خیز گاہوں سے بھینسے کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی اور اس کے وجود میں کپکپاہٹیں ابھر رہی تھیں۔ دماغ سن ہو گیا تھا۔ اگر دماغ کام کرتا ہوتا تو شاید وہ اس وقت بے ہوش ہو جانے کو دنیا کے ہر کام پر ترجیح دیتی، لیکن اس کے اندر بھی نجانے کون سی قوتیں تھیں جو اس کو ہلاک نظارے کو ہوش و حواس کے ساتھ برداشت کئے ہوئے تھی۔ اس سے زیادہ بھیم کی لڑائی شاید ہی کسی نے اس کائنات میں دیکھی ہو۔ بڑی دہشت ناک جنگ تھی یہ۔ فضا میں ایک عجیب سی بدبو پھیلی ہوئی تھی، جس کا جائزہ لینے کے بعد مہر النساء کو اندازہ ہوا کہ یہ بدبو بھیم چند کے جسم کے ان ٹکڑوں سے اٹھ رہی ہے جو اب پانی کی طرح پکھل کر بہ رہے تھے۔ بدبو ناقابل برداشت تھی، چنانچہ۔ مہر النساء نے سوچا کہ اب یہاں رکنا بے مقصد ہی ہے۔ پھر اچانک ہی جب وہ واپس پلٹی تو اسے کراہتی ہوئی ایک خوفزدہ آواز سنائی دی۔

”مہر النساء بیٹی۔۔۔۔۔۔ مہر النساء۔۔۔۔۔۔ وہ اس آواز کو ایک لمحے تک نہ پہچان سکی، لیکن پھر اسے اپنے عقب میں ابھرنے والی سرسراہٹوں کا احساس ہوا۔ وہ سرسراہٹیں جن کا مفہوم واضح نہیں ہوا تھا۔ تب اس نے اس آواز پر غور کیا اور یہ دیکھ کر ششدر رہ گئی کہ یہ آواز رحیم چچا کی تھی۔ رحیم چچا زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مہر النساء تیزی سے ان کی جانب دوڑی اور ان کے قریب پہنچ گئی۔

”ارے۔۔۔۔۔۔ رحیم چچا۔“

”معاف کر دینا بیٹا مجھے۔۔۔۔۔۔ مجھے معاف کر دینا۔ تمہارے پیچھے چلا آیا تھا۔۔۔۔۔۔ میرا بدن بے کار ہو گیا ہے۔۔۔۔۔۔ مجھ سے اٹھا نہیں جا رہا۔ بیٹا۔“

”نہیں۔۔۔۔۔۔ رحیم چچا! آپ ٹھیک ہیں۔ آئیے۔ اٹھیے۔ میرا سہارا لے لیجئے۔“

مہر النساء نے ان کے جسم کا بوجھ سنبھالا اور قوت لگا کر انہیں کھڑا کر دیا۔ رحیم چچا شدید

”ارے..... باپ رے..... فکر ماردی..... سر پھٹ گیا..... گردن کد.....
اوہو..... وہ دیکھو گردن لے گیا۔“

”رحیم چچا..... مجھے دیکھئے میں کون ہوں؟“ مہر النساء نے نرم لہجے میں کہا اور رنج
آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگے..... پھر آہستہ سے بولے۔

”کیا ہے..... بھی یہ کیا ہے سب کچھ؟ کیا ہو رہا ہے مجھے؟ بنیا۔“

”سنہلے..... سنہلے..... رحیم چچا“ مہر النساء بولی اور ایک آیت پڑھ کر رحیم چچا
کرنے لگی..... رحیم چچا نے آنکھیں بند کر لی تھیں..... کچھ ہی لمحوں کے بعد نبیل آگیا۔
”ڈاکٹر کو لینے گیا تھا..... وہ نہیں ملے۔“

”نہیں نبیل..... پریشانی کی بات نہیں..... بخار ابھی تھوڑی دیر میں اتر جائے
مہر النساء بولی اور نبیل عجیب سے انداز میں اسے دیکھنے لگا..... پھر اس نے ماں کی طرف
دیکھا..... کبھی پریشان تھے..... نبیل نے مہر النساء سے کہا۔

”مہر النساء..... آپ ذرا میرے ساتھ باہر آئیں گی۔“

”ہاں..... ہاں..... کیا بات ہے؟“ مہر النساء بولی..... ویسے اس نے یہ اندازہ لگا لیا
تمام تر شرارتوں کے باوجود نبیل کی آنکھوں میں اس کے لئے ایک عجیب سی کیفیت ہے
مہر النساء نے یہ سوچا تھا کہ اگر نبیل کسی حماقت کی طرف قدم بڑھائے گا تو وہ اسے سمجھ
گی، لیکن..... بہر حال نبیل نے ابھی تک کوئی ایسی ویسی بات نہیں کی تھی..... باہر نکل کر
نے کہا۔

”آپ جانتی ہیں..... ابو کا ٹمپر بچر کیا تھا؟“

”آپ نے چیک کیا تھا۔“

”ہاں۔“

”کتنا تھا؟“

”ایک سوسات..... آپ کو پتا ہے..... ایک سوسات بخار کا تصور بھی نہیں کیا۔“

نبیل بولا۔

”ہاں..... میں جانتی ہوں، لیکن ٹھیک ہو جائیں گے..... آپ فکر نہ کیجئے“ مہر النساء
نے جواب دیا اور نبیل عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”مہر النساء صاحبہ..... ایک بات بتائیں گی آپ۔“

”پوچھئے۔“

”پچھلی رات کو آپ اور ابو کہاں گئے تھے.....؟“ وہ عجیب سے لہجے میں بولا.....
مہر النساء چونک پڑی تو وہ دوبارہ بولا۔

”اس وقت میں جاگ رہا تھا، جب آپ اور ابو واپس آئے تھے..... صبح کو امی نے بتایا کہ
بخار تورات ہی کو چڑھ آیا تھا..... وہ ساری رات کپکپاتے رہے۔“

”مطلب کیا ہے آپ کا..... میں سمجھی نہیں۔“

”میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ابو کہاں گئے تھے.....؟“ ظاہر ہے کہ ایسی باتیں ڈاکٹر کو
تو نہیں بتائی جاسکتیں..... لیکن۔

”رات کو اصل میں ہم ایک ایسی جگہ گئے تھے کہ آپ کو بتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔“

”مجھے تھوڑا تھوڑا اندازہ ہو رہا ہے کہ آپ کھنڈرات کی جانب نکل گئے تھے۔“

”کھنڈرات کی جانب۔“

”ہاں۔“

”کیوں پوچھ رہے ہیں آپ؟“

”میں کبھی ان کھنڈرات میں گیا تو نہیں ہوں، لیکن میں نے اس چڑیل اور اس سرکٹے
کی کہانی سنی ہے..... جو وہاں جانے والے راستے میں نظر آتا ہے۔“

”اوہو..... اچھا..... تو یہ بات ہے۔“

”ہاں..... میرے ذہن میں یہ بات آئی ہے۔“

”اگر ایسی کوئی بات بھی ہے تو آپ اس قدر فکر مند نہ ہوں..... نبیل..... اللہ جو کرے

گا بہتر کرے گا۔“

”میں ایک بات کہوں آپ سے۔“

”جی فرمائیے۔“

”میرا مزاج ذرا دوسرے لوگوں سے بالکل مختلف ہے۔ دوسرے لوگ اللہ

میں سوچتے ہیں اور میں الگ انداز میں۔“

”کیا مطلب؟“

”بات اصل میں یہ ہے۔ مہر النساء صاحبہ! کہ کرم چند چچا کا میں بھی بڑا اثر

ہوں۔ لیکن ان کی بیٹی کرن کماری کے بارے میں میرے نظریات ذرا مختلف ہیں۔“

”کیا؟“ مہر النساء چونک پڑی۔

”جی ہاں۔۔۔۔۔ اس کے بارے میں۔۔۔۔۔ میں ذرا مختلف انداز میں سوچتا ہوں۔“

کے اندر دلچسپی پیدا ہو گئی اور اس نے کہا۔

”آپ کس مختلف انداز میں سوچتے ہیں؟“

”میرا خیال ہے۔۔۔۔۔ کہ وہ خود کا لے علوم سے دلچسپی رکھتی ہے۔“

”کیسے پتا آپ کو؟“

”بس۔۔۔۔۔ یہ میرا اندازہ ہے۔“

”نہیں۔۔۔۔۔ اندازے کی بناء پر تو ایسے فیصلے نہیں کئے جاتے۔“

”بس۔۔۔۔۔ میں کہہ رہا ہوں ناکہ یونہی۔“

”دراصل۔۔۔۔۔ آپ کو اس بات کا زیادہ علم ہے۔۔۔۔۔ نبیل صاحب! کہ کرم

رحیم الدین چچا کے انتہائی دوستانہ تعلقات ہیں، بلکہ مجھے تو یہ بات بھی معلوم

آپ کی وادی جان کی دعاؤں سے کرم چند چچا کے ہاں کرن کماری پیدا ہوئی تھی

حالات میں تم دونوں بہن بھائی کے بھی اس سے گہرے تعلقات ہوں گے، لیکن

جیسے تم دونوں کے دلوں میں اس کے لئے کوئی کدورت ہے۔۔۔۔۔ یا پھر۔“

”نہیں۔۔۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔۔۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ بچپن ہم لوگوں نے

اس کے ساتھ گزارا ہے۔۔۔۔۔ کرن کماری بہت حسین ہے اور اپنے حسن پر اسے بے پناہ غرور

ہے، لیکن میرے لئے وہ کم از کم صرف چچا کی بیٹی تھی۔۔۔۔۔ ہم نے نہ اسے کوئی بہت زیادہ

حسین سمجھا اور نہ کوئی مختلف شے، مگر وہ عجیب و غریب فطرت کی مالک ہے۔۔۔۔۔ اور پچھلے

عرصے سے اس کی کیفیت کچھ زیادہ ہی عجیب ہو گئی ہے۔۔۔۔۔ کسی کو منہ ہی نہیں لگاتی، لیکن“

اس نے اچانک جملہ ادھورا چھوڑ دیا تو مہر النساء بولی۔

”بولتے رہو۔۔۔۔۔ بولتے رہو۔“

”نہیں۔۔۔۔۔ بس۔۔۔۔۔ حالانکہ وہ ہندو ہے، جبکہ میری بہن کا خیال تھا کہ میں اس میں غیر

معمولی دلچسپی لینے لگا ہوں۔“

”تمہارا اپنا کیا خیال تھا اس کے بارے میں؟“ مہر النساء نے پوچھا۔

”میں تو اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا، کیونکہ جو کہانیاں میں نے سنی ہیں وہ

بڑی سنسنی خیز ہیں۔“

”کوئی خاص کہانی ہو تو مجھے بھی سناؤ۔“

”بہت سی حقیقتیں ایسی ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ مہر النساء صاحبہ! کہ انہیں بتایا نہیں جاسکتا“

کیونکہ معاملہ ابو کے گہرے دوست کرم چند کا ہے۔“

”کچھ اور حقیقتیں بھی ہیں۔“

”ہاں۔“

”میں ہی نہیں۔۔۔۔۔ بہت سے لوگ جانتے ہیں۔“

”بہت افسوس کی بات ہے۔۔۔۔۔ کہ آپ لوگ اتنے اچھے انداز میں میرے ساتھ

سلوک کر رہے ہیں، لیکن وہ اصل والا مسئلہ جس کی وجہ سے میں یہاں آئی ہوں۔۔۔۔۔ اس میں

آپ مجھ سے تعاون نہیں کر رہے۔ آپ یہ دیکھ لیجئے۔۔۔۔۔ نبیل صاحب! کہ مجھے یہ ساری

معلومات حاصل نہ ہوں تو میں کچھ کر نہیں سکتی۔۔۔۔۔ آپ مجھے برائے کرم بتائیے۔۔۔۔۔ کہ وہ

ایسی کون سی بات ہے؟ کہ جو آپ مجھے بتاتے ہوئے پریشان ہو رہے ہیں۔“
 ”بہت مختصر سی بات ہے۔۔۔۔۔ مہر النساء صاحبہ۔۔۔۔۔ لیکن میری عزت آپ چندجی کے کمرے میں رہنا پڑا تھا اور جب کرم چندجی نے محسوس کیا کہ وہ۔۔۔۔۔ بھوک سے مر جائے گا اور اپنی ضد نہیں چھوڑے گا تو اسے جوتے مار کر وہاں سے نکلوا دیا کہ کہیں وہ ان کی گھر میں نہ مر جائے۔۔۔۔۔ نجانے کیا کیا تلکیٹیں اٹھائیں۔۔۔۔۔ بیچارہ بھیم چند اس کے بعد ”میں وعدہ کرتی ہوں۔“

”تو آپ یوں سمجھ لیجئے۔۔۔۔۔ کہ بھیم چند کا خاندان ہندوؤں کی زبان میں زبان سے غائب ہو گیا۔۔۔۔۔ پھر اس نے کیا کیا؟ یہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔۔۔۔۔ واپس آیا تو وہ شیطان خاندان ہے۔۔۔۔۔ بھیم چند کے ماں باپ۔۔۔۔۔ کرم چندجی کے ہاں نوکر تھے۔۔۔۔۔ بھیم کے مقابلے میں شیطان بن چکا تھا۔۔۔۔۔ اب آپ خود ہی سوچئے۔۔۔۔۔ مہر النساء صاحبہ! کہ یہ بھی بچپن ہی سے کرم چند کی حویلی کے دروازے پر رہا کرتا تھا اور محبت کسی کی باپنی اور بیٹی کی بیٹی کی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ خیر اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے مذہب میں تو اس کی کوئی ہوتی۔۔۔۔۔ اسے کرن کماری سے محبت ہو گئی۔۔۔۔۔ کرن کماری بھی سب کچھ بھول کر لپٹائیں نہیں ہے، لیکن بہر حال۔۔۔۔۔ اس کے بعد بھیم چند نے کرم چند کو صحیح طور پر سنبھال ذات ہے کہ اونچے ذات۔۔۔۔۔ اس سے محبت کرنے لگی۔۔۔۔۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں لکھا ہے۔

مہر النساء صاحبہ! کہ قابل سزا ہوتی۔۔۔۔۔ دونوں جوان ہو گئے، لیکن پھر کرم چندجی کی میرادل لرز کر رہ گیا تھا، جو بات میرے علم میں تھی وہ ابھی تک ان لوگوں کے علم میں معلوم ہو گئی کہ دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔“

”یعنی نیل صاحب! آپ کا کہنا ہے کہ کرن بھی بھیم چند کو چاہتی ہے۔“
 ”آپ خود سمجھتی ہیں۔۔۔۔۔ ایسے معاملات یکطرفہ نہیں ہوتے۔“
 ”تو پھر۔“

”بس۔۔۔۔۔ اس کے بعد جب کرم چندجی کو یہ بات معلوم ہوئی تو یوں سمجھ لیجئے، وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے، لیکن یہ سب دکھاوا ہے۔۔۔۔۔ حقیقت یہ چند کے خاندان پر عذاب نازل ہو گیا۔۔۔۔۔ اس خاندان کا ذریعہ معاش پر کھوں سے۔۔۔۔۔ کہ وہ خود بھی بھیم چند کو چاہتی ہے۔“

اس کے خاندان کی ملازمت تھا۔۔۔۔۔ پہلی سزا کے طور پر کرم چندجی نے بھیم چند کی ملازمت سے فارغ کر دیا۔۔۔۔۔ کوئی اور ذریعہ معاش ان کے پاس نہیں تھا، وہ بھیم چند کے پوری بستی کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ ان بچے خاندانوں کو نہ کوئی اپنے گھر سے نہ نوکری۔۔۔۔۔ اور نہ کھانے پینے کو۔۔۔۔۔ چنانچہ بھیم چند کی ماں مر گئی۔۔۔۔۔ لیکن مہر النساء کا ذہن سخت الجھن میں مبتلا ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ معاملہ بہت عجیب و غریب تھا۔۔۔۔۔ کے بعد باپ مر گیا۔۔۔۔۔ پھر خاندان کے دوسرے لوگ باقی رہ گئے۔۔۔۔۔ خود بھیم چند بھی۔۔۔۔۔ کرم چندجی نے جب اس سے یہ پوچھا کہ یہ بھی بہت زیادہ خراب تھی۔۔۔۔۔ کرم چندجی نے جواب دیا کہ اسے کون ٹھیک کر سکے گا۔۔۔۔۔ بھیم چند تو اس دنیا سے چلا گیا تھا۔۔۔۔۔ رہ گیا تھا۔۔۔۔۔

”نجانے کیا کیا تلکیٹیں اٹھائیں۔۔۔۔۔ بیچارہ بھیم چند اس کے بعد ”میں وعدہ کرتی ہوں۔“

”تو آپ یوں سمجھ لیجئے۔۔۔۔۔ کہ بھیم چند کا خاندان ہندوؤں کی زبان میں زبان سے غائب ہو گیا۔۔۔۔۔ پھر اس نے کیا کیا؟ یہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔۔۔۔۔ واپس آیا تو وہ شیطان خاندان ہے۔۔۔۔۔ بھیم چند کے ماں باپ۔۔۔۔۔ کرم چندجی کے ہاں نوکر تھے۔۔۔۔۔ بھیم کے مقابلے میں شیطان بن چکا تھا۔۔۔۔۔ اب آپ خود ہی سوچئے۔۔۔۔۔ مہر النساء صاحبہ! کہ یہ بھی بچپن ہی سے کرم چند کی حویلی کے دروازے پر رہا کرتا تھا اور محبت کسی کی باپنی اور بیٹی کی بیٹی کی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ خیر اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے مذہب میں تو اس کی کوئی ہوتی۔۔۔۔۔ اسے کرن کماری سے محبت ہو گئی۔۔۔۔۔ کرن کماری بھی سب کچھ بھول کر لپٹائیں نہیں ہے، لیکن بہر حال۔۔۔۔۔ اس کے بعد بھیم چند نے کرم چند کو صحیح طور پر سنبھال ذات ہے کہ اونچے ذات۔۔۔۔۔ اس سے محبت کرنے لگی۔۔۔۔۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں لکھا ہے۔

مہر النساء صاحبہ! کہ قابل سزا ہوتی۔۔۔۔۔ دونوں جوان ہو گئے، لیکن پھر کرم چندجی کی میرادل لرز کر رہ گیا تھا، جو بات میرے علم میں تھی وہ ابھی تک ان لوگوں کے علم میں معلوم ہو گئی کہ دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔“

”یعنی نیل صاحب! آپ کا کہنا ہے کہ کرن بھی بھیم چند کو چاہتی ہے۔“
 ”آپ خود سمجھتی ہیں۔۔۔۔۔ ایسے معاملات یکطرفہ نہیں ہوتے۔“
 ”تو پھر۔“

”بس۔۔۔۔۔ اس کے بعد جب کرم چندجی کو یہ بات معلوم ہوئی تو یوں سمجھ لیجئے، وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے، لیکن یہ سب دکھاوا ہے۔۔۔۔۔ حقیقت یہ چند کے خاندان پر عذاب نازل ہو گیا۔۔۔۔۔ اس خاندان کا ذریعہ معاش پر کھوں سے۔۔۔۔۔ کہ وہ خود بھی بھیم چند کو چاہتی ہے۔“

اس کے خاندان کی ملازمت تھا۔۔۔۔۔ پہلی سزا کے طور پر کرم چندجی نے بھیم چند کی ملازمت سے فارغ کر دیا۔۔۔۔۔ کوئی اور ذریعہ معاش ان کے پاس نہیں تھا، وہ بھیم چند کے پوری بستی کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ ان بچے خاندانوں کو نہ کوئی اپنے گھر سے نہ نوکری۔۔۔۔۔ اور نہ کھانے پینے کو۔۔۔۔۔ چنانچہ بھیم چند کی ماں مر گئی۔۔۔۔۔ لیکن مہر النساء کا ذہن سخت الجھن میں مبتلا ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ معاملہ بہت عجیب و غریب تھا۔۔۔۔۔ کے بعد باپ مر گیا۔۔۔۔۔ پھر خاندان کے دوسرے لوگ باقی رہ گئے۔۔۔۔۔ خود بھیم چند بھی۔۔۔۔۔ کرم چندجی نے جب اس سے یہ پوچھا کہ یہ بھی بہت زیادہ خراب تھی۔۔۔۔۔ کرم چندجی نے جواب دیا کہ اسے کون ٹھیک کر سکے گا۔۔۔۔۔ بھیم چند تو اس دنیا سے چلا گیا تھا۔۔۔۔۔ رہ گیا تھا۔۔۔۔۔

ہریا..... تو وہ تو ویسے ہی شیطان تھا..... مہر النساء سوچنے لگی کہ اب اس مسئلے میں ٹانگہ مناسب نہیں ہے، کیونکہ دو محبت کرنے والوں کا معاملہ ہے..... بد قسمتی سے یہ معاملہ علم میں نہیں آیا، ورنہ وہ لازمی طور پر بھیم چند کو نقصان پہنچنے سے بچاتی، کیونکہ یہ صورت حال بہت عجیب و غریب تھی..... پھر خاصا وقت گزر گیا اور مہر النساء یہ سمجھ نہ سکی کہ اسے کیا کرنا چاہئے؟ لیکن بہر حال اس سارے معاملے کو اگر چھوڑ کر یہاں سے نکل بھی تو دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا کیونکہ باقی ساری زندگی بڑی مشکل ہو جاتی۔

یہ سب کچھ بہت ٹیڑھا..... بڑا پریشان کن تھا..... کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ کیا کریں کیا نہ کریں..... مہر النساء کے لئے یہ فیصلہ دنیا کا سب سے مشکل فیصلہ ہو گیا۔ وہ سخت پریشان تھی..... یہ انکشاف جو نبیل نے کیا تھا اس کے لئے انتہائی دکھ بھرا بھی بڑا ہی پریشان کن..... بہت دیر تک وہ سوچتی رہی اور آخر کار اس نے یہی فیصلہ کیا کہ تو اس بات کا یقین کر لے کہ نبیل نے جو داستان سنائی ہے وہ سو فیصدی حقیقت پر مبنی ہے۔ اب اور کوئی بیماری نہیں ہے انہیں..... لیکن جس طرح رات کو جنگ ہوئی تھی اور جو صورت میں بھی کچھ حاشیہ آرائی ہے اور اس کے لئے سیدھی سیدھی سی بات تھی کہ رحیم الدین حال پیش آئی تھی وہ بڑی خوفناک کیفیت کی حامل تھی..... اس کے بعد کسی عام انسان کو ذہن کی حالت بہتر ہو جانے کا انتظار کرنا پڑتا..... بہر حال یہ انتظار کرنا تو ضروری تھا۔



مہر النساء جانتی تھی کہ رحیم الدین پچا پر صرف گزرے ہوئے واقعات کی وحشت سوار ہے۔ اب اور کوئی بیماری نہیں ہے انہیں..... لیکن جس طرح رات کو جنگ ہوئی تھی اور جو صورت میں بھی کچھ حاشیہ آرائی ہے اور اس کے لئے سیدھی سیدھی سی بات تھی کہ رحیم الدین حال پیش آئی تھی وہ بڑی خوفناک کیفیت کی حامل تھی..... اس کے بعد کسی عام انسان کو ذہن کی حالت بہتر ہو جانے کا انتظار کرنا پڑتا..... بہر حال یہ انتظار کرنا تو ضروری تھا۔

”کیسی طبیعت ہے آپ کی؟“

”ٹھیک ہوں بیٹی۔“

”کیا ہو گیا تھا؟“

”تم جانتی ہو۔“

”لیکن..... آپ کو وہ نہیں کرنا چاہئے تھا رحیم الدین پچا جو آپ نے کیا۔“

”یقین کرو گی مہر النساء..... بیٹی تم سے کچھ ایسی طبیعت لگ گئی ہے کہ شاید تم اس پر

یقین نہ کر پاؤں میں سمجھتا ہوں کہ میرے دل میں تمہارے لئے اور سہیلی کے لئے ایک ہی بہتر ہے تمہیں اس سے الگ نہیں سمجھتا میں۔“

”مجھے یقین ہے رحیم الدین چچا آپ ایک نیک انسان ہیں..... بہت ہی اچھی شخصیت کے مالک۔“

”بس اگر تم کوئی نوجوان لڑکا ہو تیں تو مجھے اس بات کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہوتی کہہاں جا رہی ہو، لیکن نجانے کیوں میرے دل کو ایک فرض کا سا احساس ہوتا ہے اور میں سوچتا ہوں کہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔“

”یہ آپ کی محبت ہے لیکن آپ براہ کرم اپنے آپ کو سنبھالنے۔“

”میرا خیال ہے کہ اب میں ٹھیک ہوں۔“

شام تک واقعی رحیم الدین چچا بالکل ٹھیک ہو گئے..... مہر النساء نے جو داستان سنی تھی وہ اس کے دل میں انگارے کی طرح دبک رہی تھی..... ساری باتیں اپنی جگہ اسے ایک جرم کا سا احساس ہو رہا تھا اور اب دل میں ایک حسرت ابھر رہی تھی کہ کاش بھیم چند ہریا پار جانا ہو جاتا اور ہریا بھیم چند کا وہ نہ کر پاتا جو اس نے کر ڈالا، حالانکہ دونوں کالے علم کے مالک تھے..... دونوں کے ہی اندر شیطان حلول کر گیا تھا..... لیکن پھر بھی یہ حقیقت تھی کہ دونوں میں سے ایک قابل رحم تھا، یعنی بھیم چند..... ہریا کی تو خیر بات ہی مختلف تھی وہ مارا جاتا اسے خوشی ہوتی، اب بھی دل چاہ رہا تھا کہ ہریا کے لئے کوئی ایسا جال بچھاؤں کہ وہ زندہ رہ سکے، لیکن بات کرم چند ہی کی آ رہی تھی..... کرم چند جی نے یہ کیا کیا دنیا کا ہر شخص میں ہوتا ہے..... اپنے مطلب کے لئے وہ کسی کو غلط بیانی سے مجبور بھی کر سکتا ہے..... یہ بات بہر حال باعث افسوس تھی رات کے کھانے کے بعد مہر النساء نے رحیم الدین چچا سے کہا۔

”چچا اب آپ کی طبیعت کیسی ہے۔“

”اب تو بالکل ٹھیک ہوں بیٹے..... رحیم الدین چچا نے کہا..... چہرہ اتر گیا..... آج مجھے میں حلقے پڑ گئے تھے، لیکن یہ شدید بخار کی وجہ سے تھا..... اب رحیم الدین چچا کافی بہتر

آ رہے تھے..... اس نے ان سے کہا۔“

”رحیم الدین چچا مجھے آپ سے کچھ خاص باتیں کرنی ہیں۔“

”بیٹا میں بھی تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا۔“

”تو اس کے لئے آپ مجھے وقت دیجئے۔“

”تھوڑا سا وقت اور گزر جانے دو..... یہ سب لوگ آرام کرنے لیٹ جائیں..... پھر اطمینان سے بیٹھیں گے اور باتیں کریں گے..... مہر النساء خاموش ہو گئی..... رات کو رحیم الدین چچا نے اسے خود ہی مخاطب کیا تھا، کہنے لگے۔“

”بیٹی مہر النساء..... آؤ اوپر چھت پر بیٹھیں گے..... چھت پر ماحول بے حد پر فضا تھا..... رحیم الدین چچا نے وہاں پر کرسیاں ڈلوادی تھیں، اس جگہ سے کرم چند جی کی حویلی صاف نظر آتی تھی..... مہر النساء وغیرہ ادھر دیکھنے لگیں..... رحیم الدین چچا کے چہرے پر سوچ کے آثار تھے..... مہر النساء خاموشی سے انہیں دیکھ رہی تھی، اچانک رحیم الدین چچا چونک کر بولے۔“

”ہاں بیٹی کیا کہنا چاہتی تھی تم مجھ سے۔“

”رحیم الدین چچا اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ پہلے آپ مجھے یہ بتائیے کہ آپ کیا کہنا چاہتے تھے..... آپ کہہ رہے تھے نا، کہ آپ مجھ سے کچھ باتیں کریں گے۔“

”ہاں وہ تو میں نے کہا تھا۔“

”تو پہلے آپ باتیں کیجئے..... رحیم الدین چچا مسکرائے اور بولے۔“

”اور اگر میں تم سے کہوں کہ تم پہلے مجھے بتاؤ۔“

”تو پھر میں آپ سے ضد کروں گی“ مہر النساء بولی۔

”خدا تمہیں خوش رکھے..... بچوں کی ضد پوری کرنا تو ماں باپ کا فرض ہوتا ہے..... میں بہر حال تمہارا بڑا ہوں اصل میں بیٹی..... دراصل بات بڑی عجیب سی ہو گئی ہے..... تم جس حیرت تو ہو گئی، مگر میں ڈرتا ہوں کہ بہر حال کرم چند تمہیں لے کر آیا تھا..... تم

ضرور اس کی بیٹی کرن کماری سے متاثر ہوگی۔“
”جی۔“

”ایک بات پوچھوں تم سے۔“
”جی پوچھئے۔“

”اگر میں تم سے یہ کہوں بیٹی..... میرے اور تمہارے درمیان جو باتیں ہوں انہیں راز میں رکھنا تو کیا تم میری بات مان لو گی۔“

”آپ کیا سمجھتے ہیں رحیم الدین چچا۔“
”مطلب۔“

”نہیں آپ مجھے بتائیے کہ میں آپ کی بات مان لوں گی یا نہیں۔“
”امید تو یہی ہے بیٹی۔“

”دیکھئے رحیم چچا بات اصل میں یہ ہے کہ میرا نام آپ کے علم میں ہے مسلمان ہوں متاسب بالکل نہیں ہوں، لیکن ایسا بھی نہیں کہ کسی کو صرف اس لئے نظر انداز کر دوں کہ ہندو ہے..... مجھ پر ایک اعتماد کیا گیا تھا..... میں بس اسی اعتماد کے سہارے کام کر رہی تھی۔“
”ہاں پھر۔“

”نہیں آپ جو کہہ رہے تھے ناکہ میں آپ کی بات کو راز میں رکھ لوں گی۔“
”ہاں بیٹی..... دل پر ایک گھاؤ سا لگ گیا ہے۔“
”گھاؤ۔“

”ہاں۔“

”کیسا گھاؤ؟ رحیم الدین چچا۔“

”بڑی ہنسو گی تم میری بات پر ممکن ہے، حیران بھی ہو جاؤ..... میں تمہیں بتاؤں کہ کھا کر کہتا ہوں کہ بھیم چند کی موت کا مجھے بہت افسوس ہے..... مہر النساء چونک کر رہیں گی۔“
”رحیم الدین چچا کو دیکھنے لگی پھر بولی۔“

”وہ کالے علم کا ماہر تھا۔“

”ہاں یہی تو اس کبخت کی خرابی ہو گئی..... وہ برائیوں پر آمادہ ہو گیا اور میں اس کی وجہ جانتا ہوں۔“

”کیا وجہ ہے؟“

”بیٹی..... جب انسان کا دل کالا ہوتا ہے نا تو پھر نیک بد کی تمیز مٹ جاتی ہے اس نے اپنے جنون میں جو کچھ کر ڈالا وہ تو ایک الگ بات تھی، لیکن نیکی اور بدی کا تصور کھو بیٹھا تھا وہ..... جبکہ اسے یہ تصور نہیں کھونا چاہئے تھا۔“

”جی آپ کہتے رہئے..... کیونکہ آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہی ہیں۔“
”میں خود بھی اتنا الجھا ہوا ہوں کہ تمہیں اپنی بات سمجھاتے ہوئے مجھے ذرا سی مشکل پیش آرہی ہے۔“

”آپ نے کہا تھا کہ آپ کو اس کی موت کا افسوس ہوا ہے۔“
”ہاں۔“

”وجہ بتانا پسند کریں گے آپ؟“
”اس لئے کہ اس کا ماضی اتنا برا نہیں تھا۔“
”وہ تو اسی بستی کا رہنے والا تھا نا؟“
”ہاں بالکل۔“

”اور اس نے اسی بستی کے لوگوں کو نقصان پہنچایا۔“
”بہت بعد میں۔“

”بعد میں سے آپ کی کیا مراد ہے؟“
”پہلے وہ اتنا برا نہیں تھا۔“

”کیا ماضی تھا اس کا۔“

”وہ کرم چند کی حویلی میں کام کرتا تھا، وہی نہیں بلکہ اس کے ماں باپ بھی کرم چند کے

پرانے ملازم تھے۔“

”جی..... آگے کہئے۔“

”بس بیٹی تم یوں سمجھ لو کہ انسان اپنی کمزوری کا شکار ہو گیا..... ہمارے ہاں تو اللہ احسان ہے کہ اونچ اور نیچ کا کوئی ذکر نہیں ہے..... ہر انسان، انسان ہوتا ہے..... انسان کا انسان ہی سمجھا جاتا ہے، لیکن ایک بات ہے ہندو دھرم میں یہ بات بڑی خراب ہے..... وہاں ذاتوں کا فرق ہوتا ہے اور ذاتوں پر ایک دوسرے کو پرکھا جاتا ہے۔“

”بالکل۔“

”بیٹی میں تو تمہارا ماضی بھی نہیں جانتا..... کاش میں تمہارے بارے میں کچھ زیادہ جانتا..... بار بار میرے دل میں یہ خواہش ابھرتی ہے کہ پتہ تو چلے کس کی اولاد ہو..... ماں باپ نے یہ سب کچھ سکھا کر تمہیں تنہا کیوں چھوڑ دیا“ مہر النساء کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے نمی سی اتر آئی لیکن اس نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیا“ اور پھینکی سی ہنسی کے ساتھ بولی۔“

”چچا آپ تو میرا ہی انٹرویو کرنے بیٹھ گئے۔“

”نہیں..... نہیں..... بالکل نہیں تو میں اصل میں تمہیں بتا رہا تھا کہ بھیمانتا برا نہیں تھا..... بڑی اچھی شکل و صورت کا مالک تھا وہ، مگر دیکھو کالے کام چہروں پر ابھر آتے

رحیم الدین چچا حیرت سے مہر النساء کو دیکھنے لگے پھر بولے۔

”ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے تمہیں پہلے سے اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو۔“

”دیر سے مجھے یہ معلومات حاصل ہوئیں رحیم چچا ورنہ شاید میں بھیمانتا کے ساتھ یہ سلوک نہ ہونے دیتی..... مہر النساء نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔“

”تو تمہیں سب کچھ معلوم ہو گیا؟“

”پھر بھی آپ مجھے بتائیے۔“

”بس جب اس کے ماما پتا مر گئے..... خاندان والے بھی کچھ مر گئے..... کچھ بھاگ گئے..... کرم چند کی وجہ سے تو اس کے اندر بھی بغاوت ابھر آئی اور وہ یہاں سے نکل گیا..... اس نے کالے علم سیکھے اور اس کے بعد یہاں آکر دو بارہ آباد ہو گیا..... پھر ساری باتیں ہوتی رہیں..... یہ سمجھ لو کہ وہ ہر ممکن کوشش کرتا رہا اور اس نے اپنے طور پر پھر بھی کوئی زبردستی نہیں کی..... پوری بات اگر پوچھو تو میرے دل میں بڑی عجیب و غریب کہانیاں بسی ہوئی ہیں۔“

”کیا رحیم چچا مہر النساء نے پوچھا۔“

”بس یوں سمجھ لو کہ مجھے بڑا افسوس ہے اس پر وہ مارا گیا مجھے بڑا ہی دکھ ہوا ہے..... مگر

ریل کی آواز اپنا ایک ردھم (سر) رکھتی ہے..... ماحول سنسان ہو..... قرب و جوار میں لوگ نیند میں مست نظر آرہے ہوں اور اس ردھم میں کوئی کہانی تلاش کی جائے تو یہ ردھم ہر کہانی الفاظ کی شکل میں بیان کر دیتا ہے..... مہر النساء کا دماغ نیند میں ڈوبا ہوا تھا..... پلکیں بار بار جھپک رہی تھیں، لیکن دماغ میں ٹرین کا شور بسا ہوا تھا اور یہ شور اسے الفاظ کی شکل میں سنائی دے رہا تھا۔

”کہاں جاؤ گی؟“

”پتہ نہیں۔“

”کوئی منزل تو ہو گی۔“

”نہیں۔“

”وقت خود بخود منزل کا تعین کرتا ہے۔“

”تم کون ہو؟“

”بیچانو۔“

”ابو۔“

”ہاں۔“

”ابو آپ کہاں ہیں؟“

”امتحان گاہ میں۔“

چچا باتیں کرتے رہے..... مہر النساء کے ذہن میں بے چارہ بھیم چند آرہا تھا..... گناہ تو نہیں کیا تھا اس نے حقیقت اس پر واضح نہیں ہوئی تھی ممکن ہے قدرت کی طرف سے بھیم چند کا اس دنیا میں رہنا مناسب نہ سمجھا گیا ہو اور اسے آخری منزل پر پہنچا دیا گیا ہو، رہ گیا ہریا تو بہر حال قدرت کا انتقام بھی تو ہوتا ہے، ہو سکتا ہے ہریا کرم چند جی کے سلسلے میں شیطان ثابت ہو اور کرم چند جی کے ان کرموں کا پھل ہریا کی شکل میں ملے، جہاں تک معاملہ کرن کماری کا رہا تو وہ لڑکی محبت کی ماری تھی..... مہر النساء اسے دیکھ چکی تھی، کچھ ایسی بد دل ہوئی وہ کہ اسی رات تقریباً تین بجے اپنی جگہ سے اٹھی اور رحیم الدین چچا کے گھر سے باہر نکل آئی..... ریلوے اسٹیشن کا راستہ اسے معلوم ہو چکا تھا کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا اب سب کچھ بے کار تھا، ایک بڑی سی چادر اوڑھ کر وہ ریلوے اسٹیشن پہنچ گئی اور پھر جو بھی ٹرین سامنے آئی اس میں بڑ گئی..... پیسے موجود تھے اس نے سو چار استے میں ٹکٹ بنوالے گی..... چند ہی لمحوں کے بعد ٹرین نے اسٹیشن چھوڑ دیا تھا۔



”مطلب۔“

”امتحان دے رہا ہوں۔“

”کیسا امتحان؟“

کے لئے جنت کی سڑک بنا رہی ہو..... یہ سڑک مکمل طور پر تعمیر کر دو..... تمہیں واپس آنا ہے ہرے پاس اور اس کے بعد ہم لوگ جو زندگی گزار دیں گے وہ ناقابل یقین مسرتوں کی بک ہوگی..... خبردار اپنے آپ کو مایوس نہ کرنا..... خوف زدہ نہ ہونا..... ہر مرحلے پر ثابت قدم رہنا..... یہی تمہاری جیت ہے اور یہی ہماری آرزو۔“

”ماں باپ سے اس کی اکلوتی اولاد چھن جائے اور وقت اس سے کہے کہ امتحان دے.....“

اس سے کڑا (سخت) امتحان کوئی اور ہو سکتا ہے۔“

”ابو میں کیا کروں؟“

”میں خوش ہوں۔“

”کس بات سے ابو؟“

”کہ تم میرے لئے ذریعہ امتحان بنی ہو..... بہت خوش نصیب ہوں میں کہ مجھے بڑے امتحان میں ڈالا گیا ہے، ورنہ دنیا اپنی منزل سے گزر جاتی ہے..... ماضی میں میرے ساتھ ہوا..... بھائیوں نے جو بھی سلوک کیا..... وہ بھی امتحان تھا لیکن وہ بہت سہا امتحان تھا اور اس کے بعد میں نے اپنی منزل جس طرح پائی وہ میرے لئے اللہ کا انعام ہے۔ اب اس نے مجھے یہ سب کچھ دے کر ایک نئے امتحان کے لئے منتخب کیا..... میں تو اب خوش نصیب ہوں کہ وہ نیا امتحان بھی دے رہا ہوں۔“

”ابو میں کیا کروں۔“

”امتحان دو۔“

”کیسے؟“

”یہ بزرگی..... یہ مرتبہ کسی کو نہیں ملتا..... بہت مشکل سے کوئی اس مرتبہ منتخب ہوتا ہے..... تمہیں بڑے بڑے کاموں کے لئے منتخب کیا گیا..... تم نے شیطان نے تمہیں برائیوں کے لئے منتخب کیا، انتقام کے طور پر تمہیں اپنی بیٹی کے داخل کر دیا، لیکن اپنے اندر کے دل کو دیکھو..... جس میں ”اللہ کی ذات“ بسی ہوئی..... برائیاں نہ قبول کر کے تم نے نیکیوں کی جانب قدم بڑھائے..... ارے بیٹی..... تم تو

کے لئے جنت کی سڑک بنا رہی ہو..... یہ سڑک مکمل طور پر تعمیر کر دو..... تمہیں واپس آنا ہے ہرے پاس اور اس کے بعد ہم لوگ جو زندگی گزار دیں گے وہ ناقابل یقین مسرتوں کی بک ہوگی..... خبردار اپنے آپ کو مایوس نہ کرنا..... خوف زدہ نہ ہونا..... ہر مرحلے پر ثابت

قدم رہنا..... یہی تمہاری جیت ہے اور یہی ہماری آرزو۔“

میرا لہجہ اچانک چونک پڑی..... یہ الفاظ اس کے اپنے تراشے ہوئے نہیں تھے..... نہ اس کے ذہن نے یہ کہانی تیار کی تھی، یہ الفاظ ریل کے پہیوں سے نکلنے والی گڑ گڑاہٹ سے نکلیں پارہے تھے..... یہ الفاظ ہواؤں کے دوش پر بھی اس تک پہنچ سکتے تھے، یا آسمان میں ستاروں کی تحریر بھی بن سکتے تھے، لیکن جو ردھم اس سے کچھ کہہ رہا تھا اس نے اس کے وجود کو منور کر دیا تھا..... ایک انوکھی ہمت اس کے اندر بیدار ہو گئی تھی اور وہ سوچ رہی تھی کہ اس سے اچھی تو کوئی بات نہیں ہے..... آہ یہ آوازیں وہم نہیں تھیں، یہ جو الفاظ اس کے لئے تراشے گئے تھے وہ اس کے ذہن کی تراش نہیں تھی، وہ تو ایک سچائی تھی..... ایک حقیقت تھی..... اسے ایک سوال کا جواب درکار تھا اور اسے اس کی زندگی کے بہت سے سوالوں کے جواب مل گئے تھے جو کچھ ہوا تھا وہ بے شک بڑا سنسنی خیز تھا لیکن اس نے اسے اپنے ذہن پر طاری ہونے نہیں دیا تھا، بلکہ علم و عمل کی دنیا میں نکل آئی تھی اور اب علم و عمل کی یہ دنیا اس کے لئے رہنمائی کا درجہ بن چکی تھی..... بہت خوش ہو گئی تھی وہ اس سفر سے..... بہت خوش اور اب اسے نہ کسی منزل کی فکر تھی نہ ماحول کی..... وہ جانتی تھی کہ اس کے ماں باپ کی دعاؤں کے ساتھ ہیں اور علم و عمل کے راستے اس کے لئے متعین ہو رہے ہیں..... کہیں

مجھ جاتا جائے..... کسی بھی جگہ مل جائے، نہ اس کے وجود کو خطرہ ہے، نہ اس کی کم سنی اور فخریت کو کوئی خطرہ ہے..... نہ اس کے حسن کو کوئی خطرہ ہے..... نہ اس کی عزت و آبرو کو کوئی خطرہ ہے..... نادیدہ نگاہیں اس کی محافظ ہیں وہ ان نادیدہ نگاہوں سے مکمل طور پر واقفیت حاصل کر رہی تھی اور پھر نجانے کب نیند نے اس کی آنکھوں میں بسیرا کر لیا..... زیادہ دیر نہیں سوئی تھی کہ آنکھ کھل گئی..... ایک عجیب سے سنائے کا احساس ہو رہا تھا، ٹرین کے

پہیوں سے پیدا ہونے والی آوازوں کا ردھم رک گیا تھا۔ سوئے ہوئے ذہن میں ترسی حرکت ہوئی تو احساس ہوا کہ ٹرین ہی رکی ہوئی ہے۔ ایک چھوٹا سا اسٹیشن تھا۔ سے باہر جھانکا تو اکادکا افراد بھوت پریتوں کی طرح خاموش اور سنسان ماحول میں چلنے نظر آرہے تھے۔ ٹرین میں کچھ لوگ جاگ گئے تھے۔ کسی طرف سے آواز ابھری۔

”کیا ہوا ریل رک کیوں گئی؟“

”انجن خراب ہو گیا ہے۔ دیکھ بھال ہو رہی ہے۔“

”کب تک ریل رکی رہے گی۔“

”اللہ بہتر جانتا ہے۔“

”اندر تو بڑا جھس ہو رہا ہے۔“

”نیچے اتریں۔“

”ہاں یہی مناسب ہے پھر آوازیں بند ہو گئیں، مہر النساء کو صورتحال کا علم ہوا تھا۔ اسے بھی گھٹن سی محسوس ہو رہی تھی، چنانچہ وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھی اور آہستہ آہستہ دروازے کی جانب بڑھ گئی۔ پھر وہ دروازے سے نیچے اتر گئی تھی۔ سنسان ماحول ایک عجیب سا احساس رچا ہوا تھا۔ وہ چند قدم آگے بڑھی تھی کہ اسے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر کوئی اس کے قریب پہنچ گیا۔ مہر النساء کے دل سے خوف تو نکل ہی چکا تھا، وہ ایک دم رک گئی۔ آنے والا جب بالکل اس کے قریب آگیا مہر النساء نے اسے دیکھا ایک جوان اور خوش شکل آدمی تھا۔ شلوار قمیض پہنے ہوئے تھا۔ چہرے پر ایک عجیب سی الجھن رچی ہوئی تھی۔ قریب پہنچ کر اس نے سلام کیا۔ جوان مرد کا ایک ایسی عورت سے مخاطب ہونا جو ایک بڑی سی چادر میں لپیٹی ہوئی ہو اور اس کے چہرے سے کوئی احساس نہ ہوتا ہو کہ وہ کون ہے اور کیا دیکھ رہی ہے۔ کیا سوچ رہی ہے۔ کہاں جا رہی ہے۔ کیوں اتری ہے؟“ ایسا مخاطب بڑی عجیب حیثیت کا حامل تھا۔ مہر النساء نے سلام کا جواب دیا تو وہ بولا۔

”بڑی اماں آپ کا نام مہر النساء ہے۔۔۔۔۔ یہ بڑی سنسنی خیز بات تھی، لیکن اس سے پہلا والا جملہ بھی بڑی دلچسپی کا حامل تھا۔۔۔۔۔ اس نوجوان نے جو مہر النساء سے آٹھ دس سال ہی بڑا ہو گا۔ مہر النساء کو بڑی اماں کہہ کر مخاطب کیا تھا، اس کی کیا وجہ ہے۔۔۔۔۔ بہر حال مہر النساء کو سوچنے کا بہت زیادہ موقع نہیں مل سکا۔۔۔۔۔ وہ شخص پھر بولا۔“

”بڑی اماں میرا نام شہزاد علی ہے۔“ شاید آپ کے ذہن میں بھی میرا نام ہو۔۔۔۔۔ یہ صرف میں اپنے اندازے کی بنا پر کہہ رہا ہوں۔

”کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”بڑی اماں میں آپ ہی کے انتظار میں کھڑا ہوا تھا۔۔۔۔۔ آپ صرف مجھے ایک بات بتا دیجئے کہ آپ کا نام مہر النساء نہیں ہے۔“

”ہے۔۔۔۔۔ مہر النساء حیرت سے بولی۔“

”دیکھئے بڑی اماں میں اور کچھ نہیں کہوں گا ایک اچانک نمودار ہونے والے درویش نے مجھے میری مشکلات کا حل بتایا تو۔۔۔۔۔ پچھلی ہی شام کی بات ہے۔۔۔۔۔ مغرب کے وقت اپنے گھر واپس لوٹ رہا تھا۔۔۔۔۔ پریشانیوں کا دل میں انبار تھا۔۔۔۔۔ وہ درویش مجھے کالی ندی کے کنارے لے۔۔۔۔۔ پلیا پر بیٹھے ہوئے تسبیح پڑھ رہے تھے۔ ہاتھ اٹھا کر مجھے روکا اور کہنے لگے۔“

”صبح ہونے سے پہلے ریلوے اسٹیشن چلے جانا۔۔۔۔۔ سورج جب کھل رہا ہو اس وقت کی کہہ رہا ہوں۔۔۔۔۔ ایک ریل یہاں آکر خراب ہو جائے گی۔۔۔۔۔ لوگ اتریں گے، لیکن اس سے ایک خاتون بھی اتریں گی جن کا نام مہر النساء ہو گا۔ ان کے پاس چلے جانا سلام کرنا۔۔۔۔۔ نام لینا ان کا اور اپنی مشکل بتا دینا۔۔۔۔۔ تمہارے ساتھ آجائیں گی۔۔۔۔۔ بس یوں سمجھ لو کہ وہ تمہاری مشکلوں کا حل ہیں۔۔۔۔۔ بڑی اماں آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میں پوری رات یہاں گزار چکا ہوں۔۔۔۔۔ اس انتظار میں کہ ٹرین یہاں آکر خراب ہو جائے، مسافر نیچے اتریں۔۔۔۔۔ آپ بھی نیچے اتریں۔۔۔۔۔ بڑی اماں اور میں آپ کے پاس اپنی درخواست لے کر جاؤں۔“

مہر النساء پریشانی کے عالم میں سوچنے لگی کہ کیا کرے کیا نہ کرے۔۔۔۔۔ بڑی عجیب بات

تھی نوجوان آدمی جس نے اپنا نام شہزاد علی بتایا تھا..... شکل و صورت سے ایک شریف آدمی معلوم ہوتا تھا، اس کے چہرے پر پریشانی کی جھلک بھی تھی پھر کہانی اس نے جو کچھ بھی بیان کیا ہو وہ الگ بات تھی لیکن اس نے مہر النساء کو مہر النساء کے نام ہی سے پکارا تھا اور کسی بزرگ حوالہ دیا تھا..... بات وہی تھی..... راہ حق میں قدم اٹھا دیئے تھے تو خطرات کی پرواہ کرنا وسوسوں کا شکار نہ ہنا بڑا عجیب تھا..... ایک مسلمان سلام کرنے کے بعد اپنی مشکل بیان کر رہے..... بس اتنا کافی ہے..... عماد الدین کی آواز کی رہنمائی نے دل اور کھول دیا تھا، چنانچہ مہر النساء نے ایک لمحے کے اندر فیصلہ کیا کہ کسی خاص منزل کا تعین کر کے تو نکلے نہیں بے کہیں بھی جانا تھا جہاں ٹرین رک جاتی وہاں اتنا ہی تھا..... یہاں رک جائے تو کیا حزن ہے..... دیکھ تو لے کہ ایک مصیبت زدہ تجھ سے کیا چاہتا ہے، چنانچہ دل سے وہ اس بات پر آمادہ ہو گئی کہ شہزاد علی کے ساتھ چل پڑے، البتہ یہ خیال اس کے دل میں آیا تو اس نے پوچھا۔

”تمہارا نام شہزاد علی ہے۔“

”ہاں بڑی اماں وہ بولا۔“

”شہزاد علی کیا تم مجھے ان درویش کا حلیہ بنا سکتے ہو؟“ جنہوں نے تمہیں اس کام کے لئے آمادہ کیا۔

شہزاد علی کچھ سوچنے لگا اور پھر اس نے ایک حلیہ دہرایا اور مہر النساء کا دل بری طرح دھڑکنے لگا..... یہ حلیہ تو عماد الدین کا تھا، اس کے دل میں بے اختیار گولہ سا اٹھا..... عماد الدین کی روحانیت کے بارے میں تو وہ جانتی ہی تھی لیکن عماد الدین اب بھی اس کے لئے اس طرح سرگرم عمل ہے وہ اب بھی اس کے راستے صاف کرتے جا رہے ہیں..... احساس کر کے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے..... شہزاد علی بیچارے نے اسے چادر میں لپیٹے ہوئے دیکھا تھا اور اس کا چہرہ بھی نہیں دیکھ سکا تھا، اس لئے اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا..... چادر میں لپیٹی ہوئی یہ عورت نوجوان عورت ہے یا کوئی بوڑھی خاتون..... درویش نے اسے

ایک ایسی خاتون کے بارے میں بتایا تھا جو اس بستی کے اسٹیشن پر اترے گی، اس بیچارے نے بی سوچا ہو گا کہ وہ ایک عمر رسیدہ خاتون ہو گی، کیونکہ ایسے علوم جاننے والی کوئی نوجوان اور نوخیز لڑکی تو نہیں ہو سکتی لیکن کسی درویش کے روپ میں آکر اگر عماد الدین نے اسے اپنی بیٹی کے بارے میں بتایا تھا تو یہ بہر حال ایک انوکھی بات تھی اور ساتھ ہی ساتھ دل گداز بھی، چنانچہ مہر النساء نے کہا۔

”شہزاد علی..... میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔“

”اللہ آپ کا بھلا کرے بڑی اماں آئیے..... مہر النساء شہزاد علی کے ساتھ اسٹیشن سے باہر نکل آئی..... شہزاد علی کو اس درویش کی بات پر اتنا بھروسہ تھا کہ اس نے آگے کے انتظامات بھی کر رکھے تھے، چنانچہ ایک تانگہ تیار ملا..... تانگے کا کوچوان گھوڑے کے ساتھ کھڑا ہوا تھا..... شہزاد علی باہر نکل کر اس کے قریب پہنچا تو کوچوان نے کہا۔“

”آگے تمہارے مہمان شہزاد علی۔“

”ہاں بابا کریم بخش۔“

”کوئی سامان وغیرہ ساتھ نہیں ہے؟“

”درویشوں اور بزرگوں کے ساتھ سامان کہاں ہوتا ہے بابا کریم بخش۔“

”ٹھیک کہتے ہو تو ان کا سامان تو ان کی ذات ہی ہوتی ہے..... اتنا بوجھ ہوتا ہے ان پر اس سامان کا کہ اٹھایا نہیں جاتا..... بی بی صاحب بیٹھ جائیے“ تانگے والے بابا کریم بخش کی گفتگو بڑی صاف اور شگفتہ تھی..... مہر النساء نے اسے محسوس کیا اور یہ اندازہ لگایا کہ وہ کوئی پڑھے لکھے آدمی ہیں..... ویسے علم کسی کی جاگیر نہیں ہوتا..... کوئی بھی شخص باقاعدہ سکولوں سے تعلیم یافتہ نہیں لیکن زیور تعلیم سے آراستہ ہونا بھی کوئی مشکل کام نہیں ہوتا..... وہ تانگے کے پچھلے حصے میں بیٹھ گئی..... بڑے دل، گردے کا کام تھا ایک نوجوان اور نوخیز لڑکی اس طرح نہ صرف ماری پھر رہی تھی بلکہ نادیدہ دشمن اس کی تاک میں بھی تھے اور وہ پورے اعتماد سے نئے نئے ہنگاموں میں ٹانگ اڑاتی جا رہی تھی، لیکن اس سلسلے میں مہر النساء کا تصور یہ

ہی درجہ دے گا..... اصل میں..... میں آپ کو سیدھا اپنے گھر اس لئے نہیں لے جا رہا کہ پہلے آپ کو تمام صورت حال سے آگاہ کر دوں، اس کے بعد آپ جو بھی فیصلہ کریں گی وہ بجز ہوگا۔“

”کیا نیاز خاں کو معلوم ہے کہ تم ریلوے اسٹیشن آئے ہو اور کسی کو لے کر اس کے گھر آ رہے ہو؟“

”ہاں..... سب کچھ بتا دیا ہے میں نے اسے..... وہی میرا ایک گہرا راز دار دوست ہے۔“
 ”ٹھیک ہے۔“ پتلی سی گلی میں داخل ہونے کے بعد مہر النساء اور شہزاد علی ایک معمولی سے مکان کے دروازے پر رک گئے..... شہزاد علی نے زنجیر بجائی تو نیاز خاں نے دروازہ کھولا اور پھر نیاز خاں کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار پھیل گئے، لیکن کچھ بولے بغیر وہ پیچھے ہٹ گیا اور شہزاد علی نے بڑے ادب کے ساتھ مہر النساء کو اندر آنے کا اشارہ کیا اور بولا۔“

”آئیے بڑی اماں..... یہ میرا دوست نیاز خاں ہے..... نیاز خاں نے مہر النساء کو سلام بھی کیا تھا اور پھر بڑے احترام سے اندر لے گیا تھا، جہاں ایک بزرگ خاتون موجود تھیں.....“
 ”بچے سو رہے تھے..... بزرگ خاتون بھی جاگ رہی تھیں..... شاید نماز سے فارغ ہوئی تھیں..... بڑے احترام سے بولیں۔“

”آؤ بہن اندر آ جاؤ..... مہر النساء نے نیاز خاں اور اس کی والدہ کے چہرے پر حیرت کے آثار دیکھے تھے..... نیاز خاں بھی ایک شریف صورت آدمی معلوم ہوتا تھا..... برآمدے کے تخت پر بیٹھ کر مہر النساء بولی۔“

”ہاں شہزاد علی بھائی اب آپ بتائیے آپ کا مسئلہ کیا ہے؟ آپ مجھے یہاں لے کر آئے ہیں تو کم از کم یہ بات میں جانتی ہوں کہ نیاز خاں بھائی آپ کے راز دار دوست ہوں..... بتائیے مشکل کیا ہے؟“

”بہن ابھی تو آپ ہماری مہمان آئی ہیں..... کچھ چائے پانی تو ہو جائے..... ناشتے کا انتہائی غریب لوگ ہیں ہم مگر تھوڑی سی خدمت کا موقع تو ضرور دیجئے گا..... چلو تم

تھا کہ وہ تو ایک آزمائش ہے، ایک طرح سے ایک شیطان کے خلاف ہتھیار ہے، جو کسی کے ہاتھ میں اور کوئی اور اسے استعمال کر رہا ہے..... ہتھیار کا کیا بگڑتا ہے..... کانے گا یا زور جائے گا اور بس اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا..... یہ اس کا ایمان تھا اور اسی ایمان کے تحت اجنبی لوگوں کے درمیان..... بڑے سے بڑے لوگوں کے درمیان گھس رہی تھی..... آپ کو آزار ہی تھی، اس کے علاوہ ایک اور تصور بھی اس کے دل میں تھا..... بدن کو..... ہے..... روح اس کی اپنی..... کشاکش کے جسم سے اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور وہ بے جگر سے مشکل سے مشکل لمحات کا سامنا کر رہی تھی لیکن یہ اعتماد بھی بڑھتا جا رہا تھا کہ بدن سے شک کشاکش کا سہی لیکن اس کی محافظت ہو رہی ہے اور کوئی گندی اور میلی نگاہ اس بدن کو داغ نہیں کر سکے گی..... اس لئے وہ بے دھڑک تھی، چادر میں لپٹے ہوئے کی وجہ سے بچا رہا تھا..... علی جو شکل و صورت سے ایک پڑھا لکھا آدمی معلوم ہوتا تھا اور خاصا پروقار بھی..... بڑی اماں کہہ کر مخاطب کر رہا تھا..... شہزاد علی تانگے والے کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ہانگ خاموشی سے سنان سڑکوں کو عبور کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا..... بستی بے شک چھوٹی تھی لیکن صاف شفاف تھی..... سڑکوں پر جھاڑ دی جا رہی تھی اور صبح کا سہانا منظر ماحول کی دلکشی میں ایک انوکھا اضافہ کر رہا تھا..... سفر بالآخر ایک جگہ ختم ہو گیا..... شہزاد علی نے اتر کر تانگے والے کو پیسے دیئے اور پھر پیچھے آکر بولا۔“

”بڑی اماں آپ کا بھائی ہوں یا بیٹا ہوں جو بھی سمجھ لیجئے گا..... آئیے آپ کو سہارا دے کر نیچے اتار دوں۔“

”نہیں بھائی میں اتر جاؤں گی..... مہر النساء نے کہا اور اطمینان سے نیچے اتر گئی تانگے والا ذرا سا آگے بڑھا تو شہزاد علی نے ایک پتلی گلی کا رخ کیا اور بولا۔“

”بڑی اماں میں آپ کو سیدھا اپنے گھر نہیں لے جا رہا بلکہ اپنے دوست کے گھر لے جا رہا ہوں جس کا نام نیاز خاں ہے..... نیاز خاں بہت اچھا انسان ہے..... بیوی مریچکی ہے..... چھوٹے بچے ہیں..... والدہ کے ساتھ رہتا ہے..... میرا ہم راز ہے..... آپ کو بہن اور مال

دونوں باہر جاؤ..... ایک پردے دار بی بی تمہارے سامنے چہرہ تو نہیں کھول سکتیں۔
 ”بڑی اماں ہم دونوں آپ کے بچے ہیں جس طرح یہ میری ماں ہے اسی طرح
 ہماری ماں ہیں..... ہم آپ کا بے حد احترام کریں گے..... آپ کو ذرا برابر تکلیف
 ہوگی..... آؤ اماں سچ کہہ رہی ہیں..... پہلے تھوڑی سی خاطر مدارت تو کر لی جائے اور
 ناشتہ لے کر آتا ہوں..... آؤ شہزاد علی، دونوں باہر نکل گئے..... مہر النساء کو دل میں
 آرہی تھی..... خوب بڑی اماں بنی تھی وہ لیکن ابھی اس کا راز فاش ہونے والا تھا۔
 دونوں باہر چلے گئے تو نیاز خاں کی والدہ کہنے لگیں۔“
 ”بہن اب آرام سے بیٹھو..... چہرے سے یہ چادر ہٹا دو..... یہاں کوئی مرد
 رہا..... مہر النساء نے ہنستے ہوئے اپنا چہرہ کھولا تو عمر رسیدہ خاتون منہ پھاڑ کر رہ گئیں۔
 تک کچھ نہ بول سکیں..... آگے بڑھیں اور حیرت سے مہر النساء کا چہرہ دیکھا اور پھر انہیں
 دیکھتے ہوئے کہا۔

”اے میرے مولا! تم کون ہو بی بی۔“

”بڑی اماں مہر النساء نے کہا اور ہنس پڑی۔“

”لو خدا کی نیکی ارے تم بڑی اماں ہوئیں تو ہم تو دادی اماں کہلائیں گے بلکہ
 اماں..... اے میں کہتی ہوں یہ شہزاد علی کا کیا دماغ پھر گیا ہے..... ارے چھوٹی سی بی بی
 اماں بڑی اماں کہے جا رہا ہے..... مہر النساء کو خوب ہنسی آرہی تھی..... ہنستی رہی پھر بولی۔
 ”اب آپ بتائیے میں آپ کو کیا کہوں؟“

”بیٹی سچ میں تو تمہاری ماں کیا دادی کے برابر ہوں..... ارے ابھی تمہارا
 کتنی سی ہے، مگر بیٹی یہ قصہ کیا ہے..... بات میری سمجھ میں نہیں آئی..... ایک بار
 معاف کرنا..... بڑے اعتماد کے ساتھ کہہ رہی ہوں..... شہزاد علی بالکل نیک بچہ ہے
 کسی بات پر شبہ تو میں قیامت تک نہیں کر سکتی..... ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے اس
 بیٹی تمہیں اللہ کا واسطہ مجھے بتاؤ تو سہی قصہ کیا ہوا ہے یہ..... ارے تم تو چھوٹی سی بی بی

بہ رہا تھا کہ کسی درویش نے کسی اللہ والی خاتون کی آمد کی خبر دی ہے اسے..... اور اللہ نے چاہا تو اس
 کے حالات بہتر ہو جائیں گے..... کوئی دھوکا ہو گیا اسے کیا۔“

”کیا کہہ سکتی ہوں اماں بی..... بس آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میں ریلوے اسٹیشن پر اتری اور
 شہزاد علی بھائی مجھے بڑی اماں..... بڑی اماں کہہ کر یہاں تک لے آئے..... کہنے لگے کہ ان کی
 کوئی مشکل ہے جو میری وجہ سے دور ہو جائے گی۔“

”اے بیٹا غلط فہمی ہو گئی ہے بے چارے کو..... حالات نے اتنا ستایا ہے اسے کہ دماغ گھوم
 کر رہ گیا ہے..... ویسے میں پھر تمہیں یقین دلارہی ہوں کہ بڑا نیک بچہ ہے..... اللہ اس کی
 مشکل دور کرے..... غلط فہمی میں آ گیا ویسے بیٹی تم کہاں جا رہی تھیں..... یہیں اترنا تھا کیا؟۔“
 ”اماں بی آپ یوں سمجھ لیجئے کہ میں بھی بس در بدر بھٹک رہی ہوں..... اپنے مشکل
 حالات سے گزر رہی ہوں..... آپ جیسے بزرگوں کے زیر سایہ آگئی ہوں..... ہو سکتا ہے
 آپ کی دعا سے میری مشکل حل ہو جائے۔“

”لو بی بی یہ تو معاملہ ہی الٹا ہو گیا..... ارے واہ اس کے بعد عمر رسیدہ خاتون حیرت سے
 نکلیں تو انہوں نے بھی خوب قہقہے لگائے..... مہر النساء کو یہاں آکر بہت اچھا لگ رہا تھا.....
 ایک دلچسپ غلط فہمی نے بہت ہی دلچسپ حالات پیدا کر دیئے تھے..... عمر رسیدہ خاتون بڑی
 خوش مزاج تھیں..... وہ مہر النساء سے اس کے حالات پوچھتی رہیں اور مہر النساء نے انہیں
 بتایا کہ بس اللہ کے نام کے ساتھ اسے ہدایات دی گئی ہیں کہ جس طرح بھی بن پڑے لوگوں
 کی مشکلات میں ان کا ساتھ دے اور وہ اپنا فرض پورا کر رہی ہے..... غرضیکہ صورت حال
 اس شکل میں چلتی رہی..... کچھ دیر کے بعد شہزاد علی اور نیاز خاں آگئے..... حلوہ پوری وغیرہ
 ہاتھ لائے تھے..... بڑی بی بی نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا، ورنہ اس سے پہلے وہ ہنستی جا رہی
 تھی اور انہوں نے بعد میں یہ کہا تھا کہ شہزاد علی اور نیاز خاں کو ابھی صورت حال نہیں بتائیں
 گے..... لیکن ان کے چہرے کی شگفتگی اور خوش مزاجی دیکھ کر نیاز خاں نے کہا۔“

”کیا بات ہے اماں اپنی عمر کی مل گئیں تو خوشیوں سے پھولے نہیں سار ہیں لیکن خیال

رکھنا اللہ والے لوگ ہوتے ہیں..... کسی بات پر بگڑ نہ جائیں۔“

”خوشی سے..... خوشی سے بچے ابھی اٹھنے والے ہیں انہیں تیار کر کے سکول بھیجوں

کیا کہوں نوجوان بھوڑمہ داریاں میرے سپرد کر کے اس دنیا سے چلی گئی۔“

”یہی میں آپ سے پوچھنے والی تھی نیاز خاں بھائی کی بیگم؟“

”ہم اپناؤں بیٹی تیسرے بچے کی پیدائش میں بس دنیا چھوڑ گئیں..... بچہ بھی اللہ میاں کو

پیارا ہو گیا..... تفصیل بے کار ہے..... ہم غریب لوگ ہیں لیکن زندگی موت تو اللہ کے ہاتھ

ہوتی ہے..... یہ ہمارا ایمان ہے..... بڑے ہسپتالوں میں لے جاتے تو کیا موت نہ واقع ہوتی۔“

”جی..... مہر النساء نے کہا پھر وہ ایک بستر پر لیٹ کر سو گئی..... رات بھر کی جاگی ہوئی

تھی..... ریل میں بھلا نیند کہاں آتی ہے..... بس یونہی پلکیں جھپکی تھیں اور صبح کی روشنی

نودار ہو گئی تھی، چنانچہ اس وقت سوئی تو دوپہر کو بارہ بجے اٹھی..... بچے سکول جا چکے تھے،

یک لڑکا تھا ایک لڑکی تھی..... بس اس نے ان کی ایک جھلک ہی دیکھی تھی..... نیاز خاں بھی

ناپید اپنے کام پر چلا گیا تھا..... مہر النساء نے اٹھ کر منہ ہاتھ دھویا..... رقیہ بیگم باورچی خانے

میں مصروف تھیں..... منہ ہاتھ دھونے کے بعد مہر النساء ان کے پاس چلی گئی۔“

”رقیہ خالہ آپ کے ساتھ باورچی خانے میں کام کروں گی۔“

”ارے بیٹی شرمندہ تو نہ کرو..... آج ہی تو مہمان آئی ہو..... بچی ہو میری مجھے تم سے

مکرانے میں کوئی آر نہیں ہے پرا بھی کچھ نہ کرو۔“

”رقیہ خالہ بہت عرصے سے میں نے ایسا ماحول نہیں دیکھا..... آپ کے ہاں آکر بڑی

محبت محسوس ہو رہی ہے..... خدا کرے میں شہزاد بھائی کے کچھ کام آجاؤں، لیکن آپ کا

رنگی مجھے اپنا ہی گھر محسوس ہوا ہے۔“

”لو پھر یہ تھوڑی سی پیاز کاٹ لو، اگر شوق ہی پورا کرنا ہے تو کر لو..... میں راستہ نہیں

دیکھ رہی..... بہت عرصے کے بعد گھر جیسا ماحول ملا تھا مہر النساء کو..... پیاز کاٹتے ہوئے

آنکھوں میں آنسو آگئے..... جی بھر کر آنسو بہائے..... رقیہ خالہ یہی سمجھیں کہ پیاز کے آنسو

نہیں ان کی آڑ میں دل کی بھڑاس بھی نکل گئی تھی..... کھانا تیار ہو گیا..... بچے سکول سے

”تم دونوں باہر جا کر ناشتہ کرو..... میں تمہاری بڑی اماں کے ساتھ ناشتہ کر

ہوں..... وہ دونوں باہر نکل گئے..... مہر النساء نے ناشتے میں تکلف نہیں کیا تھا..... اللہ کا

تھا اس کی رحمت سمجھ کر قبول کرنا تھا..... ہاں بس یہ دعا تھی اس کے دل میں..... کہ ان

مشکل کا حل دریافت کر لے..... ناشتے کے دوران اس نے نیاز خاں کی والدہ جن کا نام

بیگم تھا ان سے پوچھا کہ معاملہ کیا ہے تو رقیہ بیگم کانوں کو ہاتھ لگا کر بولیں۔“

”نہ بی بی نہ..... یہ امانت میں خیانت ہو گی کیونکہ معاملہ شہزاد علی کا ہے اور ایسا

کہ تذکرہ کرتے ہوئے جان نکلتی ہے..... میں بیچ میں نہیں پڑوں گی بیٹیا..... ساری باتیں

جائیں اور وہ سب جائیں میں کچھ نہیں بتانے کی..... شہزاد علی ہی سب کچھ بتائے گا۔“

”ٹھیک ہے میں شہزاد علی بھائی سے ہی پوچھ لوں گی..... مہر النساء نے کہا..... ناشتے

فراغت ہو گئی تو شہزاد علی نے کہا۔“

”رقیہ خالہ میں ذرا گھر جا رہا ہوں..... گھر کا بھی جائزہ لے لوں..... دیکھوں ذرا رشتہ

کیا حال ہے۔“

”جاؤ تم آرام سے جاؤ..... تمہاری بڑی اماں میری مہمان ہیں..... بے فکر ہو

جاؤ..... شہزاد علی مہر النساء کے سامنے آکر بولا۔“

”بڑی اماں دوپہر تک کی اجازت چاہتا ہوں مجھے یقین ہے کہ آپ کو یہاں کوئی تکلف

نہیں ہو گی..... جب آپ میری مشکل حل کرنے کے لئے آئی ہیں تو یقینی طور پر مجھے دن

بھی دیں گی، اس کا صلہ میں تو آپ کو کیا دے سکوں گا اللہ تعالیٰ دے گا۔“

”ٹھیک ہے شہزاد بھائی آپ جائیے۔“

رقیہ بیگم نے تو مہر النساء کو کچھ نہیں بتایا تھا لیکن مہر النساء بھی آرام کرنا چاہتا

تھیں..... جن واقعات سے گزر کر یہاں تک آئی تھی اب اس کے بعد تھوڑا سا آرام

تو اسے بھی سکون مل جاتا..... اس نے رقیہ خالہ سے اس کا اظہار کیا تو وہ کہنے لگیں۔“

”مہر النساء منتظر نگاہوں سے سامنے بیٹھے ہوئے شہزاد علی کو دیکھ رہی تھی۔ وہ نگاہیں جکائے بیٹھا ہوا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک شریف النفس نوجوان معلوم ہوتا تھا۔ ایک بار بھی اس نے مہر النساء کے چہرے کی طرف نظر نہیں اٹھائی تھی۔ بے شک چہرہ چادر میں چھپا ہوا تھا، لیکن مہر النساء کی چال ڈھال۔۔۔ اس کا انداز ستر پردوں میں بھی ظاہر کر دیتا تھا کہ وہ ایک نوجوان اور نوخیز لڑکی ہے، لیکن اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ شہزاد علی کی شرافت اسے نگاہیں اٹھانے تک سے روک رہی ہے۔ شہزاد علی کچھ لمحے خاموش رہا پھر اس نے کہا۔

”بڑی اماں۔۔۔ میں ٹھیکیدار ہوں۔۔۔ مختلف قسم کے ٹھیکے اٹھاتا ہوں۔۔۔ اللہ تعالیٰ انجی دال روٹی چلا دیتا ہے۔۔۔ سڑکیں بھی بناتا ہوں۔۔۔ پل بھی بناتا ہوں۔۔۔ عمارتیں بناتا ہوں۔۔۔ تھوڑی سی کاشتکاری بھی ہے۔۔۔ باغ لگا رکھا ہے۔۔۔ بہت سے مزدور میرے ساتھ کام کرتے ہیں۔۔۔ میں آپ کو انتہائی مختصر الفاظ میں اپنی داستان سنانے کی کوشش کروں گا۔۔۔ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ۔۔۔ بات ایک سونے کے مجسمے کی ہے۔۔۔ یہ مجسمہ مجھے کدائی کے دوران ایک جگہ سے دستیاب ہوا تھا۔۔۔ ایک عجیب و غریب قسم کا شیطانی مجسمہ تھا، لیکن میرے اپنے تجربے نے بھی مجھے بتا دیا کہ وہ خالص سونے کا ہے۔۔۔ وزن اس مجسمے کے قریب ہو گا۔۔۔ آپ خود سوچ لیجئے۔۔۔ بڑی اماں! ایک ایسا سونے کا مجسمہ جو نہ تو ایسی جگہ سے دستیاب ہو جائے جہاں کوئی اس کا دعویدار نہ ہو۔۔۔ کسی انسان کے لئے نہ نیت رکھ سکتا ہے؟ میں خاموشی سے اسے گھر لے آیا۔۔۔ دو دن تک یہ سوچتا رہا کہ

واپس آگئے۔۔۔ دونوں بہت پیارے تھے۔۔۔ مہر النساء کو اپنا بچپن یاد آگیا، لیکن بہر حال جذباتی باتیں ہوتی ہیں اور ان کے بارے میں سوچنا بڑا عجیب لگتا ہے۔۔۔ نیاز خاں اور شہزادہ تو واپس نہیں آئے تھے بچوں کے ساتھ کھانا کھایا اور مہر النساء ان بچوں سے بات کر رہی۔۔۔ دو بجے ہوں گے جب شہزاد علی نے دروازے پر دستک دی اور رقیہ خالہ نے کہا۔

”یہ شہزاد علی ہے تم چہرہ ڈھک لو۔۔۔ مہر النساء نے دلچسپی کی خاطر اپنے چہرہ چادر اسی انداز میں لپیٹ لی کہ اس کی آنکھیں نظر آتی رہیں اور باقی اس کا چہرہ جائے۔۔۔ اجازت ملنے پر شہزاد علی اندر آگیا۔۔۔ بڑے ادب سے رقیہ خالہ اور مہر النساء کو سلام کیا اور بولا۔

”بڑی اماں مجھے یقین ہے کہ آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی ہوگی۔“

”ہاں۔۔۔ آپ نے تو مجھے بہت اچھا ماحول مہیا کر دیا ہے شہزاد علی بھائی۔“

”یہ میرا اپنا ہی گھر ہے کھانا وغیرہ کھالیا ہے آپ نے۔“

”ہاں۔“

”میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اپنی پیتا (کہانی) سنا دوں اور آپ سے درخواست کر لوں کہ اللہ کے نام پر میری مدد کیجئے گا۔۔۔ اللہ نے آپ کو میرا مددگار بنالیا ہے۔۔۔ میں آپ بات کہتے ہوئے کوئی جھجک نہیں محسوس کروں گا۔“

”کیوں نہیں۔۔۔ مہر النساء نے پورے خلوص کے ساتھ کہا۔۔۔ یہ بات کیا کہ شہزاد علی کو عماد الدین نے مہر النساء کے آنے کی خبر کی تھی۔۔۔ روحانیت کا ایک طویل جاری تھا اور مہر النساء اس بوجھ سے سرشار تھی۔۔۔ بہر حال اس کے بعد شہزادہ بخونڈے پر گردن جھکا کر بیٹھا گیا اب وہ اپنی کہانی سنانے کے لئے تیار تھا۔



”یہ مجسمہ بولتا ہے..... چلتا ہے..... ہلتا جلتا ہے“ اور یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ
 بی کہ اس وقت اس مجسمے کا انداز بدلا ہوا تھا..... شکل و صورت وہی تھی..... پہلے اس کے
 پنجے بنے پر بندھے ہوئے تھے..... لیکن اس وقت اس نے دونوں ہاتھ نیچے کئے ہوئے
 تھے..... مجھے اپنی عقل پر کوئی شبہ نہیں ہے اور نہ ہی اپنی یادداشت پر..... بہر حال..... پھر
 ایک دن رشیدہ نے مجھے بتایا کہ مجسمہ خود اس کے سامنے چلتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا
 ہے..... اس دوران رشیدہ کی تو بہت بری حالت تھی..... میں بھی اعتراف کرتے ہوئے
 نرم محسوس نہیں کرتا کہ خود میری بھی سیٹی گم ہو گئی تھی..... ایسے واقعات سے کبھی واسطہ
 نہ پڑا نہیں تھا، لیکن دوسروں سے قصے بہت سے سنے تھے..... اتنی بھی ہمت نہیں ہو سکی کہ
 کلمہ دروازے سے باہر جا کر مجسمہ تلاش کرتا..... مجسمہ گھر میں موجود نہیں تھا..... رشیدہ
 نے مجھے بتایا تھا کہ اس نے اپنی آنکھوں سے اس مجسمے کو چل کر باہر جاتے ہوئے دیکھا ہے.....
 بری اپنی حالت ایسی تھی کہ میں رشیدہ کو تسلی کے الفاظ بھی نہیں کہہ سکتا تھا..... وہ بری
 لڑخواری ہوئی تھی..... اس رات نہ وہ خود سوئی نہ مجھے سونے دیا..... صبح کو اس نے پریشانی
 سے کہا۔
 ”اب تو اس گھر میں مجھے شدید خوف محسوس ہوتا ہے..... شہزاد! تم تو چلے جاؤ گے کام
 بازار میں خوف سے مرتی رہو گی۔“

”میں کیا بتاؤں تمہیں رشیدہ.....؟ لیکن تم ہمت سے کام لو..... کام بہت ضروری ہیں
 میں میں جھٹی کر لیتا..... بے شک وہ مجسمہ سونے کا تھا اور میں لالچ میں اسے گھر لے آیا تھا،
 لہذا اگر ایسی کوئی بات ہے تو وہ دفعان ہو گیا..... اب خوف بیکار ہے..... اپنے آپ کو سنبھالو
 منت سے کام لو۔“

”بچے تو سکول چلے جائیں گے اور میں تہوار ہوں گی..... رشیدہ دہشت بھری آواز میں
 بہر حال..... میں نے اسے بڑی مشکل سے سمجھایا، پھر میں اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چل
 سائٹ پر پہنچا تو وہاں دوسری مصیبت انتظار کر رہی تھی..... مزدوروں نے کام شروع

رشیدہ کو اس کے بارے میں بتاؤں کہ نہیں..... میں نے اسے بڑی حفاظت سے ایک
 کیس میں رکھ دیا تھا، لیکن..... دوسری صبح جب میں جاگا تو میں نے رشیدہ کو حیران
 پایا..... ایک بات بتا دوں آپ کو..... کہ رشیدہ کے والد سنار کا کام کرتے ہیں..... خود
 بھی سونے کے بارے میں بڑی پرکھ ہے..... رشیدہ مجسمہ ہاتھ میں لئے بیٹھی تھی
 اس کے ہاتھ میں مجسمہ دیکھ کر حیران رہ گیا..... اس نے خود ہی مجھے مخاطب کیا اور بولی
 ذرا اسے دیکھئے..... یہ خالص سونے کا ہے..... کیا آپ اسے لے کر آئے تھے؟
 لے کر آئے تھے تو اسے اتنی آسانی سے کارنس پر رکھ کر چھوڑ دیا۔“

”کارنس پر“ میں حیرت سے اچھل پڑا۔
 ”ہاں..... بچے اس سے کھیل رہے تھے..... مجھے دکھاتے ہوئے کہنے لگے.....
 ماما..... کیسا خوبصورت کھلونا ہے“ میں تو اسے دیکھ کر حیران رہ گئی..... میں نے مجسمہ
 ہاتھ سے لے لیا..... رشیدہ کی بات مجھے عجیب سی لگی تھی..... میں نے بچوں سے
 پوچھا کہ انہوں نے مجسمہ کہاں سے اٹھایا ہے.....؟ میرے بچے بہت معصوم ہیں.....
 نے کہا کہ یہ مجسمہ کارنس پر رکھا ہوا تھا..... میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ سوٹ کیس۔
 کر کارنس پر کیسے آگیا؟ لیکن میں نے اسے لے کر دوبارہ ایک الماری میں بند کر
 دوسرے دن پھر وہ مجسمہ اسی کارنس پر تھا اور اس دن میں نے اسے اپنی آنکھوں سے
 تھا..... اب تو مجھے حیرت ہوئی اور میں نے رشیدہ کو اس سلسلے میں بتایا تو وہ بھی حیران
 لیکن وہ عورت تھی خوفزدہ لہجے میں بولی۔
 ”آپ اس کی صورت دیکھ رہے ہیں..... یہ بڑا عجیب ہے..... کہیں کوئی جادو
 نہ ہو“ میں خود بھی حیران تھا..... میں نے کہا۔“

”رشیدہ..... اسے اپنے پاس رکھو..... اور ذرا اس کا جائزہ لو“ لیکن اس شام جب
 واپس آیا تو رشیدہ کی بری حالت تھی..... وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی..... میں
 سے اس کے خوف کی وجہ پوچھی تو وہ بولی۔

نہیں کیا تھا بلکہ وہ باغ سے کچھ دور بیٹھے میرا انتظار کر رہے تھے۔ ان دنوں میں باغ پر
کر رہا تھا۔ مزدور عام حالات میں کام شروع کر دیتے تھے، لیکن اس دن جب سب
گرد جمع ہو گئے تو میں نے پوچھا۔

”کیا بات ہے۔۔۔ تم لوگوں نے کام کیوں نہیں شروع کیا۔“

”ہم یہاں کام نہیں کریں گے۔۔۔ ٹھیکیدار۔۔۔ باغ میں بھوت بستے ہیں۔۔۔ ہمارا
آدمی زخمی ہو گیا ہے۔“

”ارے کیسے“ میں نے پریشانی سے پوچھا تو مزدور مجھے تفصیل بتانے لگے۔۔۔ ان
سے ایک نے کہا۔

”ٹھیکدار! ہم نے اپنے لئے گوشے میں ایک آرام گاہ بنا رکھی ہے۔۔۔ ہمارا ایک
اس آرام گاہ میں سو رہا تھا کہ کسی نے اسے اٹھا کر پلنگ سے بچ دیا۔۔۔ اچھی خاصی چوٹ لگی
اس کے۔۔۔ وہ حیران رہ گیا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ ایسا کس نے کیا ہے؟
دوسرے مزدور اس پر حیرت کر رہے تھے کہ ایک دوسرا مزدور کھڑا ہو گیا۔۔۔ اس نے
لباس اتار کر پھینک دیا اور بھیاںک آواز میں چیخنے لگا۔۔۔ صاحب۔۔۔ میں اپنے بچوں کی تم
رہا ہوں کہ وہ مزدور عجیب سی آواز میں بول رہا تھا۔۔۔ اس کی زبان باہر نکل آئی تھی
آنکھیں شیشے کی طرح چمکنے لگی تھیں۔۔۔ وہ بھیاںک انداز میں چیختا اور ناچتا رہا اور ہم
وہاں سے بھاگ آئے۔۔۔ صبح کو وہ اسی جگہ زخمی حالت میں پڑا ملا اور اس نے کہا کہ یہاں
بند کر دو ورنہ سب مارے جاؤ گے۔

”کون سے مزدور کی بات کر رہے ہو تم؟“

”حمید اکی۔۔۔ وہ جاچکا ہے یہاں سے صاحب۔“

”کیسی بچوں جیسی باتیں کر رہے ہو تم۔۔۔؟ بھلا ایسا ہو سکتا ہے حمید خود بھاگتا
ہوگا۔۔۔ کہیں اور نوکری مل گئی ہوگی اسے۔۔۔ تم لوگوں کو بھی بہکا کر چلا گیا۔“

”نہیں صاحب۔۔۔ ہم کام نہیں کریں گے۔۔۔ ہمارا خساب کر دو۔۔۔ بڑی بات

میں نے ان کو بہت سمجھایا اور کہا کہ بے شک کچھ دنوں کے لئے کام بند کر دیں، مگر انہوں نے
میری ایک نہیں مانی اور مجھے کام بند کرنا پڑا۔۔۔ میرا بڑا قیمتی سامان وہاں پڑا ہوا تھا۔۔۔ بہت
بڑی رقمیں اس کام پر لگا چکا تھا۔۔۔ میں بڑا پریشان ہو گیا۔۔۔ پھر میں نے سوچا کہ شہر سے
دوسرے مزدور لے کر آؤں۔۔۔ کام تو شروع کرانا ہی ہے۔۔۔ بہر حال۔۔۔ میری پریشانی کی
انتہا نہیں تھی۔۔۔ میں ان لوگوں کو سمجھا بجا کر اور یہ کہہ کر کہ میں ان لوگوں کا حساب کتاب
کر دوں گا۔۔۔ وہاں سے واپس پلٹا اور گھر کی طرف چل پڑا۔۔۔ ادھر گھر کی پریشانی تھی اور
وہاں اس پریشانی کا آغاز ہو گیا تھا۔۔۔ بہر حال۔۔۔ گھر آیا تو رشیدہ پر سکون نظر آئی۔۔۔ بچے
سکول سے واپس آچکے تھے اور رشیدہ نے معمول کے مطابق انہیں سلا دیا تھا۔۔۔ میں نے
رشیدہ سے پوچھا۔

”تم ٹھیک تو ہونا۔۔۔ رشیدہ۔“

”ہاں۔“

”کھانا پکا یا ہے تم نے۔“

”ہاں“ اس نے جواب دیا۔۔۔ عجیب ٹھہرا ٹھہرا لہجہ تھا۔۔۔ رشیدہ کے بولنے کا یہ انداز
نہیں تھا۔۔۔ ہمارے درمیان بہت محبت ہے۔۔۔ بڑی اماں۔۔۔ ایک دوسرے کے مزاج سے
آشنائی رکھتے ہیں۔۔۔ سب سے پہلے تو مجھے اس بات پر حیرت ہوئی تھی کہ رشیدہ نے میری
ایسا اسی طرح واپسی کے بارے میں بھی نہیں پوچھا تھا۔۔۔ ورنہ وہ حیرانی سے ضرور
پوچھتی کہ میں اتنی جلدی واپس کیسے آگیا۔۔۔؟ وہ کھانا لینے کے لئے نکل گئی تو میں بڑے
غیب سے انداز میں سوچنے لگا کہ ایسا کیوں ہوا ہے؟ پھر وہ کھانے کی ٹرے لئے ہوئے اندر
داخل ہو گئی۔۔۔ بڑے سنٹر ٹیبل پر رکھی۔۔۔ واپس مڑی اور دروازہ اندر سے بند کر دیا۔۔۔ یہ
مجھے سمجھ میں نہ آنے والا ایک عمل تھا۔۔۔ میں نے گردن جھٹک کر کھانے کی طرف توجہ دی
اور سالن کی پلیٹ کی طرف ہاتھ اٹھایا۔۔۔ تو میرے حلق سے چیخ نکل گئی۔۔۔ سالن کی پلیٹ
میں پیلا رنگ کے پانی کے ساتھ بہت سی مردہ چھپکلیاں تیر رہی تھیں۔۔۔ میں نے بے اختیار

اٹھا کر پلیٹ پھینک دی اور پھر وحشت زدہ نظروں سے رشیدہ کو دیکھا۔ وہ سیدھی ہوتی تھی۔ میرا سانس بند ہونے لگا۔ رشیدہ کا چہرہ بے حد بھیاںک ہو رہا تھا۔ اس کے ایک ایک انچ لمبے ہو گئے تھے۔ آنکھوں کا رنگ سرخ تھا اور ان کی پتیلیاں غائب ہو گئیں۔ سر کے بال اس طرح بار بار لہر رہے تھے جیسے سانپ کھلبلا رہے ہوں۔ یہ ہیبت ناک صورت دیکھ کر میرا رواں روال کانپ اٹھا۔ اعصاب بے جان ہو گئے بولنے کی کوشش کی لیکن آواز نہیں نکلی۔ دہشت سے اسے دیکھتا رہا۔ اس نے کچھ مجھے گھورا۔ پھر زمین پر پڑی ہوئی چھپکلیوں کو دیکھنے لگی۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر ان قریب پہنچ کر الٹی ہوئی پلیٹ سیدھی کی اور کلبلائی ہوئی چھپکلیاں جن چن کر اس پر رکھنے لگی۔ میں سکتے کے عالم میں اسے دیکھتا رہا۔ وہ اپنے کام میں اس قدر مصروف تھی جیسے اسے یہاں میری موجودگی کا پتا بھی نہ ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کروں؟ رشیدہ اپنا کام کرتی رہی۔ پھر میں نے محسوس کیا۔ جیسے وہ اوگھ رہی ہو۔ بار اس کے سر کو جھٹکے لگ رہے تھے۔ کچھ دیر کے بعد وہ فرش پر وہیں سیدھی لیٹ گئی۔ محسوس ہوا جیسے وہ بے ہوش ہو گئی ہو۔ اس کے چہرے میں بھی تبدیلیاں رونما ہونے لگیں تھیں اور آہستہ آہستہ وہ اپنی اصلی صورت میں واپس آتی جا رہی تھی۔ میرے ہونے والے حواس اڑے ہوئے تھے، لیکن میں مرد تھا مجھے اپنے آپ کو سنبھالنا بھی تھا، چنانچہ میں نے اعصابی قوتوں کو سنبھالا اور اپنی جگہ سے ہلنے میں کامیاب ہو گیا۔ رشیدہ میری ہوتی تھی۔ میرے بچوں کی ماں تھی۔ وہ جس کیفیت کا بھی شکار تھی، میں اسے چھو بھاگ تو نہیں سکتا تھا۔ میں صرف اپنی زندگی سے ہی نہیں دلچسپی رکھتا تھا، بلکہ یہ گھر تھا۔ بڑی اماں۔ اگر ایک انسان کی حیثیت سے سوچیں تو مجھ جیسے انسان پر تو کیا قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ رشیدہ جس سزا میں گرفتار ہوئی تھی اسے بھی دیکھنا تھا۔ اب بھی سنبھالنا تھا۔ بچوں کا خیال بھی کرنا تھا۔ بڑی مشکل سے میں اس کے قریب اب اس کی صورت بالکل ٹھیک ہو گئی تھی۔ سانس چل رہی تھی اور پلیٹ میں پڑی

بڑا گھناؤنا منظر پیش کر رہی تھیں، لیکن میں نے اس منظر کو بھی نظر انداز کر دیا۔ رشیدہ کی گردن میں اور پاؤں میں ہاتھ ڈال کر اسے اٹھانے کی کوشش کی، لیکن بڑی لمبی۔ تقدیر نے مجھ پر وحشتوں کے پہاڑ توڑ دیئے تھے۔ رشیدہ کو بے شمار بار میں نے اٹھایا تھا، لیکن آج جو ہو رہا تھا وہ ناقابل یقین تھا۔ وہ ایک نرم و نازک جسم کی مالک۔ بچوں جیسی عورت تھی، لیکن اس وقت یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے میں پتھر کی کسی چٹان کو اٹھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میں اسے جنبش بھی نہیں دے پایا۔ میری دہشت اور خوف انتہا کو پہنچے ہوئے تھے کہ اچانک رشیدہ نے آنکھ کھول دی۔ میرا جسم اس کے جسم کے بالکل قریب تھا اور میرا چہرہ اس کے چہرے کے سامنے جو نہی اس کی آنکھیں کھلیں ہوئیں بھی اوپر اٹھ گئے اور لمبے لمبے دانت باہر جھانکنے لگے۔ اس نے ایک بھیاںک قہقہہ لگایا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر مجھے دبوچنے کی کوشش کی تو میں نے بندر کی طرح الٹی چھلانگ لگادی اور اس کے بعد میں اس کمرے میں نہ رک سکا۔ انسان ہوں۔ انسانیت سے دور تو نہیں ہو سکتا تھا۔ خوف و دہشت نے میرے دل میں ایسا گھر کیا کہ ساری محبت، سارے جذبات پانی بن کر بہہ گئے۔ جو منظر میں نے دیکھا تھا وہ ایسا ہولناک تھا کہ میں ہی کیا۔ کوئی بھی بڑے سے بڑے دل والا ہوتا وہاں نہ ٹک سکتا۔ دوڑتا ہوا بچوں کے کمرے میں آیا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اس کے بعد دروازہ میں نے اندر سے بند کر لیا تھا۔ بڑی اماں۔ کیا بتاؤں اپنی کیفیت کے بارے میں؟ میرا دل سینے سے نکلا جا رہا تھا۔ جو مصیبت مجھ پر پڑی تھی، وہ ایسی تھی کہ کوئی اور ہوتا تو دماغی توازن کھو بیٹھتا۔ میں بچوں کے پاس بیٹھ گیا۔ ان کے جسموں پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگا کہ یہ کیا مصیبت آگئی۔؟ اب اس مصیبت سے چھٹکارا کیسے ممکن ہو سکے گا۔ یہ ساری کہانیاں۔ یہ ساری باتیں جن میں جن بھوت پریت، کالے علم، سفلی علوم ان تمام چیزوں کے بارے میں سن تو رکھا تھا۔ نہ کبھی سوچا تھا۔ نہ کبھی غور کیا تھا، لیکن اب میں خود ان کا شکار ہو رہا تھا۔ میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا۔ بہت خوفناک تھا یہ سب کچھ۔ پہلے کبھی ایسے حالات

سے واسطہ نہیں پڑا تھا۔۔۔۔۔ یہ ٹھیکہ جنم میں جائے جو رقم پھنس گئی وہ بھی غرق ہو جائے
مجھے اس کا افسوس نہ ہوتا، لیکن۔۔۔۔۔ میرا گھر۔۔۔۔۔ میری بیوی۔۔۔۔۔ میرے بچے اس میں
سے کیسے چھکارا حاصل کر سکیں گے۔۔۔۔۔ اس پاس پورا محلہ آباد تھا۔۔۔۔۔ اگر کسی کو علم ہو
پتا نہیں۔۔۔۔۔ لوگوں کی کیا کیفیت ہوتی؟ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا
اب کیا کروں؟ بچے سو رہے تھے۔۔۔۔۔ ایسی تنہائی کا احساس ہو رہا تھا کہ خدا کی پناہ
اماں۔۔۔۔۔ کاش کوئی میری اس وقت کی حالت کا اندازہ لگا لے، میرا دل سینے سے نکلا
تھا۔۔۔۔۔ بچوں پر میری جان جارہی تھی۔۔۔۔۔ میں نے بڑی مشکل سے ہمت کی اور اپنی تنہائی
کرنے کے لئے سوتے ہوئے بچوں کو جگایا۔۔۔۔۔ پیارے پیارے بچے معصوم سی باتیں کر
لگے تھے۔۔۔۔۔ انہوں نے باہر جانے کی ضد کی، مگر میرے دل میں تو خوف کا بسیرا تھا۔
لحے کے لئے میں نے بچوں کو سمجھایا کہ باہر نہ جائیں، لیکن۔۔۔۔۔ پھر میں نے سوچا کہ
کہاں تک روکوں گا؟ دیکھوں تو سہی باہر نکل کر۔۔۔۔۔ رشیدہ کو اسی طرح چھوڑ آیا ہوں
قصور وار تو وہ بھی نہیں تھی۔۔۔۔۔ ہم پر آفت نازل ہوئی تھی۔۔۔۔۔ میں بڑی مشکل سے
کھول کر کمرے سے باہر نکلا اور یہ دیکھ کر ایک بار پھر میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا کہ
سامنے ہی کھڑی ہوئی تھی، لیکن۔۔۔۔۔ اب اس کے چہرے پر ایک عجیب سی اداسی نظر
تھی۔۔۔۔۔ وہ بالکل نارمل حالت میں تھی۔۔۔۔۔ میں نے خوف بھری نگاہوں سے اسے دیکھا
ایک قدم آگے بڑھ کر بولی۔

”شہزاد۔۔۔۔۔ کیا بات ہے؟“

”ماما۔۔۔۔۔ آپ کو کیا ہو گیا؟“ میرے دونوں بچے اس کے پاس پہنچ گئے تو رشیدہ

پھر کہا۔

”ارے۔۔۔۔۔ ابھی تو زیادہ وقت بھی نہیں ہوا ہے۔۔۔۔۔ شہزاد۔۔۔۔۔ آپ آج جلدی

آگئے؟“

”جا۔۔۔۔۔ جلدی“ میں بوکھلائی ہوئی آواز میں بولا۔

”گھڑی غلط ہے کیا۔۔۔۔۔؟ میں سو گئی تھی کیا۔۔۔۔۔ وہ کھوکھلے لہجے میں بولی اور پھر آہستہ
ہستہ چلتی ہوئی میرے قریب آگئی۔

”آپ کو کیا ہو گیا ہے۔۔۔۔۔؟ یہ رنگ کیسا ہو گیا ہے؟ آپ کو کیا ہو گیا ہے شہزاد۔۔۔۔۔
بتائیے تو سہی۔۔۔۔۔ آپ کو کیا ہو گیا؟ جلدی کیسے آگئے۔“

”تمہاری وجہ سے۔۔۔۔۔ رشیدہ! تم کہاں تھیں؟ اور کیا کر رہی تھیں؟“

”مجھے تو خود تعجب ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ شہزاد۔۔۔۔۔ بس دوپہر کا کھانا کھایا۔۔۔۔۔ بچوں کو سلا یا اور
خود بھی اپنے کمرے میں آکر سو گئی۔۔۔۔۔ گھڑی نیند آگئی تھی مجھے۔۔۔۔۔ پھر کچھ آوازیں کانوں
میں پڑیں اور آنکھ کھل گئی۔۔۔۔۔ باہر آکر دیکھا تو آپ بچوں کے ساتھ کھڑے تھے۔“

”ہاں۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ آج میں کچھ جلدی آگیا۔۔۔۔۔ میں نے فوراً ہی اسے کچھ نہ بتانے کا
فیصلہ کر لیا۔۔۔۔۔ رشیدہ کو اگر خوفزدہ کر دیتا تو وہ تو بے موت مر جاتی۔۔۔۔۔ میں نے اپنے دل و
دماغ پر قابو پایا جو کچھ مجھ پر بیت چکی تھی وہ ایک الگ کہانی تھی، لیکن۔۔۔۔۔ اگر رشیدہ کو ساری
کہانی سنا دیتا تو خوف سے مر ہی جاتی بیچاری۔۔۔۔۔ لیکن صورت حال کا مجھے کچھ اندازہ ہو رہا تھا،
جو کہ اس پر مبنی ہے وہ اس کے علم میں بالکل نہیں ہے۔۔۔۔۔ خاموشی ہی مناسب سمجھی۔۔۔۔۔ پھر
رشیدہ کو سمجھا بھرا کر اطمینان دلادیا کہ میرا جلدی آنا کسی خاص بات کا مظہر نہیں ہے۔۔۔۔۔
رشیدہ کی حالت کافی بہتر ہو گئی اور اس طرح رات ہو گئی۔۔۔۔۔ بچوں کو آج ہم نے اپنے کمرے
میں سلا لیا تھا۔۔۔۔۔ رشیدہ نے چونک کر کہا۔

”آج یہ تبدیلی کیوں؟“

”بس۔۔۔۔۔ یونہی۔۔۔۔۔ پچھلی رات والے واقعہ سے میں بھی کچھ متاثر ہو گیا ہوں اور میں
سیدہ فیصلہ کیا ہے جو کام میں کر رہا ہوں کچھ دن کے لئے روک دوں اور تمہارے پاس رہوں
تاکہ تمہیں بھی کوئی الجھن نہ ہونے پائے۔۔۔۔۔ رشیدہ کے بارے میں آپ کو بتا چکا ہوں۔۔۔۔۔
نناناں! کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت زیادہ ذہنی مطابقت رکھتے ہیں اور مکمل طور پر
ایک دوسرے کے مزاج شناس ہیں۔۔۔۔۔ اسے ایک دم یہ احساس ہو گیا کہ کوئی اہم بات ہے، جو

میں اس سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہوں..... وہ کہنے لگی۔

”کیا بات ہے شہزادہ..... مجھے نہیں بتاؤ گے۔“

”نہیں..... کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے رشیدہ..... بس رات کے واقعات کے بارے میں سوچتا رہا ہوں..... پچھلے دنوں سے یہ جو کچھ ہو رہا ہے..... وہ میری بالکل سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا ہے؟ رشیدہ کے چہرے پر بھی خوف کے آثار پھیل گئے اور وہ آہستہ سے بولی۔

”واقعی..... کچھ عجیب سا ہو رہا ہے..... تم یہ بتاؤ کہ تمہیں میرے اندر کوئی تبدیلی آ رہی ہے۔“

”کیسی تبدیلی۔“

”بس..... نجانے کیوں دماغ گم گم سا ہے.....؟ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میرے پورے جسم پر کوئی بوجھ طاری رہا ہے..... ایک ایسا انوکھا بوجھ جسے میں کوئی معنی نہیں دے سکتی۔ رشیدہ کے ان الفاظ نے مجھے اور پریشان کر دیا۔ میں اس کی بات سن کر خاموش ہو گیا۔ میرے دل کی جو کیفیت تھی یہ میں جانتا ہوں..... یا میرا اللہ جانتا ہے..... مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ وہ مصیبت مجھ پر باقاعدہ مسلط ہو گئی ہے..... ایسے واقعات کا اس سے پہلے کوئی اندازہ نہیں تھا، اس لئے یہ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ان سے چھٹکارا کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ ممکن ہے کہ خود بخود سب ٹھیک ہو جائے لیکن ذہن پر جو بوجھ طاری تھا وہ سونے میں رکاوٹ بن رہا تھا، پھر..... رات کو رشیدہ گہری نیند سو گئی..... بچے پہلے ہی سو گئے تھے۔ پریشانی کے عالم میں بہت سی باتیں سوچتا رہا..... ٹھیکے کا مسئلہ بھی درمیان میں تھا، جو دراصل تھا جگہ کو مکمل کرنے کا اس میں بھی رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی..... شہر سے مزدوروں کو نہ کرنا اور وہاں تک لانا..... اس کے بعد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ شہری مزدور بھی فرار ہو جائیں کیا کروں.....؟ کیا نہ کروں.....؟ کیا یہ ٹھیکہ کینسل کر دوں.....؟ لیکن اس طرح ساتھ ہزار روپے کا نقصان اٹھانا پڑے گا اور اس طرح اور بھی بہت سے ایسے معاملات تھے جو ٹھیکے کو کینسل کرنے کی وجہ سے پیدا ہو سکتے تھے..... میں اپنی سوچوں میں گم تھا کہ رات

”بچے کے قریب اچانک ہی مجھے چونکنا پڑا..... رشیدہ جو اس وقت تک اطمینان سے گہری نیند میں رہی تھی، اس طرح اٹھ کر بیٹھ گئی تھی جیسے اسے کسی نے مشینی انداز میں اٹھادیا ہو..... میں اس سے پوچھنے ہی والا تھا کہ میں نے اسے دونوں ہاتھ سیدھے کر کے کھڑے ہوتے دیکھا اور جس چیز نے میری زبان بند کر دی وہ اس کا چہرہ تھا جو انگارے کی طرح سرخ ہو کر چمکنے لگا تھا..... آنکھیں بند تھیں اور سر کے بال چھتری کی طرح کھڑے ہو گئے تھے..... وہی کلبلاتے بال جیسے سانپ لہرا رہے ہوں..... وہ آہستہ آہستہ ہاتھ سیدھے کئے دروازے کی طرف بڑھنے لگی..... پھر میرے خوف میں اس وقت ضرور اضافہ ہو گیا جب میں نے دیکھا دروازہ خود بخود کھل گیا ہے، حالانکہ دروازہ اندر سے بند تھا..... رشیدہ کھلے دروازے سے باہر نکل گئی اور میرا بدن تھر تھرا کاٹنے لگا..... میرے پورے جسم نے پسینہ اگل دیا تھا..... اعصاب اس طرح چنچ رہے تھے کہ ہوش و حواس سے عاری ہوا جا رہا تھا، بس..... دل چاہ رہا تھا کہ زمین پر گر دوں اور گہری نیند سو جاؤں تاکہ اس خوف سے نجات مل جائے، لیکن..... آخر بیوی تھی..... میرے بچوں کی ماں..... پورا مستقبل میرے سامنے تھا..... نجانے وہ کون سی قوت تھی جو اپنی جگہ سے اٹھنے پر مجبور کر رہی تھی..... میں آہستہ آہستہ دبے پاؤں اٹھا اور دروازے کے قریب پہنچ گیا، جھانک کر باہر دیکھا..... رشیدہ آگے جا رہی تھی..... بڑی اماں..... برے مکان کا احاطہ بہت وسیع ہے اور اس کا آخری گوشہ کافی فاصلے پر ہے..... اس آخری گوشے پر بھی میں نے ایک کمرہ بنا رکھا ہے جس میں کاٹھ کباڑ بھرا ہوتا ہے..... یہ کاٹھ کباڑ نونا تعمیراتی سامان سے تعلق رکھتا ہے..... رشیدہ کا رخ اسی کمرے کی جانب تھا..... میرے اس کمرے کے قریب ایک پیپل کا درخت ہے جس کا سایہ پورے کمرے پر رہتا ہے..... رشیدہ اس درخت کے قریب پہنچ گئی اور پھر میں نے اسے درخت کی جڑ میں کچھ ٹٹولتے ہوئے دیکھا..... ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ جاؤں، چنانچہ انٹری کی دیوار کا سہارا لیتا ہوا بالکل بلی جیسے قدموں سے چلتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا تاکہ اس سے اس کی حرکات و سکنات کا جائزہ لے سکوں..... وہ اس طرح زمین کھود رہی تھی جس

پر رکھے اسے دیکھتا رہا اور میری آنکھوں میں نمی آگئی..... رشیدہ کی یہ کیفیت تقریباً پندرہ
 منٹ تک جاری رہی اور اس کے بعد اس نے اس سونے کے مجسمے کو اٹھا کر واپس اس کی جگہ
 رکھ اور مٹی برابر کرنے لگی..... وہ اس کام سے فارغ ہو کر واپس پٹلی تو میں تیزی سے دوڑتا
 ہوا اپنے کمرے کی جانب چل پڑا..... دل کی جو کیفیت ہو رہی تھی اس کا اندازہ صرف خدا ہی کو
 تھا..... کسی سے کیا کہہ سکتا تھا.....؟ بستر پر آکر لیٹ گیا لیکن بدن جیسے ہوا میں اڑا جا رہا تھا.....
 باغ قابو میں نہیں تھا..... سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے.....؟ یہ کیا ہو گیا ہے.....؟
 کیا بگا میرے مالک.....؟ بس..... میرے دل میں یہی احساس تھا، وہ جس کیفیت میں تھی
 مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس عالم میں وہ اپنے ہوش و حواس سے عاری ہوتی ہے.....
 بہر حال..... دوسرے دن سے میں نے سنجیدگی سے غور کرنا شروع کر دیا..... اس طرح تو وہ
 ہلاک ہو جائے گی اور میرے بچے ماں سے محروم ہو جائیں گے، کیا کروں.....؟ کسی سے کوئی
 مشورہ کروں.....؟ واقعات ایسے انوکھے تھے کہ کسی کو بتاتے ہوئے بھی عجیب لگتا تھا.....
 لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے، بڑی اماں آپ حالات کا اچھی طرح اندازہ لگا سکتی ہیں.....
 آپ کی تو عمر ان حالات میں گزری ہوگی..... لوگوں کی زبانیں کون روک سکتا ہے.....؟ کوئی
 یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ میری بیوی مجھے ناپسند کرتی ہے اور اس نے یہ کھیل مجھ سے چھٹکارا
 حاصل کرنے کے لئے شروع کیا ہے، جتنے منہ اتنی باتیں..... بھلا کیسے زمانے کا منہ کون
 روک سکتا ہے..... میں نے بہت سوچا اس بارے میں..... سڑکوں پر جگہ جگہ میں نے بہت
 سے ایسے بورڈ لگے ہوئے دیکھے ہیں جن پر لکھا ہوتا ہے..... کالے علم کا توڑ یہاں سے
 کرائیے..... سارے کے سارے تجربے کسی کا تجربہ ستر سال..... کسی کا تجربہ اسی سال.....
 ان کا تجربہ ستر سال کا تھا اور عمر چالیس سال کی..... بہر حال، جو کچھ بھی تھا ان کے علاوہ اور
 کوئی میرے سامنے نہیں تھا..... سب سے پہلے ایک ایسے کالے علم کے توڑ کے مالک کے پاس
 پہنچا..... ان حضرات نے مجھے دیکھا سب سے پہلے انہوں نے ایک شعبہ مجھے دکھایا اور کہا کہ
 پندرہ پر کچھ لکھوں..... وہ بتا دیں گے کہ میں نے کیا لکھا ہے..... آیا میری آرزو کیا ہے؟ اس

طرح بلی اپنے پنجوں سے کھودتی ہے..... درخت کی جڑ میں وہ گھٹنوں کے بل بیٹھتی
 تھی..... تھوڑی دیر کے بعد اس کے ہاتھ میں کوئی شے دیکھی..... چاندنی بھی پہنچ
 تھی..... اس کے علاوہ سامنے والے حصے پر ایک طاقتور بلب ہمیشہ روشن رہتا تھا..... یہ
 ہمیشہ کی عادت تھی کہ میں رات کو وہ بلب جلا دیا کرتا تھا..... اس لئے رات کو خاصی
 ہوتی تھی اور اس روشنی میں جو منظر میں نے دیکھا..... دل کی حرکت بند کر دینے کے لئے
 تھا..... میں نے سونے کے اس چھوٹے سے مجسمے کو پہچان لیا تھا جو میں خود مصیبت بنا کر
 تھا..... سو فیصدی وہی مجسمہ تھا جو غائب ہو گیا تھا..... رشیدہ نے اسے درخت کی جڑ سے
 کر ایک اونچی جگہ پر رکھا..... پھر تقریباً چار فٹ پیچھے ہٹی گھٹنوں کے بل ہاتھ پیچھے کے
 بیٹھ گئی..... اس کے بعد اس نے ایک عجیب و غریب عمل شروع کر دیا..... سامنے کے
 اس نے زمین پر ٹکائے اور خود اس کے ساتھ جھکتی چلی گئی..... پھر سیدھی ہوئی اور پیچھے
 سمت جسم موڑنے لگی..... اس کے بعد اس کے انداز میں تبدیلی ہونے لگی.....
 سیدھے کر کے سر نیچے جھکاتی زمین سے لگاتی اور پھر اس طرح عقب میں پیچھے ہو کر
 زمین پر لگاتی..... میں اسے اس عالم میں دیکھتا رہا..... رشیدہ کو میں نے شادی کے بعد سے
 کر آج تک پھول کی طرح رکھا تھا..... اس کے بدن کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دی تھی.....
 اس وقت وہ جس تکلیف میں مبتلا تھی اسے دیکھ کر میرا دل رو رہا تھا، لیکن یہ حقیقت ہے
 بڑی اماں..... کہ انسان بے حد خود غرض ہوتا ہے..... تمام تر محبت اور پریشانی کے
 میری ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ میں آگے بڑھ کر اس کے پاس پہنچ جاؤں، جبکہ رشیدہ
 اس عمل کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی اور بڑی اماں..... آپ یقین کریں یا نہ کریں
 کہ اس کے بعد وہ اتنی تیزی سے اپنا یہ عمل کرنے لگی کہ اس پر نگاہیں جمانا مشکل ہو گیا
 میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا جس انداز میں وہ جنبش کر رہی تھی اس سے اس کی ہڈیاں
 جو کیفیت ہو سکتی تھی مجھے اس کا احساس تھا..... وہ فطرتاً نازک طبع تھی، اس حالت سے
 کے بعد اس پر جو کیفیت طاری ہوگی اس کا مجھے اندازہ تھا، لیکن مجبوری..... میں دونوں

بچے میں سانس بھی ہے کہ نہیں.....
 ”یہ تو آپ کے وہی دوست ہیں ناجوا بھی آپ کے ساتھ آئے تھے۔“
 رشیدہ کے دوبارہ سوال کرنے پر میں نے کہا۔
 ”ہاں۔“
 ”مگر..... یہ یہاں کر کیا رہے تھے؟“

”اللہ جانتا ہے۔“
 ”کوئی نہ کوئی بات تو آپ کو معلوم ہوگی..... آپ کے دوست تھے..... آپ کے ساتھ آئے تھے تو گھر کے اندر ہوتے..... یہاں درخت کے پاس کیوں بیٹھ گئے تھے یہ.....؟
 رشیدہ کی حیرت کو میں گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا..... اس کے چہرے پر بالکل سادگی اور مصومت تھی، وہ کہنے لگی۔
 ”آپ مجھے ایسے کیا دیکھ رہے ہیں.....؟“

”نہیں رشیدہ! یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ ہوا کیا؟ یہ شخص زندہ ہے کہ نہیں۔“
 ”پتا نہیں..... ہوش میں لانے کی کوشش کریں“ رشیدہ بولی اور ہم دونوں عامل صاحب کو ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگے..... کافی دیر کے بعد ان کے بدن پر جنبش ہوئی..... وہ اٹھے اور وحشت زدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگے..... مجھ پر نظر پڑی اور رشیدہ کو دیکھا..... اس کے بعد ارے..... باپ رے باپ کہہ کر اس بری طرح بھاگے کہ اپنا ایک جوتا بھی پیچھے چھوڑ گئے..... بڑے گیٹ سے ٹکرائے، دھاڑے گرے اور اٹھ کر پھر اسی طرح بھاگے..... رشیدہ کو بے اختیار ہنسی آگئی۔

”یہ تو کوئی بازی گر معلوم ہوتا ہے..... کیا یہ کوئی تماشا کرنے آیا تھا؟“

”تماشا تو ہم بن گئے ہیں..... رشیدہ..... میں نے گہری سانس لے کر کہا۔“

”کیا مطلب؟“

”ایں..... کچھ نہیں..... میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ پتا نہیں..... کیا ہو گیا ہے اس بیچارے کے ساتھ۔“

میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے مجھے پہلے مسئلے پر حیران کر دیا اور میں بہت متاثر ہو گیا..... میں نے انہیں اپنی پتا بتائی اور انہوں نے اپنا حساب کتاب بنا کر بل میرے ہاتھ میں چھپایا بل کی مجھے پرواہ نہیں تھی..... میں نے ان سے یہی کہا کہ..... میری بیوی کو بالکل ٹھیک کر اور مجھے اس مصیبت سے نکالیں تو میں منہ مانگی رقم انہیں دوں گا..... بہر حال..... وہ صاحب میرے گھر آگئے..... میں نے انہیں وہ درخت دکھایا جس کی جڑ میں وہ خوفناک مجسمہ دفن اور میرے اپنے خیال میں وہی ان تمام مشکلات کی جڑ تھا..... عامل صاحب نے وہ مجسمہ نکالنے کا فیصلہ کر لیا اور میرے سامنے ہی لکڑی کی ایک چھڑی سے انہوں نے درخت کی کے گرد ایک دائرہ قائم کر دیا..... پھر مجھ سے کچھ چیزیں طلب کرنے کے بعد مجھے واپس دیا..... انہوں نے کہا..... یہ چیزیں دینے کے بعد میں ایک کمرے میں جا کر بند ہو جاؤں اور بیوی پر نظر رکھوں..... دن کا وقت تھا، میں نے اپنے بچوں کو سکول بھیج دیا تھا..... رشیدہ کو صاحب کے بارے میں کوئی بات نہیں بتائی تھی، بس..... یہ کہہ دیا تھا کہ..... میرے شہر ہیں، جو کچھ عمل کرنے کے لئے آئے ہیں عامل صاحب نے کہہ دیا تھا کہ ان کے کام میں مداخلت کر کے انہیں پریشان نہ کیا جائے..... ایک گھنٹہ..... دو گھنٹہ..... پھر اڑھائی گھنٹے گئے اور جب مجھ سے برداشت نہ ہو سکا تو میں باہر نکل آیا، لیکن جیسے ہی صحن میں قدم رکھا میں نے درخت کی طرف دیکھا..... میرے ہوش اڑ گئے..... عامل صاحب بے ہوش پڑ ہوئے تھے..... ان کا پورا لباس دھجی دھجی ہو رہا تھا..... سر کے بال جگہ جگہ سے اڑے ہوئے تھے..... چہرے اور جسم کے مختلف حصوں میں خون کی لکیریں نظر آرہی تھیں..... کئی چوٹیں نیل پڑے ہوئے تھے..... ایک آنکھ رخسار تک بالکل کالی پڑ چکی تھی..... میرا منہ کھلے کانٹا لگا گیا..... جلدی سے پانی لے کر آیا اور پوری بالٹی کی بالٹی عامل صاحب پر انڈیل دی..... رشیدہ میرے پیچھے پیچھے آگئی تھی..... اس نے حیرانی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ارے..... یہ کیا ہو گیا.....؟ یہ تو ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے ان کی زبردست پائی.....

ہے..... میں دم سادھے عامل صاحب کی کیفیت دیکھ رہا تھا اور یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ ان.....

ماں..... بس..... آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ایک عجیب و غریب نصیبت میں گرفتار ہوں..... میرا سارا کاروبار چوہٹ ہو گیا ہے..... میرا سارا سامان باغ کے ایک کمرے میں رکھا ہوا ہے جو اپنی قیمتی ہے اور وہاں میرا ایک ملازم خاص طور پر رہتا ہے..... میں بالکل دیوانگی کی کیفیت کا شکار ہو گیا ہوں..... میرے رازداروں میں صرف میرا یہ دوست ہے اور کوئی نہیں ہے جسے میں نے اپنے حالات کے بارے میں بتایا ہو..... نیاز خان سے مشورے کرتا رہتا ہوں..... آپ یہ سمجھ لیجئے کہ بڑی اماں..... اب بھی میری حالت بہت بری ہے..... رشیدہ راتوں کو اٹھ کر بیٹھتی ہے..... درخت کی جڑ میں جا کر بیٹھ جاتی ہے اور عمل کرتی ہے..... اب تو بچے بھی اس سے خوفزدہ رہنے لگ گئے ہیں..... مجھے خطرہ ہے کہ اگر یہ کیفیت زیادہ عرصے تک رہی تو کہیں میرے بچوں کو کچھ نہ ہو جائے..... بڑی اماں..... آپ خدا کے لئے میری مدد کیجئے..... میں..... بڑی اماں..... میں آپ کے قدموں میں سر رکھتا ہوں..... وہ ایک دم جھکا اور مہر النساء فوراً پیچھے ہٹ گئی۔

”آپ کیسی بات کر رہے ہیں..... بھائی شہزاد علی! آپ یہ سمجھئے کہ مجھ سے جو کچھ بن پڑے گا وہ کروں گی..... اگر اللہ نے یہ سرخوردی مجھے عطا کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو بھلا میں اس سے پیچھے کیسے ہٹ سکتی ہوں۔“

”تو پھر آپ بتائیے..... کہ میں کیا کروں؟“

”اب آپ مجھے اپنے گھر لے چلئے..... اور یہ فیصلہ آپ کیجئے گا کہ وہاں مجھے اپنی بیگم سے کیا کہہ کر متعارف کرائیں گے۔“

”میں یہی کہوں گا..... کہ میری بڑی بہن آئی ہیں۔“

”آپ کی مزید نہ کہیں گے کہ یہ بڑی بہن پہلے اتنے عرصے سے کہاں تھیں۔“

”تو پھر میں ان سے یہ کہہ دوں گا کہ یہ نیاز خان کی بڑی بہن ہیں اور کچھ عرصے کیلئے ہمارے گھر رہنے آئی ہیں۔“

”ابھی آپ کہہ لیجئے..... میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتی۔“

”آپ مجھ سے مسلسل باتیں چھپا رہے ہیں..... خدا کے لئے مجھے بتائیے کہ صحیح کنج کیا ہے؟۔“

”کیا بتاؤں رشیدہ.....؟ بس..... کچھ نہ پوچھو مجھ سے..... مجھے عامل صاحب کی طرز سے فکر ہو گئی تھی بس..... ایسی صورت حال گزرتی رہی..... بڑی اماں! کیا بتاؤں آپ کو.....؟ اللہ تعالیٰ آپ کو زندگی عطاء کرے..... بس یوں سمجھ لیجئے..... کام دھندا تو ترک ہو گیا ہے..... ڈگر ڈگر مارا پھرتا ہوں..... رشیدہ پر ایسے ہی دورے پڑتے رہتے ہیں..... بار بار کھڑے ہو جاتے ہیں..... وہ جا کر درخت کے جڑ میں بیٹھ جاتی ہے..... کئی بار میں نے اپنے دل میں سوچا کہ درخت کی جڑ سے وہ سونے کا مجسمہ نکال کر کہیں دور پھینک آؤں، لیکن آپ خود سوچ لیجئے ایک انسان کی قوت برداشت کتنی ہو سکتی ہے..... میں برداشت نہیں کر پا رہا..... بڑی اماں..... میری حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی ہے..... ایک دن اگر ایسے ہی باغ کے ایک ویران گوشے میں تنہا بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا کہ قدرت کو اگر مجھے سزا دینی ہے تو مجھے سزا دے دے..... میری بیوی کے ساتھ تو یہ سلوک نہ ہو..... رشیدہ بچپان کی حالت کا کافی خراب ہو گئی ہے..... اس دن کے بعد سے اس نے وہ عمل تو نہیں کیا لیکن بچنے والا عمل..... لیکن اکثر درخت کی جڑ میں بیٹھی ہوئی مجھے نظر آتی ہے، تو میں آپ کو بتا رہا تھا کہ میں باغ کے ایک ویران گوشے میں بیٹھا تھا..... میں نے ایک بزرگ کو ادھر سے گزرتے ہوئے دیکھا اور نجانے کیا دل میں خیال آیا کہ ان کے قریب پہنچ کر ان کے قدموں میں گر پڑا اور میں نے بس اتنا ہی کہا کہ..... اگر آپ صاحب علم ہیں تو میری مشکل جانتے ہوں گے..... انہوں نے جھک کر میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”بیٹے..... اللہ سے ہمیشہ دعا مانگتے رہا کرو..... صدقہ خیرات دیتے رہا کرو..... تنہا یہ مشکل کا حل آگیا ہے..... کل اس وقت ریلوے سٹیشن پہنچ جانا..... جب سورج نہ نکلا ہو تو ٹرین آکر رکے گی اور اس سے ایک بی بی صاحبہ نیچے اتریں گی..... بس ان سے اپنی مشکل کا حل مانگ لینا..... اللہ نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا..... یہ ہے بڑی اماں..... میری صورت

”بہن..... میں آپ کا نام کیا بتاؤں؟“

”مہر النساء“..... مہر النساء نے کہا..... اسی وقت رقیہ بیگم بول اٹھیں۔

”دونوں باؤلے ہو..... بالکل باؤلے ہو..... یہ بتاؤ شہزاد علی..... اگر کہیں تم اپنا بڑی بہن کو دیکھ لو تو تم پہچان لو گے..... میرا مطلب ہے..... نیاز خان کی بڑی بہن کو ہی اور اگر تمہاری بیوی تم سے یہ پوچھے گی کہ نیاز خان کی بڑی بہن تمہارے ہاں آگئی تو تم کہو گے.....؟ رضیہ خالہ میں یہ کہہ دوں گا کہ آپ لوگ آج کل کہیں گئے ہوئے ہیں۔“

”چلو ٹھیک ہے..... تم کہہ دو گے، لیکن ان بڑی اماں کی شکل بھی دیکھی ہے تم نے؟“

”بڑی اماں..... میرے لئے محترم شخصیت کی مالک ہیں..... ان کی صورت دیکھو۔“

دیکھو..... اگر نیاز خان کی بہن سے بھی میں ناواقف ہوں تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

پردہ نشین خواتین تو پردہ نشین ہی ہوتی ہیں۔“

”ایک بات پوچھوں تم سے..... بیٹی..... بتا دو گی“ رقیہ خالہ نے اس بار مہر النساء مخاطب کر کے کہا، تو مہر النساء بولی۔

”جی خالہ کہئے۔“

”بیٹی..... پردہ کرتی ہو۔“

”کوئی خاص نہیں خالہ..... بس اتفاق کی بات ہے کہ شہزاد علی بھائی سٹیشن پر ملے میں چہرہ لپیٹے ہوئے تھی..... تقدیر نے جس طرح مجھے در بدر کیا ہے اس کے بعد پردہ نشین تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا..... بہت سے لوگوں کے سامنے میں بے پردہ رہ چکی ہوں۔“

”بیٹی..... ایک بات کہوں شہزاد علی کے بارے اور اپنے بیٹے کے بارے تمہیں..... بڑے نیک بچے ہیں دونوں کے دونوں..... بہن کہا ہے..... تو بہن ہی کہے گے..... اس بیچارے کو دیکھو تمہیں بڑی اماں..... بڑی اماں کہہ رہا ہے اور تم بھی مزے خاتون ہو کہ تم نے اپنے آپ کو جیج بڑی اماں بنا چھوڑا ہے..... اگر براندہ مانو تو بیٹی دیکھا دو بیچارے کو..... بعد میں دقت ہی دقت ہو گی..... مہر النساء کو ہنسی آگئی اس نے کہا۔“

”بیجے..... خالہ! بھلا بھائیوں کو شکل نہ دکھانا کیا معافی رکھتا ہے.....؟ پھر..... مہر النساء

نے اپنے چہرے سے چادر سر کا دی..... شہزاد علی نے مہر النساء کو دیکھا اور ایک بار پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا..... اس کے منہ سے گھبرائی ہوئی سی آواز نکلی۔

”میرے خدا..... میرے خدا..... لگتا ہے جیج پاگل ہو جاؤں گا..... ارے..... یہ تو میری چھوٹی بہن سے بھی چھوٹی ہے..... ارے..... میں اسے بڑی اماں کہتا رہا..... تو بہن..... کیا سوچتی رہی ہو گی؟ یہ میرے بارے میں۔“

”ارے..... ارے..... تم تو اس کی صورت دیکھتے ہی بے تکلف ہو گئے۔“

”چھوٹی بہن جو ہے میری“ نیاز خان بھی ششدر تھا..... پھر دونوں بیک وقت بولے۔

”مگر..... مہر النساء بہن! اس چھوٹی سی عمر میں۔“

”یہی تو افسوس ہے..... میرے پیارے بھائیو! میری عمر کو ہمیشہ نظر میں رکھا جاتا ہے اور پھر میں نے کیا ہی کیا ہے.....؟ اب تک..... کسی نے اگر میرے بارے میں پیش گوئی دی ہے تو اللہ سے مدد مانگ رہی ہوں کہ اللہ میری عزت رکھے اور میں اپنے بھائیوں کی طرح سرخرو ہو جاؤں..... چلیں..... رقیہ خالہ! آپ نے میرا چہرہ ان لوگوں کو دکھا دیا..... بددینہ کریں شہزاد علی بھائی..... واقعات بے حد خوفناک ہیں..... خدا نہ کرے..... رشیدہ ان کو کوئی تکلیف پہنچے۔“

”میری تو کیفیت ہی عجیب ہو گئی..... آپ کو دیکھ کر..... مہر النساء بہن..... حقیقی نواں میں شرمندہ ہوں اور ایک اور بات پر شرمندہ ہوں کہ ابھی چند لمحات قبل آپ کی دست دیکھ کر میں بالکل ہی کھوپڑی سے آؤٹ ہو گیا اور بے تکلفی سے آپ سے بات کرنے لگا..... ٹھیک ہے..... آپ عمر میں چھوٹی ہیں لیکن اللہ نے جو عظیم مرتبہ آپ کو دیا..... بھلا اسے کیسے نظر انداز کیا جاسکتا تھا۔“

”جئے..... چھوڑیے ان باتوں کو..... اب چلتے ہیں“ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں بدجیب میں بیٹھ کر چل پڑے..... مہر النساء نے راستے میں کہا۔

”بہ کر گئے ہیں کہ مہینہ پندرہ دن میں واپسی ہوگی..... وہ تو شکر ہے کہ میں یہاں موجود تھا، میں نے کہا کہ..... بہن! جیسے آپ نیاز خان کی بہن..... ویسے میری بہن..... آئیے میری بیٹی رشیدہ ایک خوش مزاج عورت ہے..... آپ کو وہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“

”یہ تو بہت پیاری ہیں..... نیاز خان بھائی نے پہلے کبھی ان سے ملوایا ہی نہیں.....“

”رشیدہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ کر مہر النساء کا ہاتھ پکڑ لیا اور احاطہ کر کے وہ سب سامنے والے پرآمدے میں پہنچ گئے..... یہاں نشست کا انتظام تھا.....“

نور علی نے جلدی سے کہا۔

”آؤ..... مہر النساء بہن ابھی بیٹھتے ہیں..... ویسے یہ ہماری بیگم صاحبہ جو ہیں.....“

بیٹی مہمان نواز ہیں حالانکہ اللہ کا فضل ہے کہ ہم ان کے لئے چار ملازم مہیا کر سکتے ہیں..... بیگم صاحبہ کا کہنا ہے کہ اس طرح انسان ہڈ حرام ہو جاتا ہے..... بیگم صاحبہ سارے اپنے ہاتھوں ہی سے کرتی ہیں..... اب آپ انہیں اپنی پسند بتا دیجئے کہ کیا کھانا پینا پسند کرنا؟ کیوں بھی رشیدہ..... کیا کہتی ہو اس بارے میں۔“

”آپ کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے..... مہر النساء بہن جو کچھ کہیں گی میں ان کے لئے تیار کروں گی، ویسے پہلی خاطر داری کے لئے آپ مجھے اجازت دیجئے..... کیوں نہیں؟“

”تھوڑی دیر انتظار کر لوگی نامیرا..... تم نیاز خان بھائی کی بہن ہو، لیکن قسم کھا کر مانوں کہ دل چاہتا ہے کہ تمہیں اپنی بہن کہوں۔“

”تو اس سے انکار کس بد بخت نے کیا ہے..... مہر النساء بھی مسکرا کر بولی۔“

”دراپیشو..... آپ مہر سے باتیں کیجئے..... میں ابھی آتی ہوں..... رشیدہ اندر چلی گئی..... نور علی نے کہا۔“

”آپ نے دیکھا..... مہر النساء بہن! کتنا پیار کرنے والی ہے رشیدہ..... آپ کا نام بھی.....“

”آپ یقین کیجئے کہ اس سے چند روز پہلے تک اس کا رنگ سرخ و سفید تھا.....“

”بہن کی مانند کھلا ہوا رہتا تھا، لیکن جو کچھ ہو چکا ہے اب تو آپ کے علم میں آچکا ہے.....“

”جب آپ سٹیشن پر آئے تھے تو جیپ نہیں لائے تھے..... اس کی کوئی خاص وجہ.....“

”نہیں..... کوئی خاص وجہ نہیں تھی..... بس..... دل پر ایک بوجھ سا طاری تھا.....“

سوچ رہا تھا کہ پتا نہیں..... میں جیپ چلا بھی سکوں گا یا نہیں، مگر آپ یقین کیجئے کہ اب.....“

”یقین ہو گئی ہے اور نجانے کیوں ایک سہارا سا مل گیا ہے؟ دل اندر سے کہتا ہے کہ شاید.....“

”اللہ نے میری مشکل کا حل بھیج دیا ہے، مگر سچ کہوں آپ سے مہر النساء بہن..... اتنے سارے.....“

”دل میں پیدا ہو گئے ہیں کہ آپ مجھے سوالات کا درخت کہہ سکتی ہیں..... آپ کے بارے.....“

جاننے کی خواہش اب دل میں بیدار ہو گئی ہے۔“

”چھوڑیے..... ان باتوں سے کیا فائدہ.....؟ آئیے دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم..... کیا ہے؟“

”تھوڑی دیر کے بعد جیپ ایک وسیع و عریض احاطے کے سامنے والے ہے..... رک گئی..... دروازہ عام مکانوں جیسا تھا، لیکن اس کے پیچھے بڑا وسیع احاطہ تھا.....“

”کھڑا کر دیا گیا اور اس کے بعد شہزاد علی..... مہر النساء کو ساتھ آنے کا اشارہ کر کے دروازہ.....“

”پہنچا..... دستک دی..... دروازہ ایک خوش شکل اور معصوم سی شکل والی عورت نے کھولا.....“

”اور ایک لمحے کے اندر مہر النساء کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہی رشیدہ ہے..... اس نے ایک گہرا.....“

”دروازہ کھولنے والی خاتون پر ڈالی..... نرم و دلکش خد و خال..... چہرہ زرد پر ہاتھ.....“

”کے گرد حلقے چھائے ہوئے تھے..... لباس البتہ سلیقے سے پہنا ہوا تھا..... سر پر.....“

”اوڑھے ہوئے تھی..... حیرت سے مہر النساء کو دیکھا اور آنکھوں میں دلچسپی کی چمک.....“

”تو شہزاد علی نے جلدی سے کہا۔“

”تمہیں یاد ہے..... ایک بار نیاز خان نے اپنی ان بہن کا تذکرہ کیا تھا جنہوں نے.....“

”عرصے تک نیاز خان کے ساتھ ہی پرورش پائی تھی اور نیاز خان کے ماموں کی بیٹی تھیں.....“

”یاد نہیں ہے۔“

”بیچاری وہاں سے آئی ہے..... نیاز خان کی طرف چکر لگایا تھا میں نے.....“

”گئیں..... رقیہ خالہ اور نیاز خان تو گئے ہوئے ہیں..... محلے والوں نے بتایا ہے کہ آج.....“

مہر النساء بہن..... شاید آپ اندر کی کیفیت کا تعین نہ کر پائیں لیکن اپنے دل کو کبھی دکھائیں..... آپ یہاں آئی ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ میرے دل پر کسی نے ہاتھ رکھ دیا۔ حالانکہ..... آپ ایک نرم و نازک خاتون ہیں، لیکن..... جو ہدایت مجھے کی گئی ہے اور طرح آپ نے میری مشکل قبول کر لی ہے اس سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صورت میں مجھے میری مشکلات کا حل دے رہا ہے اور میرے برے دن ختم ہو گئے ہیں۔“ دعا کیجئے..... شہزاد علی بھائی! کہ میں آپ کی کچھ خدمت کر سکوں۔“

”وہ سامنے دیکھئے..... وہ کاٹھ کباڑ والا کمرہ ہے اور اس کے برابر جو درخت نظر آ رہا اس کی جڑ میں وہ سونے کا مجسمہ پوشیدہ ہے..... مہر النساء نے گردن ہلائی مگر کوئی جواب نہ دیا..... زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ رشیدہ..... چائے اور اس کے ساتھ کچھ لوازمات بھی کر آ گئی..... کہنے لگی۔

”اس وقت موسم بہت اچھا ہے..... میں اکثر برآمدے میں بیٹھ جاتی ہوں..... سمجھنا..... مہر..... کہ یہیں سے تمہیں نمٹائے دے رہی ہوں..... اب جب تک نازدہ بھائی نہیں آئیں گے میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گی“ مہر النساء مسکرا کر خاموش ہو گئی اور شہزاد علی چائے وغیرہ بنانے لگا..... بڑے دل گردے کا مالک تھا..... جن حالات سے تھوڑے بڑے پریشان کن تھے، کہ سن کر ہی دل پر وحشت طاری ہوتی تھی، لیکن اس کے شگفتگی سے ہنس کر بول رہا تھا..... پھر اس نے جن بھوتوں کا تذکرہ چھیڑ دیا اور پوشیدہ نام سے مہر النساء کو اشارہ کر کے رشیدہ کی طرف متوجہ ہو گیا، کہنے لگا۔

”مہر النساء بہن..... ایک بات بتائیے..... آپ تو اتنی چھوٹی سی عمر کی مالک ہیں آپ نے کبھی جن بھوت دیکھے ہیں۔“

”ہاں..... جن بھوتوں کا وجود تو ہے..... شہزاد علی بھائی۔“

”ہم نے بھی بڑے بڑے جن بھوت دیکھے ہیں اور جن بھوت اتارنے والے دیکھے ہیں..... اس سفلی عمل کا توڑ کرنے والے اور نجانے کون کون سے لوگ دیکھے

نے.....؟ ویسے ایک بات کہوں کہ..... آپ اگر کبھی جن بھوتوں کو دیکھنا چاہیں تو ہماری بیگم سے رابطہ کیجئے گا۔“

”کیا مطلب.....؟ کیا رشیدہ بہن نے ایسی کچھ چیزیں پال رکھی ہیں“ رشیدہ کا چہرہ زرد پڑنے لگا تھا..... اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔“

”میں نے نہیں پالے..... لیکن مجھے یوں لگتا ہے جیسے کچھ بڑی طاقتیں میرے ارد گرد پھیل گئی ہیں..... پھر اچانک ہی شہزاد علی کے بچے بھی سامنے آ گئے..... بہت ہی خوبصورت بچے تھے لیکن وہ بھی سہمے سہمے سے..... رات ہو گئی..... اب تک کا وقت بڑا خوشگوار گزرا تھا..... رشیدہ بھی ہنستی بولتی رہی تھی اور اس کے بے رونق چہرے پر خاصی رونق نظر آنے لگی تھی..... کھانے پینے کے معاملے میں بھی مہر النساء رشیدہ کے ساتھ شریک رہی تھی، ذرا مختلف ماحول مل گیا تھا ایک طرف شہزاد علی بڑی محبت سے پیش آرہا تھا تو دوسری طرف

رشیدہ کے انداز سے بھی پتہ چلتا تھا کہ وہ مہر النساء کے آجانے سے بہت خوش ہے..... رشیدہ نے خود مہر النساء کے لئے ایک کمرہ تیار کیا تھا اور بہت ہی پیار سے بولی تھی۔“

”اس کمرے میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی مہر..... یہاں آرام سے سو جاؤ۔“

”ایک بات کہوں رشیدہ بہن برا تو نہیں مانو گی۔“

”اتنی چھوٹی سی پیاری سی بہن کی بات کا بھلا میں برا مانوں گی..... میرا بس چلے تو میں تمہیں زندگی بھر کے لئے ہی ادھر رکھ لوں۔“

”میں ذرا کھلی جگہ سونے کی عادی ہوں یا تو میرا بندوبست چھت پر کر دیا پھر اگر اجازت دو تو یہاں برآمدے میں سو جاؤں۔“

”ارے ارے بھلا برآمدہ بھی کوئی سونے کی جگہ ہے۔“

”میرا دل یہی چاہتا ہے یہ جگہ مجھے بڑی پسند آئی ہے..... کھلا ماحول برآمدے کا برآمدہ..... آسمان پر کھلے ہوئے چاند ستارے..... بس یہ چار پائی میرے لئے کافی ہے۔“

”مگر یہاں برآمدے میں رشیدہ پریشانی سے بولی۔“

بچوں میں شرافت اور حیا نظر آتی تھی، جو کچھ اس کے بارے میں کہا گیا تھا اس میں برائی کا
وہ تصور بھی نہیں ابھرتا تھا..... بہر طور بیچاری مشکل کا شکار ہو گئی تھی۔

رات کا ابتدائی پہر تھا..... شہزاد علی کی آواز سنائی دی۔

”مہر النساء بہن سو گئی ہیں۔“

”سونے کی کوشش کر رہی ہوں۔“

”ایک بات کہوں۔“

”جی کیسے شہزاد علی بھائی۔“

”دیکھو! اندر جگہ ہے..... اگر یہ محسوس کرتی ہو کہ کوئی دقت ہوگی تو کمرے میں
آ جاؤ..... آرام سے کمرہ اندر سے بند کر کے سو جاؤ..... پتہ نہیں کیوں تمہارا برآمدے میں
سونا مجھے اچھا نہیں لگ رہا..... بہن سمجھتا ہوں تمہیں بھائی تو اندر سوتا رہے اور بہن باہر
برآمدے میں ہو۔“

مہر النساء کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی..... اس نے کہا۔

”نہیں..... کوئی ایسی بات نہیں ہے..... میں جان بوجھ کر یہاں سوئی ہوں..... آپ
آرام سے اندر جا کر سو جائیے“ اور اس کے بعد شہزاد علی کی آواز نہیں سنائی دی تھی.....
مہر النساء خاموشی سے اپنی جگہ لیٹی رہی..... دور سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دے
رہی تھیں..... نجانے کیا کیا خیالات اس کے دل میں آتے رہے تھے..... رات کے بارے
میں اسے صحیح طور پر یہ اندازہ بھی نہیں ہو سکا کہ کتنی رات گزر گئی ہے۔

پھر مہر النساء کی پلکیں جڑی ہی تھیں کہ اچانک وہ چونک پڑی..... روشنی کی ایک لکیر باہر
ٹپکی تھی اور اندر کا دروازہ کھلا تھا..... مہر النساء نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا..... رشیدہ ہی تھی
جو شب خوابی کے لباس میں ملبوس تھی..... چلنے کا انداز بھی بے حد بھیانک تھا..... یوں لگ رہا
تھا جیسے اسے دنیا کی کوئی خبر نہ ہو..... حالانکہ وہ مہر النساء کے بستر کے پاس سے گزری تھی
لیکن اس نے مہر النساء کو دیکھا بھی نہیں تھا..... ابھی مہر النساء اسے ہی دیکھ رہی تھی کہ

”ہاں۔“

”اگر آپ بہتر سمجھتی ہیں مہر النساء بہن تو آپ کی مرضی کوئی ہرج نہیں ہے..... جیر
آپ پسند کریں۔“

”ہاں بھائی..... مجھے یہاں کوئی الجھن نہیں ہوگی“ مہر النساء نے جواب دیا اور وہ لوگ
تیار ہو گئے..... بھلا انہیں کیا اعتراض ہو سکتا تھا..... مہر النساء کے لئے بندوبست کر دیا گیا.....
تمام ضروریات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد وہ لوگ اپنے کمرے میں چلے گئے اور
مہر النساء برآمدے میں کئے ہوئے بستر پر لیٹ گئی..... اس کی کیفیت بڑی عجیب سی تھی.....
مشکل حالات تھے..... خوف کا ماحول تھا..... تنہا گھر نوجوان لڑکی لیکن بات وہی تھی مہر النساء
کو اپنے وجود سے نفرت تھی..... وہ اس ادھار کے بدن کو ہر طرح کا نقصان پہنچانا چاہتی
تھی..... تکلیف تو بہر حال ارجن شاستری کو ہی ہوگی..... کیا دلچسپ بات ہے..... دیکھنا یہ
ہے کہ اب اس سلسلے میں کیا ہوتا ہے..... اب تک کا وقت تو بڑا عجیب گزرا تھا..... بستر پر لیٹے
لیٹے مہر النساء کے ذہن میں نجانے کیا کیا خیالات آنے لگے..... ماضی کا ایک ایک نقش اس
کے ذہن میں تازہ ہو رہا تھا..... باہر آسمان پر تارے کھلے ہوئے تھے..... ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا
کے جھونکے پورے وجود کو سرور بخش رہے تھے..... لیکن مہر النساء کے سینے میں ایک آگ
روشن تھی، وہ دل میں سوچ رہی تھی کہ کس طرح اس سے اس کی نسوانیت چھن گئی ہے.....
مردانہ سو رہے ہیں اور وہ باہر بے یار و مددگار پڑی ہوئی ہے..... پتہ نہیں کون سے برے
عمل کی سزا ہے کہ کسی سے اس کا مان چھین جائے، حالانکہ عماد الدین ایک دین دار انسان
تھے..... پردے کے قائل..... مہر النساء کو بے شک انہوں نے اپنے طور پر بہت آزادی دے
رکھی تھی، لیکن پھر بھی مہر النساء ان اقدار کا خیال کرتی تھی جو بہر حال ان کے اپنے گھرانے
کے تھے۔

ایسے حالات میں کوئی بات اپنے طور پر نہیں کہی جاسکتی تھی..... رات آہستہ آہستہ
گزرتی رہی..... مہر النساء کا ذہن رشیدہ کی جانب بھی گیا..... ایک پاکیزہ عورت تھی جس کی

دروازے سے شہزاد علی باہر نکلا..... اس کے بدن پر تھر تھری طاری تھی..... وہ مہر النساء کے بستر کے قریب پہنچ کر رک گیا اور لرزتی آواز میں کچھ کہنے کی کوشش کی، لیکن الفاظ منہ سے نہ نکلے..... مہر النساء اٹھ گئی تھی..... اس نے شہزاد علی کو دیکھا..... شہزاد علی کی حالت ہلکا خراب محسوس ہو رہی تھی۔

”خود کو سنبھالئے شہزاد علی بھائی خود کو سنبھالئے..... بیٹھے“ مہر النساء خود اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے شہزاد علی کو بٹھادیا..... شہزاد علی ہچکیوں کے سے انداز میں اپنا بے جان ہاتھ اٹھا کر رشیدہ کی جانب اشارہ کرنا چاہتا تھا..... مہر النساء نے کہا۔

”میں نے دیکھ لیا ہے آپ آرام سے بیٹھیں..... میں جا کر اسے دیکھتی ہوں۔“ شہزاد علی کے انداز سے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ بمشکل تمام خود کو بے ہوش ہونے سے بچائے ہوئے ہے..... بہر حال وہ بے جان سا بیٹھا رہا اور مہر النساء وہاں سے اٹھ گئی..... کبھی کبھی اسے خود اپنی اس دلیری پر حیرت ہوتی تھی اور وہ سوچتی تھی کہ اس کے اندر یہ تمام قوتیں کہاں سے بیدار ہو گئیں، جبکہ اس سے پہلے اس میں دلیری کا کوئی عنصر نہیں تھا..... بہر حال وہ وہاں سے آگے بڑھی..... اس وقت اس کے دل میں کوئی احساس یا خیال نہیں تھا..... بس ہمت سے کام لے کر وہ یہ جائزہ لینا چاہتی تھی کہ رشیدہ کے ساتھ کیا واقعہ پیش آتا ہے..... رشیدہ آگے بڑھ کر اسی درخت کے قریب پہنچ گئی تھی جس کے بارے میں شہزاد علی نے اسے بتایا تھا..... پھر چند لمحوں کے بعد رشیدہ زمین پر بیٹھ گئی اور درخت کی جڑ کھودنے لگی۔

جڑ میں دبے ہوئے سونے کے مجسمے کو اس نے نکال لیا اور اسے درخت کے تنے پر ایک اونچی جگہ رکھا..... پھر وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی، لیکن جو منظر مہر النساء کے سامنے آیا وہ ناقابل یقین تھا۔

رشیدہ بال سامنے لٹکائے، دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھے..... سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی اور سامنے رکھے ہوئے مجسمے کا حجم بڑھتا جا رہا تھا..... مہر النساء نے ایک محفوظ جگہ سنبھال

برہنہ پھٹی آنکھوں سے سونے کے اس مجسمے کو دیکھنے لگی جو بڑھ کر ایک انسانی جسم کے برابر بن گیا تھا، لیکن اس کی شکل انتہائی بھیانک تھی۔ پھر مہر النساء نے بخوبی اس کی آواز سنی۔

”یہ تیرے ساتھ کون ہے؟“

رشیدہ نے ایک دم بالوں کو جھٹکا دے کر بیچھے کیا..... پہلے سامنے دیکھا پھر گردن موڑ کر مہر النساء کی طرف دیکھنے لگی..... چہرے پر وہی بھیانک کیفیت تھی..... دہکتے ہوئے انہرے جیسا چہرہ۔

”کون ہے تو..... کیوں آئی ہے..... کیا تیری موت نے تجھے گھیرا ہے؟“

رشیدہ کے منہ سے مردانہ آواز نکلی اور مہر النساء کے اندر ایک عجیب سی دلیری پیدا ہو گئی..... وہ کئی قدم آگے بڑھی اور رشیدہ کے برابر جا کھڑی ہوئی۔

”اپنی زبان میں کیوں نہیں بولتا..... کمبخت جادوگر..... مہر النساء غرائی ہوئی آواز میں بولی۔“

”موت آئی ہے تیری..... اس نوجوانی میں مرنا چاہتی ہے..... تیری ہمت کیسے ہوئی ہمارے سامنے آنے کی، اس نے اپنا ہاتھ سامنے کیا..... سونے کے مجسمے کے ہاتھ سے لمبی لمبی کیریں آگے بڑھنے لگیں..... لمبی اور چمکدار کیریں..... پھر ان کے سرے سانپوں کے منہ جیسے بن گئے..... جن کی زبانیں لہرا رہی تھیں..... یہ لمبے سانپ مہر النساء کی جانب بڑھے..... مہر النساء نے گھور کر انہیں دیکھا اور اس کے بعد اس نے ”درووپاک“ کا ورد شروع کر دیا..... ”درووپاک“ مکمل ہوا ہی تھا کہ اچانک سونے کے مجسمے کے حلق سے چیخ سی نکلی..... اس کی انگلیاں ایک دم غائب ہو گئی تھیں اور جو اس نے عمل کیا تھا وہ مکمل طور سے ناکام ہو گیا تھا..... اس وقت وہ بے شک سونے کے رنگ کا تھا لیکن اس کے چہرے کے نقوش اس کی ہماری کیفیت بالکل زندہ انسانوں جیسی تھی..... اس نے حیرانی سے اپنے دونوں ہاتھوں کو سامنے کر کے دیکھا، پھر اس کے حلق سے بھیانک قہقہے نکلنے لگے۔“

”تو یہ بات ہے..... تو ہمارے جادو کا توڑ کرنے کے لئے آئی ہے مگر تو ہے کون؟ موت آئی ہے تیری..... دو چار عمل سیکھ لئے ہیں تو ان سے ہمارا مقابلہ نہ کر..... میرا بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں؟ اور میں کیا ہوں؟ اچانک ہی اس نے اپنے دونوں ہاتھ باز اور ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑانے لگا پھر اس کے پورے بدن میں ہاتھ ہی ہاتھ نہ ہو گئے اور یہ ہاتھ لہرانے لگے..... یہاں تک کے ان کی لمبائی بڑھنے لگی..... مہر النساء اب پابندی کے ساتھ ”درود پاک“ کا ورد کر رہی تھی اور اس کی آنکھیں اس پر جمی تھیں..... بڑی بھیانک کیفیت تھی رشیدہ اب بھی اسی طرح پتھرائی ہوئی دوزانوں بیٹھی تھی..... کوئی ایسی شخصیت نظر نہیں آرہی تھی جس سے مہر النساء کوئی کام لے سکتی غرضیکہ ساری صورت حال مہر النساء کے سامنے آرہی تھی اور اچانک ہی سونے کا وہ مجر جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا، وہ ہاتھ جو مہر النساء تک پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے..... چھوٹے چھوٹے ہوتے جا رہے تھے اور پھر وہ گم بھی ہو گئے..... صرف دو ہاتھ باقی رہ گئے تھے جو میں بلند ہوئے اور سونے کے مجسمے سے آواز نکلی۔“

”جے مہاکال..... جے مہاکال..... تیرا یہ داس ناکام ہو گیا ہے اب تو اسے سنبھال اس کے بعد سونے کا وہ مجسمہ عجیب و غریب شکل اختیار کرنے لگا اور اس کے بعد جو سامنے آیا اس نے کچھ لمحوں کے لئے مہر النساء کے ہوش اڑا دیئے تھے۔“
 وہ ایک ڈھانچہ تھا..... ایک مکمل انسان کا ڈھانچہ..... لیکن اس کی آنکھیں روٹی تھیں..... سفید روشن آنکھیں جن کی پتلیاں سیدھی لکیر کی مانند تھیں۔
 ”پچھانا مجھے مہر النساء..... ڈھانچے کے حلق سے آواز ابھری۔“
 ”ارجن..... ارجن شاستری..... مہر النساء کے حلق سے آواز ابھری۔“
 ”اور..... ڈھانچے کے دانت ہنسی کے انداز میں پھیل گئے۔
 ”شاستری چاچا..... مہر النساء کی آواز پھر ابھری۔“
 ”اور..... اس بار ڈھانچے کی آواز غضبناک ہو گئی۔“

”اور کیا کہوں..... مہر النساء بولی۔“

”مہاکال کہہ مجھے سسری..... گرو مہاراج کہہ کر پکار“ گیانی مہاراج کہہ مجھے..... اور..... اچانک ارجن شاستری کی آواز کانپ گئی اور پتاجی کہہ مجھے..... تو میری کشکا کشکا ہے تو میری..... ان الفاظ میں بے حد گداز تھا..... گہر اور د تھا، لیکن اسی درد میں یہ جی ایک اور آواز مہر النساء کو سنائی دی۔

”مہر النساء..... یہ عماد الدین کی آواز تھی اور اس آواز نے مہر النساء کے وجود میں بے ہودہ دیئے..... اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا..... پھر اس کی آواز ابھری۔
 ”کیا کہوں تجھے۔“

”گرو مہاراج..... مہاکال..... کالی داس..... سنسار کا سب سے بڑا جادو گر۔“
 اور کیا کہوں..... مہر النساء کی آواز میں طنز تھا۔
 ”کیا کہنا چاہتی ہے تو۔“

”گندے جوہر کا ناپاک مینڈک..... کالا اور قابل نفرت..... مہر النساء کی آواز ابھری
 ”ڈھانچے کی ہڈیاں شدت غضب سے کانپنے لگیں۔“



سچی کبھی بڑے عجیب واقعات ہو جاتے ہیں..... دیکھ شریر کو غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ شریر کو غذا نہ ملے تو وہ کمزور ہو جاتا ہے..... یہ خون اور گوشت کی جاگیر جو ہے نا..... ہمارے رکھنے کے لئے سنسار والوں کو نجانے کیا کیا کرنا پڑتا ہے..... اگر یہ ضرورتیں نہ ہوں تو پھر طاقت اتنی بڑھ جائے کہ منش بہت طاقتور ہو جائے..... اس میں کوئی شک نہیں ہے..... مجھے یاد رکھ ہے اپنے شریر کے چلے جانے کا..... پر اس سے کچھ فائدے بھی نظر آئے..... مثلاً یہ کہ میں کھانے پینے کی فکر سے آزاد ہوں، جو چاہوں کر سکتا ہوں.....

میں نے بغیر منتر پڑھنے کے لئے سسے دے سکتا ہوں، کچھ منتر ایسے ہوتے ہیں جنہیں دن رات پڑھا جاتا ہے اور اس میں کوئی گنجائش نہیں ہوتی رکنے کی..... منش یہ منتر کبھی نہیں دے سکتا، کیونکہ اسے کھانے پینے کے لئے اور زندگی کی دوسری ضرورتیں پوری کرنے کے لئے کرنا پڑتا ہے..... اپنی جگہ بھی چھوڑنی پڑتی ہے، مگر تیرے بتانے میری یہ مشکل حل ہوتی..... میں نے وہ منتر پڑھے ہیں اور اب بڑی شقتی حاصل کر لی ہے میں نے..... دیکھے گی..... ان رہ جائے گی..... کیا سمجھی۔“

”ٹھیک ہے مگر تم اپنا بدن پھر کیوں حاصل کرنا چاہتے ہو۔“

”وہی بات ہے نا کشکا کہ انسان انسانوں سے الگ تو نہیں رہ سکتا..... میرے من میں آرزو ہے کہ سنسار کے دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی رہوں..... میں ان سے الگ رہنا چاہتا تو یہ بات کیوں نہیں سوچتی۔“

”اگر تمہاری شقتی اتنی بڑھ گئی ہے ار جن شاستری تو اپنا بدن حاصل کیوں نہیں دیتے؟“

”میرا شریر مجھے تیرا بتا ہی دے سکتا ہے یا پھر اور کچھ کوششیں ایسی ہیں جو میں نہیں کر سکتا..... میرے لئے اس لئے تو مجھے تیری ضرورت ہے۔“

”میں تمہاری ضرورت پوری نہیں کر سکتی۔“

”تو کس کی..... کرے گی..... کیسے نہیں کرے گی، کیا سمجھتی ہے تو، کرنا تو ہو گا تجھے۔“

اس سے قبل مہر النساء سہم گئی تھی..... وہ بذات خود کچھ نہیں تھی، لیکن عماد اللہ کچھ ایسا اعتماد اس کے سینے میں اتار دیا تھا کہ اسے مشکل ترین حالات میں ایک انوکھی ادراک ہوتا تھا..... اس وقت وہ ار جن شاستری کو دیکھ کر ساکت رہ گئی تھی..... مشکل سے اس کے چنگل سے نکل کر بھاگی تھی اور اب وہ دوبارہ اس کے سامنے آگیا..... اس کے اندر ایک جذباتی کیفیت پیدا ہو گئی تھی..... اس نے کہا تھا کہ وہ شاستری کو بے کر پکارے، لیکن کوئی اور بھی تو تھا جس کے کان ”ابو“ سننے کو ترس رہے ہوں گے۔ ادھر ار جن شاستری غصے سے کانپ رہا تھا اور کچھ فاصلے پر بے چارہ شہزاد علی بت بنا نجانے کس عالم میں تھا..... رات کا یہ بھیانک کھیل کافی دیر تک جاری رہا..... شاستری نے کہا۔“

”کشا کیا کہتی ہے تو..... چل میرے ساتھ چل..... جو کر چکی ہے اسے معاف گا..... مہر النساء کو ایک دم کچھ خیال آیا اور وہ سنبھل گئی..... اس نے کہا۔“

”پہلی بات تو یہ ہے ار جن شاستری کے میں کشا نہیں ہوں..... مہر النساء، دوسری بات یہ کہ اب میں تیرے ساتھ جانا نہیں چاہتی۔“

ڈھانچہ ہنس پڑا پھر بولا۔

”اری باؤلی! اگر تو یہ سمجھتی ہے کہ تیرے بتانے میرے شریر سے گوشت چھینا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میری شقتی بھی ختم ہو گئی ہے تو میں تجھے بتاؤں کہ ایسی بات

”زبردستی“۔

”ہاں“۔

”وہ کیسے“۔

205

”جی نہیں ہوں تیری بات“۔

”تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں جو کچھ تم کہو گے وہ بھی کرنے کو تیار ہوں، لیکن جی میرا ایک چھوٹا سا کام کرنا ہو گا“۔

”ہزار کام کہہ..... ہزار کام..... چھوٹے سے کام کی کیا بات کرتی ہے ری..... بول تو کیا کام ہے ہم سے“۔

”ان دونوں میاں بیوی کو دیکھ رہے ہو؟“۔

”ہاں دیکھا ہے میں نے انہیں“۔

”میں ان کی مدد کرنا چاہتی ہوں“۔

”مطلب؟“۔

”یہ مشکل کا شکار ہیں انہیں بڑے عجیب و غریب حالات کا سامنا ہے“۔

”معلوم ہے ہمیں، معلوم ہے“۔

”ان کی مدد کرنی ہے“۔

”اگر یہ ٹھیک ہو جائیں تو ہمیں کیا ملے گا“۔

”تمہیں تو مل چکا ہے کیا یہ بات کم ہے تمہارے لئے کہ اب میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار کیا چاہتے ہو تم“۔

”جی ٹھیک ہے..... اس کے بارے میں بتائیں ہم تمہیں..... ان پر ایک انوکھی نگاہ ہو گئی ہے ویر مکرنا کا استھان ہوا ہے اس پر اور ویر مکرنا بڑا ٹیڑا ہے جس کے پیچھے سب سے ختم کر کے ہی چھوڑتا ہے“۔

”اور تم اپنے آپ کو شکی ماں کہتے ہو..... مہر النساء نے کہا“۔

”نہ ان الفاظ کا اثر جن شاستری پر نمایاں نظر آیا تھا..... اس کا ڈھانچہ نمابن تھر.....“

”یاد رہے چینی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا پھر اس نے کہا۔

”ٹھیک ہے..... ٹھیک ہے اگر تو یہی چاہتی ہے تاکہ ویر مکرنا سے دودو

”مجھے اس کے لئے مجبور مت کر تو بھاگ آئی میرے پاس سے

سری..... ایسی شکی دیتا تھے، بڑی بڑی باتیں سوچی تھیں میں نے..... کا لکا مندر تہ

بننا اور تو کا لکا مندر میں ہوتی..... کا لکا دیوی یعنی تو..... یعنی میری کشاکش اور سنسار بھر

تیرے پاس آتے..... اپنی اپنی مشکلوں کا حل مانگنے کے لئے ارے کا لکا مندر کے گرد

بسا دیتا میں..... سنسار میں اتنا بڑا نام ہوتا کا لکا دیوی کا..... کہ لوگ کہتے کہ واہ بھی واہ

طرح سے بھگوان نے اپنا روپ سنسار میں کا لکا دیوی کو دیا ہے..... اتنا بڑا بنانا تھے

بھی میرے من میں یہی ہے..... بیٹھیں گے باتیں کریں گے، چل میرے ساتھ چل

ساتھ چل بلا وجہ بھاگ کر آگئی..... سنسار کی ٹھو کریں کھانے کے لئے“۔

مہر النساء بڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے سوچا کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ٹھ

علم کا ماہر ہے اور اس سے ٹکر لینا مشکل کام ہے..... وہاں سے بھاگ آئی تھی، چھپ

سب کچھ ٹھیک تھا لیکن اتنا ضرور جانتی تھی کہ اس سے ٹکرانا اس کے بس کی بات

ہے..... پھر ایک اور خیال بھی اس کے دل میں آیا تھا..... یہ بیچارے لوگ جو مصیبت

ہیں، یعنی شہزاد علی اور رشیدہ وغیرہ اگر یہ اس کمینے کے ذریعے مشکل سے نکل س

اچھی بات نہ ہوگی..... اگر اس کے ساتھ جانا بھی پڑے تو عارضی طور پر اس کی ف

کر لی جائے، بعد میں اپنے آپ کو تقدیر کے حوالے کر دیا جائے..... کوئی خطرہ تو ب

ہو گا دیکھا جائے گا..... وہ سوچ میں ڈوب گئی اور وہ خوفناک ڈھانچہ سامنے کھڑا

علی تو پتھر کا بت بن کر رہ گیا تھا آخر کار مہر النساء نے کہا“۔

”دیکھو میں تمہارے ساتھ نہیں مدد چاہتی تھی لیکن کبھی کبھی کچھ مجب

ہو جاتی ہیں کہ انسان کو اپنی مرضی کے خلاف بھی کچھ کرنا پڑتا ہے“۔

ہاتھ ہو جائیں ہمارے تو وہ بھی کر لیں گے..... پر ایک وعدہ کرنا ہو گا تجھے..... ایک دینا ہو گا۔“

”بولو۔“

”اس کے فوراً بعد تو ہمارے ساتھ چلے گی اور جو کچھ ہم کہیں گے وہی کرے گی“ ٹھیک ہے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ دونوں ٹھیک ہو جانے چاہئیں..... مہر النساء موقع سے فائدہ اٹھانے کے بارے میں سوچ لیا تھا۔“

”چل ٹھیک ہے..... ہم سے اگر کوئی وعدہ کرتا ہے تو اس کا وعدہ کرنا شرط ہے کرا لیتے ہیں..... اور پھر چند لمحوں کے بعد اس نے کہا۔“

”یہ جو سامنے باؤلا کھڑا ہے نا اس سے تو بات کر لے..... سرے کا کہیں ہارٹ نہ ہو جائے..... کیا سمجھی۔“

”اگر میں اسے یہاں سے بھیج دوں تو۔“

”نہیں..... ویر مکرنا یہاں آئے گا..... یہ دونوں ہی پھیریں ہیں اسے یہاں ہونا چاہیے..... تو کیا اس کی بیوی کو بھی یہاں بلا لیا جائے۔“

”خود آجائے گی..... خود آجائے گی..... ویر مکرنا اس کے چکر میں ہے اور وہ کے چکر میں..... تو اس کے چکر میں نہ پڑ..... بس تماشہ دیکھ، مگر پہلے اسے سمجھا۔“

مہر النساء آہستہ قدموں سے شہزاد علی کی جانب بڑھ گئی..... شہزاد علی جیسے طرح جم کر رہ گیا تھا..... وہ اس کے پاس پہنچ گئی۔

”شہزاد بھائی..... اس نے اسے پکارا تو وہ اچھل پڑا۔“

”ہاں..... ہاں..... ہاں۔“

”گھبرانے کی ضرورت نہیں یہ آپ نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے۔“

”وہ..... وہ..... وہ انسان کا ڈھانچہ۔“

”ہاں..... وہ اب ہمارے کام آئے گا۔“

”کام..... کام..... کام۔“

”آپ اپنے آپ کو سنبھالئے تو سہی آپ کی حالت تو بہت ہی خراب ہو رہی ہے..... دیکھئے تو سہی..... آپ مرد ہیں، جوان ہیں..... طاقتور ہیں..... میں تو ایک لڑکی ہوں..... اب غرت ہوں..... آپ مجھ سے بھی زیادہ ڈر رہے ہیں۔“

”اس..... نہیں تو..... مگر وہ..... اچانک ہی شہزاد علی کو جیسے ہوش آگیا۔“

”سنبھالئے خود کو سنبھالئے۔“

”وہ اب بھی موجود ہے..... شہزاد علی سہی ہوئی آواز میں بولا۔“

”وہ موجود رہے گا۔“

”کون ہے وہ۔“

”جو کوئی بھی ہے آپ کو اس کے بارے میں جاننے کی ضرورت نہیں۔“

”میں کیا کروں۔“

”آپ ایک طرف کھڑے ہو جائیں اور راستے میں نہ آئیے..... انشاء اللہ تعالیٰ آج بارے معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔“

”مطلب۔“

”مطلب یہ کہ رشیدہ بہن اس مشکل سے نجات پالیں گی اور جو مصیبت آپ پر نازل ہوئی ہے وہ ختم ہو جائے گی۔“

”میں کیا کروں۔“

”آپ ایسا کریں اس درخت کے قریب جا کر کھڑے ہو جائیں اور اپنے آپ کو سنبھالے رکھیں..... واقعات جیسے بھی ہوں اس کی ذمہ داری آپ مجھ پر چھوڑ دیں اور خود بخود بخیر نہ ہوں۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔“

”دیکھئے منظر کچھ بھی ہو آپ ڈریں گے نہیں..... اگر آپ ڈرے تو سارا کھیل خراب

ہو جائے گا۔“

”میں ہمت کروں گا..... میں ہمت کروں گا۔“

”اب ٹھیک ہیں نا آپ۔“

”میں ٹھیک ہوں بالکل ٹھیک ہوں..... شہزاد علی نے جواب دیا..... پھر شہزاد علی

طرف جا کر کھڑا ہو گیا تھا اور ڈھانچے نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلا لئے تھے۔

منتر پڑھ رہا تھا..... دیر تک یہ منتر پڑھنے کے بعد اس نے اندرونی دروازے پر پھونک

اور دفعتاً اندر سے ایک ہولناک چیخ سنائی دی..... پھر دوسرے لمحے رشیدہ نے باہر آنے

دروازے پر لات ماری اور دروازہ کھول کر باہر نکل آئی، لیکن اس کی صورت اس قدر بے

ہو رہی تھی کہ مضبوط سے مضبوط دل والا اسے دیکھتا تو اس کے حواس گم ہو جاتے۔

گہرے سرخ رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی، یوں لگتا تھا جیسے مکمل خون میں نہائی ہوئی ہو، اور

آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں اور ہونٹ نیچے اور اوپر کو مڑے ہوئے تھے۔

اس کے سارے دانت اور جڑے نظر آرہے تھے..... وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتی،

اس ڈھانچے کے سامنے پہنچ گئی جوار جن شاستری کا تھا۔

”کون ہے رے تو؟“ رشیدہ کی آواز سنائی دی۔

”ارجن ہے ہمارا نام مکرنا..... من کی آنکھیں کھول..... پہچاننے کی کوشش کر۔“

”کیوں آیا ہے..... رشیدہ کی آواز ابھری۔“

”بس یہ چاہتے ہیں کہ توجیتار ہے..... اپنے کام کرتا رہے..... تیرا اور ہمارا دھرم

ہی ہے یعنی کا کا دھرم۔“

”مگر تو یہاں کیوں آیا ہے..... تو جانتا ہے کہ دو کالے دھرم کے مالک بھی

دوسرے کا راستہ نہیں کاٹتے۔“

”ہاں یہ بات تو ہمیں معلوم ہے مگر کبھی کبھی ایسی مشکل پیش آ جاتی ہے.....

راستہ کاٹنے نہیں آئے..... یوں سمجھ لے ہمارا ایک کام ہے ان لوگوں سے اور ہم نے

ہم نے کہ ہم ان کا کام کر دیں گے..... یعنی تجھ سے کہیں گے کہ مکرنا جا کہیں اور کام کر

..... تو یہی ہم تجھ سے کہنا چاہتے ہیں کہ ان کو چھوڑ کر کہیں اور اپنا

..... ہمیں ان سے اپنا کام لینے دے۔

”مگر تیرا قرض تو نہیں ہے مجھ پر..... ارجن..... میں کیوں تیری بات مانوں..... میرا

..... تیرا اپنا کام ہے۔“

”تو ہے..... مگر کہیں نہ کہیں کبھی نہ کبھی سنسار میں ہمارا تیرا ٹکراؤ تو ہو گا اور ہو سکتا

..... ہے ہم سے کوئی کام نکل آئے۔“

”جب مجھے تم سے کام نکلے تو تم میرا کام مت کرنا..... جاؤ..... مجھے میرا کام کرنے دو۔“

”ارے نہیں رے نہیں..... ایسا مت کہہ..... دیکھ ہم دونوں کالے دھرم سے تعلق

..... ہیں اور مہاکالی کے نام پر ایک دوسرے کے دوست بھی ہیں..... ہمیں ایک دوسرے

..... ہاتھ پورا پورا تعاون کرنا چاہئے۔“

”مجھے سبق مت پڑھا ارجن شاستری..... جان چکا ہوں میں تجھے..... بس جا بھاگ

..... مجھے میرا کام کرنے دے..... یہ ایسا معاملہ ہے کہ میں تیری بات نہیں مان سکتا۔“

”ارے ارجن شاستری کا نام بھی لے رہا ہے..... پہچان بھی چکا ہے ہمیں اور اس کے

..... ہاتھ میں کر رہا ہے..... دیکھ بھائی مجبور مت کر ہمیں کہ ہم تیرے ساتھ جھگڑا کریں۔“

”جھگڑا کرے گا تو میرے ساتھ“ رشیدہ کی آواز ابھری۔

”بال مجبوری ہے..... مجبوری ہے..... کیا کیا جاسکتا ہے..... ہمارا کام بھی بڑا ہے.....

..... بد بھرتی تجھ سے کالے دھرم کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔“

”کیا پتا ہے تو آخر؟“

”نہ یہ کہ اپنا کام کرو جا کر کہیں اور دیکھو۔“

”تجھے اصل بات معلوم نہیں ہے اس لئے ایسی کوئی بات مت کر۔“

”کیا اصل بات بھی ہے؟“

”ہاں۔“

”کیا اصل بات ہے بتا؟۔“

”مرگھٹ میں تھے ہم..... آرام کر رہے تھے..... اس آدمی نے ہمیں پریشان نہیں وہاں سے نکال لیا..... کھدائی کر رہا تھا..... وہاں..... ارے ہم تو آرام کر رہے.....“ ہو جاتا ہے..... ہو جاتا ہے..... کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے، مگر تو ایسا چھوڑ دے انہیں ہم کہہ رہے ہیں تجھ سے۔“

”نہیں..... ایسا ممکن نہیں ہے..... ایسا نہیں ہوگا۔“

”دیکھ..... ہم سے جھگڑا مت کر..... ہم ابھی اپنی شتی استعمال نہیں کرنا چاہتے.....“

”بڑا مان ہے تجھے اپنی شتی پر ار جن شاستری“ رشیدہ نے کہا۔

”نہیں مانے گا..... نہیں مانے گا..... مان جا..... دیکھ ہم کہہ رہے ہیں مان جا.....“

”نہیں..... میں تو خیر کیا مانوں گا، مگر تو اپنا سب کچھ کھو بیٹھے گا اس جگہ۔“

”دھت تیرے کی..... ارے نہ لکار ہمیں پاگل۔“

”لکار دیا ہے میں نے لکار دیا ہے“ رشیدہ نے کہا اور اچانک ہی نیچے جھک کر

زمین سے تھوڑی سی مٹی اٹھالی اور اس کے بعد اس نے یہ مٹی فضا میں بلند کر دی

آنکھیں ہولناک انداز میں چمک رہی تھیں..... پھر اس نے دفعتاً مٹھی دوبارہ مٹی

اور اسے فضا میں اچھالا اور حلق سے ایک عجیب سی آواز نکالی، لیکن جو کچھ سامنے

سنسنی خیز تھا، اس آواز کے ساتھ ہی بے شمار سانپ فضا میں اڑتے ہوئے آئے اور

جانب دوڑ پڑے..... گویا ار جن شاستری پر یہ پہلا وار تھا..... ار جن شاستری نے

جو ہڈیوں پر مشتمل تھے اوپر اٹھائے اور اچانک ہی اس کے ہاتھوں سے دھواں نکلنے

سارے سانپ اس دھوئیں میں غائب ہو گئے تھے۔

گویا ایک باقاعدہ جنگ کا آغاز ہو گیا تھا..... اچانک ہی نجانے کس جگہ

پر ندے اڑتے ہوئے نظر آئے..... یہ پرندے فضا میں چکر لگانے لگے تھے اور

رشیدہ کے بدن کو چو نہیں مارنا شروع کر دیں..... مہر النساء اور شہزاد علی دم بخود کھڑے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے، لیکن اچانک ہی رشیدہ کے قہقہے کی آواز سنائی دی..... وہ قہقہے لگا رہی تھی لیکن اس کے حلق سے مرد کی آواز نکل رہی تھی..... ایک ایک اس کے اطراف میں شعلے بند ہونے لگے اور پھر ان شعلوں میں سے ایک انتہائی کریہہ صورت مرد باہر نکل آیا..... رشیدہ اب وہاں موجود نہیں تھی..... تنگ دھڑنگ خوفناک شکل کا آدمی قہقہے لگا رہا تھا اور اس کے قہقہے اس قدر بھیاںک تھے کہ انسان کا دل لرز کر رہ جائے..... وہ قہقہے لگاتا ہوا ار جن شاستری کے ڈھانچے کی جانب بڑھا، اس کے حلق سے آوازیں نکل رہی تھیں۔

”ار جن! غلط آدمی سے ٹکر لے لی ہے تو نے..... تو کا لے دھرم میں بہت کچا ہے..... میں تجھے بھسم کر کے رکھ دوں گا..... بھسم کر دوں گا میں تجھے۔“

اچانک ہی ار جن شاستری نے ایک بار پھر اپنے ہاتھ بلند کئے اور اچانک ہی سفید رنگ کی چھوٹی چھوٹی سلاخیاں فضا میں نمودار ہوئیں اور سامنے والے کے بدن پر پڑنے لگیں.....

وہ بھیاںک شکل کا آدمی اپنے ہاتھوں کو سامنے کر کے اپنے آپ کو ان سلاخیوں کی زد سے

بچانے کی کوشش کر رہا تھا..... اس کے قہقہے رک گئے تھے..... وہ سلاخیوں کو مسلسل پکڑ پکڑ

کر مروڑ رہا تھا، لیکن سلاخیاں چاروں طرف سے اس پر آرہی تھیں اور ان میں سے کچھ ایسی

آوازیں سنائی دے رہی تھیں جیسے مکھیاں بھنہنا رہی ہوں..... اچانک ہی اس نے اپنے دونوں

ہاتھ فضا میں گھمائے اور اس کے گرد ایک سفید دھواں پھیل گیا..... بالکل ایسا ہی جیسے

دھوئیں میں وہ پرندے قید ہو کر غائب ہو گئے تھے..... یہاں تک کہ وہ سلاخیاں گم ہو گئیں اور

مرد کی آواز سنائی دی۔

”بس..... ار جن بس..... چل اب میرا اور سنبھال“ اس نے ایک بار پھر نیچے بیٹھ کر

بٹن مٹھیاں بند کیں اور جب مٹھیاں کھولیں تو چمگادڑوں جیسے بہت سے جانور ار جن پر

سنبھالنے ایک قیامت سی آگئی..... چمگادڑوں کے منہ سے بھیاںک آوازیں نکل رہی تھیں،

لیکن یہ آوازیں ایسے لگ رہا تھا جیسے بہت سی عورتیں مل کر رو رہی ہوں..... لیکن ان کی یہ

نہ پائی ہوئی نگاہوں سے گوشت کے اس ٹکڑے کو دیکھ رہا تھا..... جیسے ہی مکرنا نے یہ ٹکڑا اس کے عرف اچھا لاس نے اسے ہاتھوں میں لپک لیا اور پھر بڑے مزے سے اسے چبانے لگا..... جب اس نے پورا ٹکڑا چٹ کر لیا تو اتنی ہولناک چیخ ماری کہ درود یوار کانپ گئے، اب وہ نہ خوار نگاہوں سے سب کی طرف دیکھ رہا تھا۔

مہر النساء، شہزاد علی اور ار جن شاستری کی طرف..... اس کے بعد اس نے اچانک ہی پنا شروع کر دیا..... مہر النساء کا معاملہ تو خیر بالکل الگ تھا، لیکن شہزاد علی شدت خوف سے بے ہوش ہو جا رہا تھا..... بھلا اس نے زندگی میں یہ مناظر کہاں دیکھے تھے۔

رشیدہ تو بچاری خود ان ہولناک واقعات کا ایک حصہ تھی..... ایک کردار تھی اور اس وقت چونکہ وہ ان شیطانی قوتوں کے زیر اثر تھی اس لئے اسے کوئی اندازہ نہیں ہو رہا تھا لیکن شہزاد علی یہ سب کچھ دیکھنے پر مجبور تھا اور اس کے حواس گنگ ہوئے جارہے تھے لیکن مہر النساء اسے برابر سہارا دے رہی تھی۔

”شہزاد علی بھائی اگر اس وقت آپ نے ہمت ہار دی تو سمجھ لیجئے زندگی بھر کچھ نہیں کر سکیں گے..... خود کو سنبھالنے..... خود کو سنبھالنے..... مہر النساء نے شہزاد علی کا شانہ بچھڑاتے ہوئے کہا اور شہزاد علی سنبھل گیا..... خونخوار بونار جن شاستری کی طرف بڑھ رہا تھا..... پھر جب وہ ار جن شاستری کے پاس پہنچا تو ار جن نے اچانک اپنی ایک انگلی اس کے من میں چھبودی..... بالکل ایسا لگا جیسے کسی ہوا بھرے غبارے میں سوراخ ہو گیا ہو..... تیز نازکے سانچے ہونے کے بدن سے ہوا نکلنے لگی اور وہ زمین پر لوٹیں لگانے لگا، اس کا بدن ہوا کے شعلے کے ساتھ ساتھ ہی کم ہوتا جا رہا تھا..... یہاں تک کہ وہ زمین پر ربر بڑ کے ایک چھوٹے سے غبارے کی طرح رہ گیا جو پھٹ چکا ہو اور ار جن شاستری کی آواز سنائی دی۔“

”ہاں مکرنا..... چل کوئی نیا دار کر۔“

”کیہ ار جن یہاں سے چلا جا..... اچھا نہیں ہوگا، ورنہ میں اس پوری بستی کو تباہ کر دوں گا۔“

آواز اتنی خوفناک تھی کہ شہزاد علی اور مہر النساء کو اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے ہو رہے تھے..... ان کے اعصاب کشیدہ ہوتے جارہے تھے..... مناظر بدلتے رہے، اب ایک اور بھیانک منظر نگاہوں کے سامنے آگیا..... وہ منظر یہ تھا کہ گوشت کے چھوٹے ٹکڑے ان چمکدار ڈنکوں کے پنجوں سے گر رہے تھے اور وہ انہیں کھانے کے لئے بڑے کرمیلے کر رہی تھیں..... وہ گوشت کو اپنی چونچوں میں پکڑتیں اور اس کے ساتھ خود ٹکڑے ہو کر زمین پر گرنے لگتیں..... ار جن شاستری خاموش کھڑا ہوا تھا..... پھر اس نے اپنی ایک انگلی اٹھائی اور اچانک ہی سناٹا چھا گیا..... اب نہ وہاں چمکدار ڈنک تھیں..... نہ گوشت کوئی ٹکڑا..... البتہ رشیدہ اسی طرح خاموش کھڑی ہوئی تھی..... پھر اسی مرد کی آواز بھری ”ار جن..... اب اگر تو نے کوئی گڑبڑ کی تو میں اس سسری کو جان سے ہی مار دوں گا“

”نہیں..... اب چونکہ میرا تیرا جھگڑا باقاعدہ ہو چکا ہے اور دوستی کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لئے تو کسی کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا..... ابھی تک تو میں نے تیرے ساتھ صرف اتنا ہی کیا ہے کہ تو یہاں سے بھاگ جائے..... جیون میں پھر کبھی اگر ہماری اور تیرے بیٹھ ہو جائے تو اتنا برا خیال نہ ہو ہمارے من میں، مگر اب تو غلط حرکتیں کر رہا ہے..... اگر تو نے کوئی اور گڑبڑ کی تو پھر تیرے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں ہوگا..... کیا سمجھا؟“

”ٹھیک ہے..... پھر آجا“ اس خوفناک شخص نے کہا اور اچانک ہی وہ زمین پر بیٹھ کر ایک منتر پڑھنے لگا..... اس کے بعد اس نے جیب سے کوئی چیز نکالی اور اپنے سینے میں ڈال کر لی..... یہ ایک تیز دھار والا چوڑا خنجر تھا جس جگہ اس نے اپنے سینے میں شگاف لگایا تھا..... اس کے بعد اس کا پورا وجود سامنے آگیا..... انسانی جسامت ہی کا ایک انتہائی خوفناک بونا تھا جس کا قد ڈھائی تین فٹ سے زیادہ نہیں تھا لیکن اس کا پھیلاؤ چھ آدمیوں کے برابر تھا..... اس نے اپنا سر مکرنا کے سامنے جھکایا تو مکرنا نے جلدی سے اپنی ٹانگ سے اسی خنجر سے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹا اور وہ ٹکڑا اس خوفناک بونے کی جانب اچھال دیا..... بونا ہونٹوں پر زبان

جواب میں ارجن شاستری کے ڈھانچے سے ہنسی کی آوازیں ابھرنے لگیں۔
شیطان تو تیس ایک دوسرے کے مقابل تھیں اور دیکھنے والے دنیا کا بھیانک منظر دیکھ کر
تھے..... ارجن شاستری نے کہا۔

”بستی کی تباہی تو بہت دور کی چیز ہے تو خود یہاں سے نکل جائے تو میں مان لوں۔“
”تو کیا تو مجھے بھاگنے بھی نہیں دے گا؟“

”جوابات میں نے تجھ سے پہلے کہی تھی وہ تو نے نہیں مانی اور اب سے نکل گیا۔“
”چل ٹھیک ہے روک مجھے..... مکرنا نے کہا اور ارجن نے ایک بار پھر اپنا ہاتھ

گھمایا..... ایک عجیب سی چیز جو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے لجلجے بدن کا سانپ ہو، مکرنا
جانب بڑھی اور اس نے اس کے پورے بدن کو پلٹنا شروع کر دیا..... مکرنا نے اپنے ہاتھوں
سے اسے پکڑا اور اپنے بدن سے جدا کرنے کی کوشش کرنے لگا، لیکن وہ شے اس کے
سے لپٹ گئی تھی..... مکرنا اسے کھینچتا تو وہ ر بڑی طرح کھنچ جاتی..... چھوڑتا تو وہ دوبارہ
کے وجود سے لپٹ جاتی اور شاید وہ تنگ بھی ہوتی جا رہی تھی چونکہ اب مکرنا کے چہرے
دہشت اور تکلیف کے آثار نظر آنے لگے تھے..... اس نے وحشت زدہ آواز میں کہا۔

”ارجن شاستری..... ارجن..... چل میں تجھ سے معاہدہ کرنے کے لئے
ہوں..... چھوڑ دے مجھے..... بس..... اب چھوڑ دے۔“

”بات آگے نکل چکی ہے اب اس کی گنجائش نہیں رہی کیا سمجھا۔“

”چھوڑ دے مجھے..... میرا دم گھٹ رہا ہے..... چھوڑ دے۔“

”مکرنا تجھے ختم تو کرنا ہی تھا اس سارے کام کو اب وہ ممکن نہیں رہا جو تو چاہتا تھا۔“

”چھوڑ دے مجھے..... میں کہتا ہوں مجھے چھوڑ دے۔“

”بات ختم ہو گئی کھیل بھی ختم ہو گیا ارجن شاستری نے کہا۔“

اور پھر آہستہ آہستہ مکرنا کی حالت بگڑتی ہی چلی گئی جو چیز اس کے جسم سے لپٹی تھی
تنگ ہوتی جا رہی تھی اس کے بدن میں گھسی جا رہی تھی..... یہاں تک کہ اس کا چہرہ

بچ بچا ہوا اور اس کے بعد وہ بے جان ہو گیا..... پھر ایک اور عجیب و غریب منظر دیکھنے
مکرنا کا بے جان جسم چھوٹا ہوتا چلا جا رہا تھا اور رفتہ رفتہ وہ اتنا مختصر ہو گیا کہ دیکھنے پر
نہیں آئے، پھر زمین میں ایک چھوٹا سا سوراخ نمودار ہوا اور مکرنا کا وہ ننھا سا جسم سوراخ
میں داخل ہو گیا..... زمین کی مٹی خود بخود برابر ہو گئی تھی..... ارجن شاستری نے قہقہہ لگایا
”کے گا۔“

”دیکھا تو نے کشکا..... دیکھا تو نے میرا گیان اور اس کے بعد اگر مولوی عماد الدین
بے باتوں سے بچ جائے تو خود سوچ کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔“

مہر النساء چونک پڑی..... یہ الفاظ اسے مخاطب کر کے کہے گئے تھے لیکن اس وقت اس
نے ایک فیصلہ کر لیا تھا کہ رشیدہ اور شہزاد علی کو اس مصیبت سے بچائے..... اپنے باپ کا نام
نہ اس کے دل میں ایک ہوک تو اٹھی تھی، ایک نفرت تو بیدار ہوئی تھی اس کے دل
میں لیکن بہر حال وہ برداشت کر گئی..... چند قدم آگے بڑھی اور بولی۔

”ان تمام باتوں کو چھوڑ..... پہلے مجھے یہ بتا ارجن شاستری کے کیا ان لوگوں کا کھیل ختم
ہو گیا۔“

”وہ خود دیکھ..... خود دیکھ..... ارجن شاستری نے رشیدہ کی جانب اشارہ کیا..... وہ
بے گھر کی طرف جا رہی تھی اور اس کے انداز میں شرابیوں جیسی لڑکھڑاہٹ تھی.....
مہر النساء دیکھتی رہی..... ارجن شاستری نے کہا۔“

”اب یوں کر اس کے مرد کو بھی اندر پہنچا دے اور ان سے کہہ دے کہ وہ جو کچھ تھا وہ
تو بگیا ہے اور اب وہ آرام کا جیون گزاریں گے..... یہ بات کر کے تو واپس آ جا..... ہم
نہیں یہاں سے ساتھ واپس چلیں گے..... مہر النساء کے پاس اب اس کے سوا اور کوئی چارہ
نہیں تھا کہ اس وقت ارجن شاستری کی بات پر بھروسہ کرے..... چنانچہ وہ آگے بڑھ کر
مہر النساء علی کے پاس پہنچی اس نے کہا۔“

”شہزاد علی بھائی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ کا کام ہو گیا..... شہزاد علی چونک پڑا تھا اس

نے کہا۔“

”کیا مطلب؟“

”آپ نے دیکھا نہیں کہ سارا کام ختم ہو گیا..... وہ ٹھیک ہو گئے اور کوئی مشکل نہیں رہی، اب آپ آرام سے اپنا وقت گزارئیے..... مجھے جانا ہے شہزاد علی بھائی۔“
”کہاں جانا ہے..... شہزاد علی نے پوچھا اور مہر النساء کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔“

”شہزاد علی بھائی بس جانا ہے آپ یہ سمجھ لیجئے کہ یہی ادائیگی کی ہے میں نے، لیکن کا شکر ہے کہ آپ نے مجھے بہن کہا اور میں نے آپ کو بھائی، ایک بہن اپنا فرض پورا کر رہی ہے۔“

”کیا کہہ رہی ہو..... کیا کہہ رہی ہو بہن۔“

”ہاں شہزاد علی بھائی اس شرط پر یہ سب کچھ ہوا ہے آپ دیکھئے آپ کا دشمن رشیدہ بہن کے ساتھ یہ سلوک کر رہا تھا زمین میں دفن ہو گیا ہے، اس کا لے علم کے بارے میں یہ کام کیا ہے لیکن اس شرط پر کہ مجھے اس کے ساتھ جانا ہے۔“

”کیا کہہ رہی ہو..... تم کیا کہہ رہی ہو۔“

”وقت نہیں ہے شہزاد علی بھائی..... وقت نہیں ہے..... اچھا خدا حافظ..... میرے لئے دعا کیجئے۔“

شہزاد علی کی آنکھوں سے آنسو اُبل پڑے تھے لیکن ایسے جذباتی مناظر کا اب مہر النساء کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں رہ گیا تھا، وہ واپس چلی اور جن شاستری اس کا گھر کر رہا تھا..... ایک ڈھانچہ واپس مڑا اور مہر النساء اس کے ساتھ چل پڑی، لیکن شہزاد علی نے یہ دنیا کا سب سے حیرت ناک منظر تھا۔“



سفر نجانے کس طرف کا تھا؟ کہاں تک کا تھا؟ اور کہاں جا کے اس سفر کو ختم ہونا تھا؟ وہ نہیں کہا جاسکتا تھا..... بس سفر جاری تھا..... جنگل تھے ویرانے تھے اور پھر ایک انتہائی بے خان علاقے میں سفر کا خاتمہ ہوا اور ارجن شاستری ایک ٹوٹی پھوٹی عمارت میں داخل ہوا..... اندازہ یہ ہوا کہ اس عمارت کو اس نے اپنا مسکن بنا رکھا ہے..... وہ آرام سے وہاں بیٹھا اور مہر النساء سے بولا۔“

”اب تک جو سے تو نے ضائع کر دیا ہے تو نہیں جانتی کہ وہ کتنا قیمتی تھا، لیکن خیر بھاگی میرے پاس سے پکڑنا تو تھا ہی تجھے..... ارے باؤلی کیوں بھاگی تھی..... ذرا مجھے بتا تو..... دیکھ تو میری کشاکش ہے..... اگر تیرا پتا میری کشاکش کو مار نہ دیتا تو اس سارے کھیل کا آغاز نہیں ہوتا..... اب میں نے تیرا جیون اپنے قبضے میں کر لیا ہے تو کشاکش کی حیثیت سے جیتی ہو گی، میں تجھے بتاؤں میں نے ایک علاقے کا انتخاب کر لیا ہے..... میں وہاں کا کالکامندر بنا رہا ہوں..... میں تجھے اتنا گیان دوں گا کہ وہاں کا کالکامندر آنے والا ہر منٹ اپنے من کی مراد پورا کرے چرنوں میں آکر جھکیں گے..... تجھ سے مانگیں گے تو انہیں دے گی اور اس عمارت میں تیرا ایذا نام ہو جائے گا..... میں کا لکا کے نام پر ایک شہر آباد کروں گا، اس کا نام ہو گا اور کا کالکامندر کی دیوی..... کا کالکادیوی کہلائے گی..... بھگوان کی سوگند میں کشاکش کو شہر کا شہر کو وہ مان دوں گا کہ سارے سنسار میں اس کا نام ہو جائے گا اور اس کے بعد منہ“..... میں سے کہوں گا کہ عماد الدین تو میرا شریر مجھے واپس دے دے اور اپنی بیٹی کی آتما

میں بند کئے اور اچانک ہی دھوکے کا ایک مرغولہ فضا میں پھیل گیا..... یوں لگا تھا کہ جیسے میں نے مہر النساء کو اپنے حصار میں جکڑ لیا ہو..... ایک لمحے کے لئے اس کے ہوش و حواس بے ہوش ہوئے..... سر میں چکر آہا اور وہ اپنی جگہ کھڑی ہوئی چکراتی رہی۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ وہ چکر ختم ہوتا چلا گیا اور اس کے ذہن میں کچھ عجیب و غریب سے باتیں رونق کرنے لگیں، ایسے خیالات جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا بس سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ اچانک کیا ہو گیا..... کوئی چیز سامنے نظر نہیں آرہی تھی، لیکن پھر جب آہستہ آہستہ ذہن صاف ہوا تو کچھ کردار اس کی نگاہوں کے سامنے بکھرنے لگے، اسے یاد آتا کہ وہ جگہ موجود ہے، وہ ایک گھر ہے اور اس کے سامنے دیپا بیٹھی ہوئی ہے..... دیپا کون ہے؟ ہے؟ وہ نہیں جانتی ہے..... لیکن نجانے کیا صورت حال تھی اس نے مرے مرے انداز میں سر کو جنبشیں دیں..... اسے یوں محسوس ہوا کہ قرب و جوار میں اندھیرا پھیل چکا ہو..... البتہ باہر ذرا مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی..... اس روشنی میں اسے کچھ قدموں کی آواز سنائی دیں اور پھر اسے دوپاؤں نظر آئے..... وہ سامنے دیکھنے لگی..... منظر ہی بدل گیا..... ماحول ہی بدل گیا تھا..... وہ کون ہے؟ کیا ہے؟ یہ اسے ایک لمحے کے لئے یاد بھی نہیں تھا..... لیکن دیپا اسے یاد تھی اور اچھی طرح یاد تھی اس کے ساتھ ساتھ ہی نگاہوں کے لئے وہ قدم جو آہستہ آہستہ آگے چلے آرہے تھے..... اس کا دل چاہا کہ دیپا کو جگادے جو مہر النساء ہی تھی لیکن دیپا بھی کیا کر سکتی ہے..... ان آنے والے قدموں کو دیکھ کر زیادہ زیادہ شور مچا دے گی..... وہ قدم آگے بڑھتے رہے اور مہر النساء سانس روکے اسے دیکھتی رہی..... کچھ لمحوں کے بعد اسے احساس ہوا کہ وہ عورت ہے..... درحقیقت اسے ٹھیک سے نظر نہ آ رہا تھا اور وہ عورت جو آرہی تھی وہ بھی تاریکی کی وجہ سے ہاتھ پھیلائے آگے بڑھ رہی تھی..... اس سے پہلے کہ وہ مہر النساء کے پاس پہنچتی، راستے میں دیپا کے پلنگ سے ٹکرائی..... وہ گرا..... پچاؤ..... لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ عورت بھی چیخنے لگی تھی..... وہ

مجھ سے واپس لے لے..... کشکا کے شریر میں کسی اور کی آتما کو داخل کر کے اپنی بیٹی کو اپنے کلیجے سے لگا کر رکھوں گا..... کالکا دیوی کے روپ میں..... میں خود ہوں گا اور اس سنسار میں میری امر شکتی کا بہت بڑا نام ہو گا..... بہت بڑا..... بہت ہی بڑا۔“

”لیکن میرے باپ کا کیا ہو گا؟“

”عماد الدین..... دیکھ ساری باتیں اپنی جگہ..... میری دھرم پتی..... میری بیٹی مارو..... میں نے اس سے اس کی بیٹی چھین لی“ میں تجھے آزاد کر دوں گا..... تلاش کر کے اپنے پتا کو اگر وہ جیتا ہو، لیکن اس سے پہلے تجھے میرے سارے کام کرنا ہوں گے..... کیا تجھے اس کے بغیر تجھے چھوڑنا ممکن نہیں ہے۔“

مہر النساء دیر تک سوچتی رہی، حالانکہ دل میں کوئی برائی نہیں رکھنا چاہتی تھی وہ..... کرنا چاہتی تھی، وہ حقیقت کے انداز میں کرنا چاہتی تھی، لیکن برائی کے جواب میں برائی کی پڑ رہی تھی اور اس کے لئے وہ دل ہی دل میں اپنے آپ سے شرمندہ تھی اس نے گہری سانس لے کر کہا۔“

”لیکن اب مجھے کرنا کیا ہے؟“

”ابھی تو تجھے وہ کرنا ہے جو نہ تیری سمجھ میں آئے گا اور نہ میں تجھے سمجھاؤں گا۔“

”مطلب۔“

”مطلب بھی بتا دوں گا تجھے ایک چھوٹی سی کہانی سن تجھے اس کہانی کا کردار بننا ہے کیا ہے؟ کیوں ہے؟ کیسے ہے؟ یہ تیرے جاننے کی بات نہیں..... جب تو اپنا یہ کام کر لے گا بعد میں دیکھیں گے کہ آگے کیا کرنا ہے..... تیرے امتحان کا معاملہ ہے..... بول کیا تو اپنے دینے کے لئے تیار ہے؟“

”ہاں..... میں تیار ہوں..... مہر النساء نے جواب دیا اور ارجن شاستری کے ذہن کے ہاتھ اس طرح جھٹکنے لگے جیسے وہ خوشی کا اظہار کر رہا ہو..... اس نے کہا۔“

”تو پھر میں یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ کالکا دیوی کی جے، یہ کہہ کر اس نے دونوں

کہہ رہی تھی۔“

”نہیں..... نہیں..... بھگوان کے لئے نہیں..... نہیں تمہیں بھگوان کا واسطہ ہے۔“
”ارے کون ہے ری تو..... اس بار دیپاک کی آواز سنبھلی ہوئی تھی۔“

”چھوڑ دو مجھے..... چھوڑ دو..... تمہیں بھگوان کا واسطہ۔“

”ہے کون تو چڑیل ہے..... پچھل پیری ہے..... آخر تو ہے کیا؟“ دیپاک کی آواز خوفزدہ محسوس ہو رہی تھی، اسی وقت مہر النساء اپنی جگہ سے اٹھی اسے اندازہ تھا کہ کہاں سے جلائی جاسکتی ہے، دیوار میں لگے ہوئے سوچ بورڈ کو اس نے ٹٹولا اور چٹکی کے ساتھ کمرے میں مدہم روشنی پھیل گئی..... دیپانے بے اختیار لڑکی کو چھوڑ دیا اور اندھوں کی طرح دوڑی..... اس بار وہ مہر النساء سے ٹکراتی ٹکراتی بچی تھی..... اس مہر النساء کو دیکھا اور اس کا چہرہ مزید دہشت زدہ ہو گیا..... پھر اس نے دونوں ہاتھ جوئے رندھی ہوئی آواز میں بولی۔“

”تم دونوں کو بھگوان کا واسطہ مجھے چھوڑ دو..... بھگوان کے لئے ایسا نہ کرو..... تمہیں دعائیں دوں گی۔“

مہر النساء اور دیپاک حیرت سے لڑکی کو دیکھ رہی تھیں..... بہت خوبصورت لڑکی لیکن اس کا لباس بری طرح پھٹا ہوا تھا، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کون ہے؟ نقوش بے جاذب نظر..... آنکھیں بڑی بڑی، مگر خوف میں ڈوبی ہوئیں..... بال گھنے اور سیاہ لیکن پناہ لکھے ہوئے..... عمر بیس بائیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی..... دیپا بھی اپنے پلنگ سے اتر آئی..... وہ بھی لڑکی کو سر سے پاؤں تک دیکھنے لگی..... پھر اس نے مسخرے پن سے کہا۔
”ہم نے تمہیں پکڑا کہاں سے ہے؟ بتاؤ..... ہم کو تو یہ بھی نہیں معلوم کہ تم کون اور آئی کہاں سے ہو؟“

نجانے کیوں مہر النساء کو دیپاک کی یہ بات بری لگی، اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے دیپاک نے اس کی کاندھا اڑا رہی ہو اور مہر النساء کو اس کا یہ مذاق اڑانا پسند نہیں آیا۔

بہت سی مظلوم سی محسوس ہوئی تھی، اس کا لباس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا..... درحقیقت بہت ہی خوبصورت لگ رہی تھی وہ اور شاید اس کی خوبصورتی ہی تھی جس نے مہر النساء کو متاثر کیا تھا۔

”لڑکی..... اگر تم جانا چاہو تو جاسکتی ہو، جس طرف سے تم آئی ہو اس طرف سے بھی..... اگر اوپر سے نہ جانا چاہو تو یہ دروازہ سامنے ہے..... مہر النساء کے ان ہمدردانہ الفاظ نے لڑکی کے انداز میں تبدیلی پیدا کی..... اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے مہر النساء کی طرف دیکھا پھر بولی۔

”مجھے کچھ کھانے کو مل سکتا ہے..... کوئی بھی چیز..... میں دو دن سے بھوکی ہوں.....“
”میں بھی ہوں..... مجھے کوئی بھی چیز دے دو..... چاہے وہ سوکھی روٹی کا کوئی ٹکڑا بھی ہو.....“
”اتنا“ وہ عاجزی سے بولی اور مہر النساء نے دیپاک کی طرف دیکھا..... دیپانے گہری سانس لے کر کہا۔

”نہجک ہے..... میں کچھ انتظام کر کے لاتی ہوں“ اور اس کے بعد وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی، لڑکی نے خوفزدہ نگاہوں سے دروازے کو دیکھا پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

”وہ کسی کو میرے بارے میں بتائے گی تو نہیں..... وہ انہیں خبر تو نہیں دے گی۔“

”کے؟“ مہر النساء نے چونک کر پوچھا اور اچانک ہی خود مہر النساء کے ذہن میں ایک عجیب سا مناظرہ..... جگہ اجنبی تھی..... ماحول اجنبی تھا..... وہ خود یہاں اجنبی تھی..... دیپا اجنبی تھا..... اس سے پہلے تو وہ یہاں نہیں تھی..... ارجن شاستری اس کے ذہن میں ابھر اور اس کے ذہن میں گرم گرم لہریں دوڑنے لگیں..... شیطانوں کا شیطان ارجن شاستری..... یہ اس نے کیا کر ڈالا..... یہ کیسا ماحول ہے..... یہ کون لوگ ہیں..... دیپا..... یہ کیسا عجیب جانتی ہے..... اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اس ماحول کی شناسا ہو..... تبھی اس

کے کانوں میں ہواؤں کی سرگوشیاں ابھریں۔

”ہاں..... تو اس ماحول کی شناسا ہے کشاکش اور تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے تو، اب حیران ہونے کی ضرورت نہیں، تو مجھ سے تعاون کر رہی ہے اور یہ تعاون ہی تیرے لیے بہتر ہے..... جب تو دیپا کو جانتی ہے، جب اس ماحول کو جانتی ہے تو اپنے آپ کو اجنبی مت سمجھ اور یہ میرا پہلا کام ہے جو تیرے قدم کا لکا دیوی کی جانب اٹھاتا ہے۔ یہ آواز سو فیصدی ارجن شاستری کی تھی..... مہر النساء دیر تک اس آواز کو اپنے انداز میں سنتی رہی۔

ادھر لڑکی بڑی محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی..... مہر النساء کی پڑی تو وہ بولی۔

”دیکھو! تم ایک نیک دل عورت معلوم ہوتی ہو..... میں مصیبتوں میں گمراہ ہوں..... وہ میری جان کے پیچھے پڑ گئی ہے..... وہ مجھے نقصان پہنچا دے گی..... جانتی ہو میرے خون سے نہائے گی..... پہلے میری گردن کاٹ دے گی پھر اسے دے گی..... پھر اسی طرح میرے شریروں کو بھی الٹا لٹکا دے گی..... میرا خون اس پر گرے گا..... وہ منتر پڑھتی جائے گی..... ہائے رام کیا ہو گا میرا، کیا ہو گا؟“ اچانک ہی مہر النساء ہمدردی کی ایک لہر اٹھی..... معصوم سی لڑکی کا بدن تھر تھرتھار کانپ رہا تھا..... مہر النساء نے سنو! جو لڑکی یہاں سے باہر گئی ہے وہ کسی کو کچھ نہیں بتائے گی وہ بہت اچھا ہے..... بس وہ تمہارے لئے کھانا لینے گئی ہے..... کسی کو کچھ نہیں بتائے گی وہ.....

بھی نہیں بتائے گی..... تم اپنے آپ کو پرسکون رکھو..... پہلے سکون سے کھانا کھاؤ..... اپنے بارے میں بتانا..... تم کون ہو اور تمہیں کس سے خطرہ محسوس ہو رہا ہے..... گھر ہے..... یہاں کوئی نہیں آسکتا..... وہ جو کوئی بھی ہے، نہ تو تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکتا..... اور جیسا کہ تم کہہ رہی ہو نہ وہ تمہارے خون سے نہائے گی..... تم بالکل قمریہ مہر النساء محسوس کر رہی تھی کہ اس کا ہر لفظ لڑکی کے چہرے پر اطمینان بننا جا رہا ہے۔

معصوم سی شخصیت تھی ایسی معصوم لڑکیاں بہت کم نگاہوں سے گزرتی ہیں۔

بہر حال وہ بڑی متاثر ہوئی تھی اس لڑکی سے..... لڑکی رندھی ہوئی آواز میں بولی۔
”دو دن ہو گئے پورے دو دن..... پہلے میں ایک سوکھے نالے میں چھپی رہی، وہاں کچھ بڑے نظر آئے تو بھاگ کر یہاں آ گئی..... یہاں سامنے جو درخت ہے میں اس پر چڑھ گئی..... نہیں شاید..... یہ بات معلوم نہیں کہ وہ یہاں بھی آئے تھے..... درخت کے نیچے مجھے ہونڈتے رہے اور پھر مجھے نہ پا کر چلے گئے..... بڑی بھوک تھی..... میں نے سوچا تھا کہ اس گھر میں رسوئی ہوگی کچھ کھانے کو مل جائے گا“ اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھا..... تو مہر النساء بولی۔

”اب یہاں کوئی نہیں آئے گا بے فکر رہو..... ویسے تم کس سے خوفزدہ ہو..... وہ کون ہے؟“

”مجھے کیا معلوم..... پوچھتے جا رہی ہو..... مجھ سے بولا نہیں جا رہا“ وہ جھلا کر بولی اور اس جھلاہٹ میں وہ اور زیادہ خوبصورت لگنے لگی..... تب مہر النساء خاموش ہو گئی، اسے بڑا ترس آ رہا تھا مگر اس کی کہانی اس کی سمجھ میں بالکل نہیں آرہی تھی..... اچانک ہی دروازے پر آہٹ ہوئی تو وہ بری طرح چونک پڑی، اس نے کھلی ہوئی کھڑکی کی طرف دیکھا پھر دروازے کی طرف..... پھر دہشت زدہ نگاہوں سے مہر النساء کو، مگر آنے والی دیا پا ہی تھی اس کے ہاتھوں میں کھانے کا کچھ سامان تھا..... پوریاں، لڈو، بھاجی، ترکاری اور وہ آگے آ کر لڑکی کے قریب پہنچ گئی..... لڑکی نے بلی کی طرح آگے بڑھ کر ان تمام چیزوں کو جھپٹ لیا اور پھر وہیں زمین پر بیٹھ گئی..... اس نے پوریاں منہ میں ٹھونستے ہوئے کہا۔

”پانی..... پانی اور لے آؤ..... یہ میرے حلق میں انگ جائیں گی۔“
”آرام آرام سے کھاؤ..... پانی بھی آجاتا ہے“ دیا نے کہا اور لڑکی پوریاں چبانے لگی۔
”وہ تو اسے تعجب بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں..... بے حد خوبصورت لڑکی تھی، مگر..... قدرتی کا شکار ہو گئی تھی، جو کچھ اس نے کہا تھا وہ ابھی دیا کو نہیں معلوم تھا..... بس

مہر النساء ہی نے سنا تھا اور مہر النساء اس کہانی میں الجھی ہوئی تھی..... ادھر دیا بھی اس نے عجیب سے انداز میں دیکھ رہی تھی..... اس نے ایک پوری منہ میں ٹھونس رکھی تھی دوسری ہاتھ میں دبا رکھی تھی، ساتھ ہی ساتھ وہ بولتی بھی جا رہی تھی۔

”بھگوان تمہیں سکھی رکھے..... بھگوان کرے تم دونوں کبھی بھوک نہ مرو..... مجھے ان کا خطرہ ہے، وہ مجھے جگہ جگہ ڈھونڈتے پھر رہے ہیں..... ویسے تو میں بہت تیز دوڑ ہوں، اگر میں تیز نہ دوڑتی تو ان کے ہاتھ آجاتی..... بھگوان کرے..... بھگوان کرے وہ.....“

عجیب ہنگامہ ہو گیا تھا..... ایک طرف لڑکی کھڑکی سے نکل کر بھاگ گئی تھی تو دوسری طرف لڑکی نے یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ کون آیا ہے؟ لیکن مہر النساء نے اس شخص کو دیکھا جس نے اس کی صورت ملازموں جیسی تھی..... وہ پانی کے برتن سنبھالے ہوئے اندر آیا تھا اور لڑکی کی طرح منہ کھول کر کھڑا ہو گیا تھا..... دیا کے منہ سے آواز نکلی۔

”دھت تیرے کی“ اور پھر وہ کھڑکی کی طرف دوڑی..... مہر النساء بھی آگے بڑھ گئی، دونوں نے باہر جھانکا لیکن باہر بے پناہ سناٹا پھیلا ہوا تھا..... لڑکی کا نام و نشان بھی نظر نہ آیا تھا..... دیا کھڑکی پر چڑھی اور دوسری جانب کود گئی اور اس کے بعد اس نے کہا۔

”لشکا..... تم بھی آ جاؤ“ دیا مہر النساء کو لشکا کے نام سے جانتی تھی..... یہ بات پہلی بار لڑکی نے ان دونوں کو اپنے سحر میں گرفتار کر لیا تھا..... وہ بھی کھڑکی کے دوسری طرف کود گئی اور لڑکی کو تلاش کرنے لگی..... اس نے چیخ کر کہا۔

”لڑکی..... تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے..... دروازے پر جو آہٹ ہوئی تھی..... وہ ہمارا تھا جو تمہارے لئے پانی لایا تھا..... اگر تم درخت پر چڑھ گئی ہو تو نیچے آ جاؤ..... ہم تم کی حفاظت کریں گے لیکن کوئی جواب نہیں ملا..... دیر تک وہ دونوں لڑکی کی تلاش میں نہ رہی پھرتی رہیں..... ادھر ادھر حیران پریشان آخر کار مایوس ہو کر وہ دونوں ایک لمبا پتھر کے کمرے میں داخل ہو گئیں..... دیا..... خاص طور پر جھلاہٹ وغصے کا شکار تھی.....



اندر داخل ہو کر اس نے کہا۔

”تم انسان ہو یا گدھے“ یہ الفاظ اس نے ملازم سے کہے تھے۔ ملازم چونک پڑا۔

”نہیں جی۔۔۔ میں تو رگھو ہوں“ اس نے جواب دیا۔

”ایسے جنگلی بیل کی طرح دروازے پر نکر مار کر اندر آتے ہیں۔“

”نہیں جی۔۔۔ میں نے نکر تو نہیں ماری تھی“ رگھو بھی بدھو ہی تھا۔

”گدھے کہیں کے۔“

”کدھر۔۔۔؟“ رگھو نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔

”پانی رکھو۔۔۔ اب کیا اسے تمہارے سر پر ڈال دوں۔“

”نن۔۔۔ نہیں جی۔۔۔ ٹھنڈا ہے۔۔۔ میرا سر بھیگ جائے گا۔“

”دفع ہو جاؤ یہاں سے ورنہ۔“

”اچھا جی“ رگھو پھرتی سے باہر نکل گیا۔ دیا کھانے کی چیزوں کو دیکھنے لگی۔

افسوس بھرے لہجے میں بولی۔

”بہت برا ہو گیا۔۔۔ پچاری سب کچھ ایسے ہی چھوڑ گئی۔۔۔ بھوک کی چیخ رہی تھی۔“

سندر تھی وہ۔۔۔ پتا نہیں۔۔۔ کس سے خوفزدہ تھی۔۔۔ مہر النساء نے کوئی جواب نہیں دیا۔

وہ خود ذہنی اذیت کا شکار تھی۔۔۔ نجانے۔۔۔ یہ سب کیا تھا؟ کیا ہو گیا تھا۔۔۔ بہر حال۔۔۔

بھی ہوا تھا ابھی تک تو خود اسے اس بارے میں معلوم نہیں تھا؟ اور دیا واحد شخصیت۔۔۔

اسے بتا سکتی تھی کہ یہ سب کچھ کیا ہے؟ بڑی عجیب اور دلچسپ صورت حال پیدا۔۔۔

تھی۔۔۔ دیا کہنے لگی۔

”مجھے تو سب سے زیادہ دکھ اس بات کا ہے کہ وہ کچھ کھا نہیں سکی۔۔۔ دیے۔“

پیچھے کچھ بتایا تھا اس نے۔“

”نہیں۔۔۔ پتا نہیں کس کا تذکرہ کر رہی تھی۔۔۔ کہہ رہی تھی کہ وہ اسے کات۔“

لٹکا دے گی اور اس کے خون سے نہائے گی۔۔۔ بس۔۔۔ خوفزدہ تھی کسی سے۔۔۔

نہ۔۔۔ وہ اس کی تلاش میں ہیں۔“

”غلطی تو مجھ سے ہی ہوئی تھی“ دیا بولی۔۔۔ کھانے کے لئے رگھو کو جگانا پڑا تھا۔۔۔

میتا نے اسے پانی لانے کے لئے کہا اور خود کھانا لے کر آگئی۔۔۔ میرے دونوں ہاتھوں میں

تھا، اس لئے رگھو سے کہہ دیا تھا کہ پانی وہ لے آئے۔۔۔ پتا نہیں۔۔۔ کون تھی وہ۔۔۔؟ کچھ

بھی نہیں بتایا اپنے بارے میں۔“

”نہیں“ مہر النساء بولی۔

”پتا ہے۔۔۔ اس وقت میں ایک خواب دیکھ رہی تھی۔۔۔ میں دیکھ رہی تھی کہ میں ایک

موتے سے درخت کی ایک شاخ پر بیٹھی ہوئی ہوں۔۔۔ شاخ کی موٹی لکڑی میرے وزن سے

چرچر رہی ہے۔ پھر وہ ٹوٹ گئی اور میں نیچے گرنے لگی۔۔۔ عین اسی وقت وہ میرے اوپر

اُڑی۔۔۔ میں نے یہی سوچا تھا کہ شاید درخت میرے اوپر آکر گر رہا ہے۔۔۔ بڑی یاد آرہی

تھی۔۔۔ کتنی خوبصورت تھی وہ۔۔۔ مہر النساء دیا کو دیکھنے لگی۔۔۔ دیا نے اسے کشکا کہہ کر پکارا

تھا۔۔۔ کیا دیا بھی کسی ایسی ہی کیفیت کا شکار ہے یا پھر۔۔۔ ار جن شاستری کے جانثاروں میں

سے ہے وہ۔۔۔ اور ار جن نے اسے سب کچھ سمجھا دیا ہے۔۔۔ ویسے دیا بھی اچھی شکل و

صورت کی مالک تھی، جس طرح وہ مہر النساء نے پیش آرہی تھی اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ

”مہر النساء سے بخوبی واقف ہے اور انتہائی بے تکلفی سے اسے کشکا کہہ کر مخاطب کر رہی

ہے۔۔۔ ابھی یہ بات فیصلہ کن مرحلے میں داخل نہیں ہو سکتی تھی کہ۔۔۔ دیا نے اسے کیسے

پچکانا ہے۔۔۔؟ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔۔۔ وہ خود ہی اس سے بے تکلف ہوئی تھی۔۔۔

بہر حال چند لحظات کے بعد اس نے کہا۔

”اب بیکار ہے۔۔۔ وہ تو چلی گئی۔۔۔ لیٹ جاؤ۔۔۔ یہ کھڑکی بھی بند نہیں کی جاسکتی۔۔۔

یہ کیا تمہیں نیند آجائے گی۔۔۔ کشکا۔“

”مونا تو ہے نا۔۔۔ ورنہ صبح کو طبیعت خراب ہو جائے گی“ مہر النساء نے جواب دیا۔

”میں بھی یہی کہنا چاہتی تھی، حالانکہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ بھی ہمارے ساتھ ہی ہوتی

خیر..... جو چیز تقدیر میں نہیں ہوتی انسان کتنی ہی کوشش کرے“ دیا نے کہا اور دھور اچھوڑ کر روٹ بدل کر لیٹ گئی، پتا نہیں..... کیا صورت حال تھی..... مہر انور بستر پر پڑی سوچتی رہی..... ایسے واقعات عام واقعات نہیں ہوتے..... اپنے بارے بھول کر وہ اس لڑکی کے بارے میں سوچتی رہی تھی..... خون کا غسل..... تلاش کرنے والے..... خوف..... یہ ساری باتیں بے مقصد نہیں تھیں..... پتا نہیں..... بیچارے کے ساتھ کیا پیش آیا؟ نہ جانے کون تھی..... کس کی اولاد تھی..... مہر النساء بے چین کروٹیں بدلتی رہی اور آخر کار اسے نیند آگئی..... اب ان باتوں کو سوچ کر پریشان ہونے مقصد ہی تھا..... نہ جانے دوسری صبح کب تک سوتی رہی..... جب جاگی اور اس کی آنکھ تو اس کی نگاہیں دیا کے پلنگ کی جانب اٹھ گئیں..... دیا پلنگ پر موجود نہیں تھی..... کھڑکی پر نظر پڑی..... کھڑکی کے دوسری جانب درخت جھوم رہے تھے..... رات کا منظر آنکھوں کے سامنے اجاگر ہو گیا..... وہ بڑبڑا کر اٹھی اور کھڑکی کے قریب پہنچ گئی..... زمین کھڑکی سے زیادہ نیچے نہیں تھی..... لڑکی کا خیال مسلسل دل میں آ رہا تھا..... وہ رہی تھی کہ کہیں لڑکی خوفزدہ ہو کر دوبارہ درخت پر تو نہیں چڑھ گئی..... جائزہ لیتے..... کوئی ہرج نہیں تھا، چنانچہ مہر النساء کھڑکی پر چڑھی اور نیچے کود گئی..... پھر..... وہ اس درخت کے قریب پہنچ گئی..... نیچے زمین پر قدموں کے نشانات بنے ہوئے تھے..... وہ گھٹنے ہی تھی اور اس کے پیروں کے نشانات صاف نظر آرہے تھے..... اگر وہ کوئی دھوکا بولی کوئی بری روح ہوتی تو قدموں کے یہ نشانات یہاں نہ ملتے..... ان نشانات کی کھوج لگانا مشکل کام نہیں تھا..... یہ نشانات درخت سے کھڑکی تک آئے تھے اور اس کے بعد کھڑکی سے جب وہ کودی تھی تو وہ زیادہ گہرے تھے..... مہر النساء ان کا جائزہ لیتے ہوئے بڑھتی رہی، لیکن پھر تھوڑے ہی فاصلے پر جا کر وہ نشانات گم ہو گئے تھے، کیونکہ زمین تھی اور جو تھوڑے بہت نشانات اس پر بنے ہوئے ہوں گے تو ہوانے انہیں مٹا دیتے..... ویسے یہاں کئی درخت موجود تھے جن کی شاخیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی

جگہ کے بارے میں مہر النساء کو کوئی اندازہ نہیں تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ عمارت..... وسیع و عریض معلوم ہوتی تھی..... یوں لگتا تھا جیسے کوئی عظیم الشان حویلی ہو..... کوئی دوسرا حصہ ہو، یعنی ایسی جگہ کہ اصل حویلی..... اصل دروازے کے دوسری جانب ہو اور یہ حویلی کا آخری حصہ..... پہلی بات تو یہی نہیں پتا تھی اسے کہ حویلی کس کی ہے؟ دیا کون ہے؟ ابھی تک اس نے دیا سے اس بارے میں پوچھا بھی نہیں تھا..... لڑکی کا یہی ایسا تھا کہ وہ اس میں کھو کر رہ گئی تھی..... اس نے بھرپور نگاہوں سے ان شاخوں کے درمیان جھانکا تھا..... ایک درخت کے نیچے پہنچی اور پھر ایک لمبا چکر کاٹ کر واپس آئی..... اب تک ہی دیا کی آواز سنائی دی.....

”تو تم بھی وہی کر رہی ہو جو میں دو گھنٹے تک کر چکی ہوں..... وہ اب یہاں موجود نہیں ہے..... وہ اس عمارت سے بھاگ چکی ہے“ دیا نے کہا اور اس کے سامنے آگئی..... کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر دیا بولی.....

”بہر طور میں اس کے لئے غم زدہ ہوں، مگر اب کیا کیا جاسکتا ہے..... چلو آؤ..... اندر..... ناشتہ ٹھنڈا ہو چکا ہے..... بس یوں سمجھ لو کہ میں نے بھی ناشتہ نہیں کیا..... بہت دیر سے ناشتہ رکھا ہوا ہے“ مہر النساء اور دیا اندر آ گئیں اور اس نے ناشتے کی ٹرے اٹھا کر آگے بڑھی..... چائے وغیرہ بھی موجود تھی جواب اتنی گرم نہیں رہی تھی..... چائے پی جاتی..... دیا پانس کر بولی.....

”رگو تو بھاگ ہی چکا ہے..... ساری باتیں کر کے ہی واپس آئے گا“.....

”ایک بات کہوں دیا“ مہر النساء نے آخر کار اپنے صبر کے پیمانے کو لبریز محسوس کیا..... دیا بڑے اطمینان سے ناشتہ کرتے ہوئے بولی.....

”ہاں کیو“.....

”یہ کون سی جگہ ہے؟“ مہر النساء نے دیا کے چہرے پر نگاہیں جماتے ہوئے کہا..... اسے محسوس ہوا جیسے دیا اس سوال کی منتظر ہو اور یہ سوال اس کے لئے کسی خاص اہمیت

کا حامل نہ ہو..... اس نے کہا۔

”ویر گڑھی..... اور یہ ویر گڑھی کا محل ہے..... رانی کشندہ کی ملکیت۔“

”ایک بات بتاؤ گی..... دیپا۔“

”کوئی بات پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے..... ذرا رانی کشندہ سے ملاقات کر لیں پھر اس کے بعد ویر گڑھی کے بارے میں ساری تفصیلات تمہیں بتا دوں گی..... رانی کشندہ سے ملاقات ہو جائے تو سارے مسئلے حل ہو جائیں گے“ دیپا نے اس طرح کہا جسے مہرا کو سمجھا رہی ہو کہ اس وقت تک صبر کرو اور ارجن شاستری کے معاملات میں ناغہ اڑاؤ..... جب تک کہ رانی کشندہ سے ملاقات نہ ہو جائے اور مہر النساء نے محسوس بھی کیا کہ بات کیا ہے.....؟ اور فیصلہ بھی کر لیا کہ دیپا سے تعاون کرے گی..... البتہ اس نے ضرور پوچھا۔

”دیپا..... ایک بات بتاؤ..... تمہاری اپنی زندگی کیا ہے؟ اچھا چلو اس کو بھی چھوڑو لڑکی کے بارے میں کیا خیال ہے؟“

”اب کیا بتاؤں..... حالانکہ لوگ طرح طرح کی کہانیاں سناتے ہیں..... بہت سے لوگ ایسی حسین چڑیلوں کی بھی داستانیں سناتے ہیں جو درختوں پر رہتی ہیں..... ویرانے میں نظر آتی ہیں..... انسانوں کو دیکھ کر بھاگ جاتی ہیں، لیکن تم نے یہ سوال کیوں کیا ہے؟ رات کی لڑکی پر کوئی شک کر رہی ہو۔“

”نہیں..... ایسی کوئی بات نہیں ہے..... ویسے جس طرح وہ غائب ہوئی وہ بڑے عجیب کی بات ہے۔“

”کیا وہ چڑیل ہو سکتی ہے؟“

”نہیں..... بالکل نہیں..... چڑیل تو وہ بالکل نہیں تھی“ مہر النساء نے عجیب سے

میں کہا۔

”کیا تمہیں چڑیلوں کا تجربہ ہے؟“ دیپا ہنس کر بولی۔

”نہیں..... تجربہ تو نہیں ہے..... اب اگر ایسے ہی چڑیلیں آسانی سے نظر آجائیں تو

نہیں بھی چڑیل کہہ سکتی ہوں اور تم مجھے بھی۔“

”ایک بات کہوں“ دیپا آہستہ سے بولی۔

”کیا.....؟“

”اس جگہ کو تم محسوس نہیں کر رہیں..... کیسی لگ رہی ہے؟“

”مطلب۔“

”مجھے تو یہ بھی بھوت گھر معلوم ہوتی ہے..... ٹوٹی پھوٹی ذرا دیکھو چاروں طرف۔“

دیپا عجیب سے انداز میں بولی اور مہر النساء کو ہنسی آگئی..... اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”تم مجھے ڈرانے کی ناکام کوشش کر رہی ہو اور مجھے تعجب ہے کہ میرے بارے میں

نے کے باوجود تم ایسی کوشش کر رہی ہو جس میں کوئی جان نہیں ہے..... میرا مطلب ہے

تم.....“ دیپا نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور یوں محسوس ہوا جیسے اس کے چہرے پر ایک لمحے

لے دکھ کے آثار نمودار ہو گئے ہوں مہر النساء دیپا کی صورت دیکھتی رہی..... دیپا نے

خاپے آپ کو تبدیل کیا اور کہنے لگی۔

”ویسے اگر کوئی بھوتی ہمارے ساتھ قیام کرے تو تمہیں کیسا لگے گا؟“

”بھوتی ہو تو کوئی ہرج نہیں ہے لیکن اگر بھوت ہوا تو ہم دونوں کے حق میں برا

ہوتا ہے“ مہر النساء اور دیپا ایسی ہی باتیں کرتی رہیں..... اس دوران مہر النساء یہ اندازہ

سن کر کوشش کرتی رہی تھی کہ آخر دیپا ہے کیا چیز..... اور چاہتی کیا ہے؟ اگر اسے بھی

ناشاستری کے بارے میں معلوم نہیں ہے تو پھر اصل صورت حال کیا ہے؟ لیکن

نہایت ہی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، البتہ یہ حقیقت ہے کہ مہر النساء شدید ذہنی الجھن کا شکار

تھی..... ایک بار ارجن کے چنگل سے نکل بھاگی تھی لیکن اب یوں لگ رہا تھا جیسے

اسے پوری طرح گرفت میں لے کر اپنے جال میں پھانس لیا ہے اور ضرور وہ اس

کا ہمارا لینا چاہتا ہے..... پھر سارا دن گزر گیا..... شام کو کوئی ساڑھے چار بجے کے

قریب دیپانے کہا۔

”ہمیں مہارانی کشکندہ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟“

”مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ مہارانی کشکندہ کون ہیں اور مجھے ان کے پاس کیوں

ہونا ہے؟“

”تم یہاں مہارانی کے پاس نوکری کرنے آئی ہو۔ تمہیں مہارانی کے خاص خدمت

گاروں میں جگہ حاصل کرنے کے لئے یہاں بھیجا گیا ہے اور مہارانی تمہارا انتخاب کر رہی

مہر النساء ایک لمحے کے لئے خاموش ہو گئی۔ اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے راجن شاہ

اس کے کانوں میں سرگوشی کر رہا ہو۔

”ہاں۔۔۔۔۔ یہی تمہارے یہاں آنے کا مقصد ہے اور باقی ساری باتیں رفتہ رفتہ تم

معلوم ہو جائیں گی۔۔۔۔۔ مقررہ وقت پر دیپا مہر النساء کو ساتھ لے کر چل پڑی۔ زمانہ

میں محلوں کا کیا تصور ہوتا ہوگا؟ وہ ایک الگ بات تھی۔۔۔۔۔ یہ محل بھی بس محل کیا تھا

اسے ایک شاندار حویلی کہا جاسکتا تھا۔۔۔۔۔ پرانے طرز کی تعمیر کی ہوئی خوبصورت

اور صاف ستھری ملازموں کی تعداد بھی بہت تھی۔۔۔۔۔ ویسے اس حویلی کی شان و شوکت

دیکھنے کے قابل تھی۔۔۔۔۔ ملازموں کی پوری فوج چاروں طرف نظر آرہی تھی۔

دونوں کو بڑے اہتمام کے ساتھ ایک بہت ہی خوبصورت ہال میں پہنچادیا گیا، جس

گہرے سرخ رنگ کا قالین بچھا ہوا تھا۔۔۔۔۔ دیواروں پر حسین تصویریں جگہ جگہ

مجسمے۔۔۔۔۔ کچھ تصویریں خاص قسم کی تھیں۔۔۔۔۔ یقیناً اس خاندان کے پرانے بزرگوں

تھیں۔۔۔۔۔ مہر النساء گہری نگاہوں سے جائزہ لے رہی تھی۔۔۔۔۔ دیپا بھی کچھ خاموش خاموش

سی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص اندر داخل ہوا۔۔۔۔۔ عجیب بد صورت سا آدمی

اندر آکر بولا۔

”میرا نام ہری سنگھ ہے۔۔۔۔۔ مہارانی کشکندہ کا خاص آدمی ہوں۔۔۔۔۔ ابھی تھوڑی

کے بعد رانی جی آنے والی ہیں اور وہ تمہارے بارے میں فیصلہ کریں گی“ ہری سنگھ

تھیں۔۔۔۔۔ وہ انتہائی بد شکل تھا اور اسے دیکھ کر ایک عجیب سا

حس میں پیدا ہوتا تھا۔۔۔۔۔ چہرہ کالا بھوتوں جیسا اس کی تیز آنکھیں مہر النساء کا جائزہ لے

رہی تھیں۔۔۔۔۔ پھر۔۔۔۔۔ وہ خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد اپنی جگہ سے

نہ اٹھا۔۔۔۔۔ مہر النساء نے دیپا سے کہا۔

”دیپا۔۔۔۔۔ یہ آدمی تمہیں عجیب سا نہیں لگا۔“

”ہری سنگھ۔“

”ہاں۔“

”پتا نہیں۔۔۔۔۔ کیا عجیب ہے اور کیا عجیب نہیں ہے۔۔۔۔۔ کیا کہا جاسکتا ہے اس سلسلے میں۔“

”مگر وہ کہاں چلا گیا۔“

”شاید مہارانی کشکندہ آرہی تھیں“ دیپا نے کہا اور مہر النساء کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ

پانے یہ الفاظ کیوں کہہ دیئے لیکن تھوڑی دیر کے بعد اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ جو کچھ اس

نے کہا وہ ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ کئی افراد تھے جو اس طرف آرہے تھے اور ان کے بیچ رانی کشکندہ

نے مہر النساء رانی کشکندہ کی شان و شوکت کو دیکھنے لگی۔۔۔۔۔ کچھ خدامیں کچھ خادم ساتھ

لے کر ہری سنگھ بھی تھا جو الگ ہی نظر آرہا تھا۔۔۔۔۔ رانی کشکندہ دراز قامت اور انتہائی خوب

صورت عورت تھی۔۔۔۔۔ سرخ و سفید سب جیسی رنگت۔۔۔۔۔ گھٹاؤں جیسے بال اور اتنے زیادہ

نہیں نہ آئے چہرے پر بانپن اور آنکھوں میں بجلیاں سی کووندتی ہوئی بڑے وقار سے وہ

ایک قدم رکھتی ہوئی آگے آئی اور مہر النساء نے محسوس کیا کہ ہری سنگھ آہستہ آہستہ کچھ

ساربا ہے۔۔۔۔۔ جس کے جواب میں رانی کشکندہ نے خاص طور سے مہر النساء کو دیکھا اور دیر

سے اس کی نگاہیں مہر النساء کے چہرے پر ہی گڑی رہیں۔۔۔۔۔ مہر النساء کو اچانک ہی یہ محسوس

ہوئے کہ کچھ نادیدہ ہاتھ اس کے چہرے کو ٹٹول کر دیکھ رہے ہوں۔۔۔۔۔ بے اختیار اس کا دل

تڑپنے لگا۔۔۔۔۔ چہرے کو چھو کر دیکھ اور یہ اندازہ لگائے کہ وہ کیا چیز ہے جو اس کے چہرے کو

تڑپاتا ہے، لیکن پھر اس نے خود کو سنبھال لیا۔۔۔۔۔ کشکندہ بالکل قریب آگئی اور مہر النساء

سے نگاہیں ملانے لگی۔ مہر النساء خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ کشکندہ کی پرشوق نظریں مسلسل مہر النساء کے چہرے پر جمی ہوئی ہیں۔ اچانک نہ ہری سنگھ نے کہا۔

”لڑکی۔۔۔ یہ مہارانی کشکندہ ہیں۔۔۔ انہیں پرنام کرو، لیکن یہ کام مہر النساء کے ممکن نہیں تھا۔۔۔ ار جن شاستری کی بہت سی باتیں مان لی تھیں اس نے۔۔۔ لیکن یہ وہ نہیں مان سکتی تھی کہ وہ کشکا ہے اور ہندو ہے ہاتھ جوڑ کر پرنام کبھی نہیں کر سکتی تھی۔۔۔ اور نہ ہی ایک ہندو عورت کو سلام کر سکتی تھی، چنانچہ خاموش کھڑی رہی۔۔۔ اچانک نہ مہارانی بھی جیسے سنبھل ہی گئی اور اس کے بعد کہنے لگی۔

”لڑکی اچھی ہے۔۔۔ ہمیں پسند آئی۔۔۔ ہم اسے اپنی داسیوں میں رکھنا چاہیں گے۔ کوئی ایسی بات نہیں لڑکی۔۔۔ تمہارا نام کشکا ہے۔۔۔ ہم بھی تمہیں کشکا ہی کہیں گے۔۔۔ ہمیں پسند ہو“ ہری سنگھ۔۔۔ اس کے لئے سارے انتظامات کر دو۔۔۔ اسے کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہئے۔۔۔ ہم بہت جلد اسے اپنے پاس بلائیں گے۔۔۔ مہر النساء کو تعجب ہوا تھا کہ رانی کشکندہ نے دیپا کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا۔۔۔ رانی تھوڑی دیر وہاں رہی اور اس کے بعد وہاں سے چلی گئی، جن لوگوں کو وہ ہدایت کر گئی تھی انہوں نے مہر النساء کے لئے تہہ انتظامات کر دیئے۔۔۔ خوش بختی یہ تھی کہ دیپا کو بھی حویلی کے اسی حصے میں مہر النساء کے ساتھ ہی جگہ دی گئی تھی۔۔۔ مہر النساء بہر حال ار جن شاستری کے کہنے کے مطابق یہاں منتقل ہو گئی تھی، لیکن سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اس کا مصروف کیا ہے۔۔۔ یہ بات دیپا بھی نہیں بتا سکی تھی بس اس نے اتنا کہا تھا کہ۔۔۔ جہاں محل میں اور بھی بہت سی داسیاں ہیں میں ہوں وہیں تم بھی ہو اور آرام سے یہاں رہو۔۔۔ رانی نے تمہیں پسند کر لیا ہے۔۔۔ پھر تمہیں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔ شام کو چھ یا سات بجے کے قریب ہری سنگھ یہاں آ پہنچا، کہنے لگا۔

”کشکا وتی۔۔۔ مہارانی کشکندہ نے تمہیں بہت زیادہ پسند کیا ہے۔۔۔ یہاں آرام سے

بیٹیاں دوسری بہت سی داسیاں اور باندیاں بھی ہیں۔۔۔ کسی کو کسی سے ملنے پر پابندی نہیں ہے۔۔۔ ہنسی خوشی وقت گزارو۔۔۔ ایک اور خادم تمہارے پاس بھیجا جا رہا ہے۔۔۔ نہیں پسند آئے گا یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔۔۔ دیپا اس وقت مہر النساء کے پاس موجود نہیں تھی۔۔۔ ہری سنگھ کے یہ الفاظ مہر النساء کو بہت عجیب معلوم ہوئے تھے۔۔۔ وہ دروازے کو کھول کر دیکھنے لگی اور سوچتی رہی کہ الہی یہ کیا ماجرا ہے۔۔۔ کیسے انوکھے اور پراسرار واقعات ہیں۔۔۔ کیا کبھی کسی اور کو بھی زندگی میں ایسے انوکھے واقعات پیش آئے ہوں گے۔۔۔ کچھ دیر کے بعد دروازے سے انتہائی حسین نوجوان اندر داخل ہوا، اتنا جاذب نگاہ۔۔۔ کہ اس پر انہیں نہ ٹھہریں۔۔۔ وہ اندر داخل ہوا اور مسکراتی نگاہوں سے مہر النساء کو دیکھتا ہوا بولا۔

”میرا نام ہیرا ہے۔“

”جی“ مہر النساء نے آہستہ سے کہا۔

”کیسا ہوں؟“

”کیا مطلب“ مہر النساء گھبرائی ہوئی آواز میں بولی۔

”بیرے جیسا ہوں یا نہیں“ اس کی شوخ آنکھوں کی بے باکی مہر النساء کو بہت عجیب لگوس ہوئی تھی، جس قدر حسین صورت کا مالک تھا۔۔۔ جیسی شاندار شخصیت رکھتا تھا، اس نسبت اس کا کردار کچھ عجیب سا معلوم ہو رہا تھا۔۔۔ پھر اس نے کہا۔

”تمہارا نام کشکا ہے۔“

”کیوں پوچھ رہے ہو؟“

”بس باتیں کرنے کے لئے اتنا تو میں جانتا ہوں کہ تمہارا نام کشکا ہے، آؤ۔۔۔ باہر نکلاؤ اور باہر چل کر دیکھو ماحول کس قدر خوبصورت ہے، آؤ۔۔۔ اس نے آگے بڑھ کر مہر النساء کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی تو مہر النساء بولی۔

”دیکھو۔۔۔ انسان کو چاہئے ہمیشہ ایک حد قائم رکھے۔۔۔ میں حدود کی قائل ہوں۔۔۔ تم سے تجاوز کرنے کی کوشش کبھی مت کرنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے“ وہ ایک لمحے کے لئے

سنجیدہ ہو گیا..... اس کی مسکراہٹ میں اب وہ جان نہیں رہی تھی، پھر اس نے کہا۔
 ”شاید تم نے مجھے پسند نہیں کیا..... چلو ٹھیک ہے یہ تو تمہاری مرضی ہے.....
 گی میرے ساتھ۔“

”چلو“ مہر النساء نے کہا اور پروقار انداز میں اس کے ساتھ چلتی ہوئی باہر نکل آئی
 اس نے محسوس کیا کہ ہیرا نے کئی بار گہری نگاہوں سے اسے دیکھا ہے لیکن وہ بولا
 تھا..... حویلی کے عقبی حصے میں ایک انتہائی وسیع و عریض میدان پھیلا ہوا تھا جس میں
 کافر ش اس طرح بچھا ہوا تھا جیسے مٹل کا قالین بچھا دیا گیا ہو..... اتنی حسین جگہ بہت کم
 میں آتی ہے..... جگہ جگہ حوض و فوارے بنے ہوئے تھے اور ان کے گرد سنگی مجسمے
 تھے..... اتنے خوبصورت مجسمے کہ بس یوں لگتا تھا جیسے ابھی بول پڑیں گے..... اس میں
 شک نہیں تھا کہ ان مجسموں نے باغ کا حسن بڑھا دیا تھا..... حویلی کا یہ عقبی حصہ
 خوبصورت تھا..... یہاں مدہم مدہم روشنی بکھری ہوئی تھی..... لیکن شام تیزی سے جھتی
 جا رہی تھی..... ہوا چل رہی تھی اگر موسم اور ماحول کے لحاظ سے دیکھا جاتا تو یہ جگہ
 حسین کہی جاسکتی تھی..... چاروں طرف خوشبوئیں بکھری ہوئی تھیں جو ہوا کے ان پھولوں
 سے مس ہو کر چلنے سے تھی جو جگہ جگہ نظر آرہے تھے..... ایک موڑ مڑنے کے بعد مہر
 نے جو منظر دیکھا وہ ناقابل یقین تھا..... اسے انسانی ہاتھوں کا کارنامہ تو کہا ہی نہیں جا
 تھا..... پھول دیواروں میں لگے ہوئے تھے..... کہیں بلند کہیں پست..... سب کے رنگ
 مختلف تھے اور ان پھولوں کے درمیان سے مجسمے اس طرح جھانک رہے تھے جیسے کوئی پھول
 کے درمیان چلتا چلتا رک گیا ہو..... یہاں ایک چوکور حوض اس طرح بنا ہوا تھا کہ اس
 کنارے بیٹھنے کے لئے جگہ بنائی گئی تھی..... اتنے حسین اتنے سارے مجسمے شاید کبھی
 دیکھے گئے ہوں گے..... ہیرا اس سمت آگیا اور اس کے پاس رک کر اس نے مسکراتے
 نگاہوں سے ایک بار پھر مہر النساء کو دیکھا اور بولا۔
 ”لوگ کہتے ہیں کہ یہاں آکر سب کے من ڈول جاتے ہیں..... ہم اسے پھر

تہیہ نہ ملتا ہوگا..... کیسی لگی تمہیں یہ جگہ۔“
 ”بہت اچھی ہے“ مہر النساء نے کہا۔

”ہمارے مہاراج..... مہاراج..... پھولوں کے رسیا ہیں..... بس یوں سمجھ لو کہ انہوں
 نے اس حویلی کو پھول حویلی بنادیا ہے..... اتنی دولت خرچ کی ہے اس پر کہ شاید اس سے ایک
 سنی بسائی جاسکتی تھی۔“

”مہاراج کہاں ہیں؟“ مہر النساء کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔
 ”جھانکروں کو یہ بات کہاں معلوم ہوتی ہے کہ مالک کہاں ہیں..... کیٹو مہاراج اس
 فرائٹ کے مالک ہیں اور رانی کشن دھان کی دھرم پتی، خیر..... تم مجھے کچھ عجیب سی لگ رہی
 ہو..... یہ بتاؤ..... کیا میری قربت تمہیں ناگوار گزری ہے..... میں کسی کے سر نہیں پڑتا مجھے
 تو ہری سنگھ مہاراج نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور کہا ہے کہ تمہاری ہر طرح سے سیوا
 کروں..... اصل میں دیکھو..... برا مت ماننا اس بات کا..... تم عورت ہو..... ہری سنگھ
 مہاراج سمجھتے نہیں کہ میں اتنا جاذب نظر ہوں کہ عورتیں مجھے پسند کرنے لگتی ہیں..... کیا
 تمہیں؟“ مہر النساء نے اسے دیکھا اور بولی۔

”دیکھو ہیرا..... بھول کر بھی ایسا مت سوچنا کہ میں تمہیں کسی ایسی نگاہ سے دیکھوں گی
 تم میرے اچھے ساتھی تو بن سکتے ہو جس کے ساتھ میں باتیں کروں گی..... وقت گزار دوں
 گا..... لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارا حسن مجھے متاثر کرے گا اور میں تمہاری طرف متوجہ
 ہو جاؤں گی تو اس بات کو دل سے نکال دینا“ وہ خاموشی سے دیکھتا رہا پھر بولا۔

”بھگوان تمہیں سکھی رکھے میں بھی برا انسان نہیں ہوں، لیکن..... بس یہ سمجھ لو کہ
 تو ہوں جو کچھ مجھ سے کہا جاتا ہے وہی کرتا ہوں..... کم از کم یہ تو نہیں کہنا ان سے کہ میری
 بات سے تم پریشان ہوئیں..... اگر تم مجھے ساتھ ہی رکھو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا“
 مہر النساء کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی..... اس نے کہا۔
 ”ٹھیک ہے۔“

”تم یہاں رکو میں ابھی آتا ہوں..... ٹھیک ہے۔“

”ہاں جاؤ“ مہر النساء بولی اور وہ چلا گیا..... مہر النساء اسے جاتے دیکھتی رہی..... نگاہوں سے او جھل ہو گیا تو وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی..... رات کی تاریکیاں آہستہ پھیلتی جا رہی تھیں..... پھولوں کے رنگ ماند پڑتے جا رہے تھے..... بڑا طلسمی تھا ہر طرف ایک پراسرار سی اداس فضا تیس چاروں طرف طاری تھیں..... یوں لگتا تھا کچھ ہونے والا ہے..... جیسے اچانک ہی کچھ ہو جائے گا..... پھولوں کا سکوت ان کے در خاموش کھڑے مجسمے سب کسی انہونی بات کے منتظر تھے، یا پھر اس ماحول نے یہ اد مہر النساء کے دل میں پیدا کر دیا تھا..... کچھ عجیب سے حالات تھے، بہت سی باتیں ذہن تھیں جو نجانے کیسے کیسے احساسات کا شکار کر دیتی تھیں..... مثلاً وہ لڑکی جو ہوا کے جھ کی مانند آئی تھی اور پھر اسی طرح فضاؤں میں گم ہو گئی تھی کہ اس کا کوئی نام و نشان نہ تھا..... نجانے وہ کون تھی، کیا تھی؟ دفعتاً ہی ایک عجیب سی آواز مہر النساء کو سنائی دی، ایسی آواز جیسے کوئی کسی کو سرگوشی کے انداز میں مخاطب کرتا ہے..... مہر النساء چار طرف دیکھنے لگی..... وہ آواز دوبارہ سنائی دی تو وہ حیرانی سے کئی قدم آگے بڑھی..... پھر یلے مجسموں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا..... اچانک ہی کچھ فاصلے پر ایک روشنی آئے اور مہر النساء حیران رہ گئی..... اس روشنی میں اس نے دو انسانی سائے دیکھتے..... لمحے کے لئے نظر آئے تھے اور اس کے بعد روشنی کے پاس سے ہٹ گئے تھے، پھر وہ نظر آئے اور مہر النساء نے انہیں دیکھ کر گہری سانس لی..... یہ ملازم تھے اور محل روشنی کرتے پھر رہے تھے..... مہر النساء خاموشی سے دیکھتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد سب کے سب چلے گئے، اب جگہ جگہ رنگین روشنیاں نظر آرہی تھیں..... اچانک مخاطب کرنے والی آواز دوبارہ ابھری اور مہر النساء کے اعصاب تن گئے..... سرگوشی سنائی دی۔

”سنو..... ادھر..... اس طرف..... بائیں سمت“ یہ آواز مہر النساء کے کانوں سے

سنائی اور وہ اس جانب بڑھ گئی تھی..... اس کے بائیں سمت پھولوں کے درمیان سنگ مرمر کا ایک بے جان مجسمہ کھڑا ہوا تھا..... پتھر یلا اور سادگت..... آواز پھر سنائی دی۔

”ہاں ٹھیک ہے..... میرے پاس آ جاؤ..... سنو جلدی کرو..... جلدی..... ورنہ کوئی ہائے گا..... اس بار مہر النساء نے صاف طور سے محسوس کر لیا تھا کہ آواز مجسمے ہی سے ابھری ہے..... لیکن یہ بولتا ہوا سنگی مجسمہ..... تمام تر ہمت کرنے کے باوجود مہر النساء کے جسم میں ایک بجز جبری سی دوڑ گئی تھی اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس مجسمے کو دیکھنے لگی تھی۔



نی خوشی کے لئے سب کچھ کروں۔“
 ”ہیرا۔۔۔ یہ مجھے کس نے بنائے ہیں؟“ مہر النساء نے سوال کیا اور ہیرا مسکرانے لگا،

”یہ جگہ تمہیں سورگ سے کم لگتی ہے۔۔۔ ایسی حسین جگہ کا تم نے کبھی تصور کیا۔
 ہے، آج کچھ تانا کشا۔“

”مجھے کس نے بنائے ہیں ہیرا۔۔۔ تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا“ مہر النساء بولی۔
 ”بس۔۔۔ یوں سمجھ لو کہ ہمارے مہاراجا ان تمام چیزوں کے شوقین ہیں۔۔۔ انہوں
 نے جانے کہاں کہاں سے یہ مجھے لا کر یہاں سجائے ہیں اور اس جگہ کو سورگ بنا دیا ہے۔
 یہ ایک بات بتاؤ تمہیں یہ مجھے کیسے لگے؟“

”یوں لگتا ہے جیسے یہ زندہ ہوں“ مہر النساء بولی اور ہیرا ہنسنے لگا۔۔۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔
 ”ہاں۔۔۔ بنانے والوں نے انہیں اصلی جیسا ہی بنایا ہے۔۔۔ آؤ بیٹھو ہوا میں پھیلی
 ڈشبو کیسی لگ رہی ہے تمہیں۔۔۔ بیٹھو“ وہ بولا اور مہر النساء آہستہ سے آگے بڑھ کر سنگی
 فرش کے کنارے بنے تخت پر بیٹھ گئی، ہیرا مسکراتی نگاہوں سے مہر النساء کو دیکھتا رہا پھر بولا۔
 ”کشا۔۔۔ سنسار میں جیون گزارنے کے ہزار طریقے ہوتے ہیں۔۔۔ یہ جیون
 گزارنے کا ایک سب سے خوبصورت طریقہ ہے۔۔۔ دیکھو مہاراجا کی کشندہ نے مجھے تمہارے
 لئے بھجوا ہے سنسار کے سارے مزے اڑاؤ اور امر ہو جاؤ، کیا سمجھیں؟“
 ”کیا کہنا چاہتے ہو ہیرا؟“

”یہ امرت جل ہے۔۔۔ امرت جل پیو اور امر ہو جاؤ۔“
 ”میں امرت جل نہیں پیتی اور نہ امر ہونا چاہتی ہوں۔۔۔ سمجھ رہے ہو بس اپنے آپ
 کو۔۔۔ اگر میں یہاں ملازم کی حیثیت سے بھی آئی ہوں تو تمہاری ملازم نہیں ہوں۔
 نہ تمہارے فعلوں باتوں کو اپنے تک رکھو۔۔۔ سمجھ رہے ہونا۔۔۔ کیا سمجھے؟“
 ”لیکن میری بات تو سنو۔۔۔ تمہارا جیون اسی میں ہے۔“

کچھ دیر تک وہ پریشانی سے مجھے کا جائزہ لیتی رہی۔۔۔ ایک نوجوان آدمی کا مجسمہ تو
 پتھر ملا اور بے جان۔۔۔ لیکن وہ بول رہا تھا۔۔۔ مہر النساء آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور اس
 قریب پہنچ گئی تو اس نے کہا۔
 ”چلی جاؤ۔۔۔ یہاں سے چلی جاؤ۔۔۔ یہ جادوگری ہے۔۔۔ یہ بہت بڑی جادوگری
 ہے۔۔۔ یہاں پھنس گئیں تو کبھی واپس نہیں جاسکو گی۔۔۔ چلی جاؤ یہاں سے۔۔۔ چلی جاؤ۔“
 ”کون ہو تم۔۔۔؟“ مہر النساء نے سوال کیا۔
 ”دیکھو۔۔۔ جاؤ چلی جاؤ۔۔۔ یہاں سے چلی جاؤ۔۔۔ ورنہ۔۔۔ ورنہ پھر کبھی نہیں جاؤ
 گی۔۔۔ آہ۔۔۔ پھر کبھی نہیں جاسکو گی۔۔۔ جاؤ۔۔۔ چلی جاؤ۔۔۔ وہ درد بھرے انداز میں
 الفاظ کہہ رہا تھا۔۔۔ پھر اچانک ہی وہ خاموش ہو گیا۔۔۔ مہر النساء اسے دیکھتی رہی پھر بولی۔
 ”تم نے بتایا نہیں کہ تم کون ہو۔۔۔؟“ لیکن مجھے کسے منہ سے پھر کوئی آواز نہیں
 تھی۔۔۔ البتہ عقب سے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی۔۔۔ ہیرا آ رہا تھا اور اس کے ساتھ
 کچھ لڑکیاں بھی تھیں۔۔۔ نجانے کون تھیں وہ۔۔۔؟ مجسمہ پھر کچھ نہیں بول سکا
 مہر النساء نے کئی بار اسے آوازیں دیں اور پھر اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ اب نہیں بولے
 اتنی دیر میں ہیرا قریب آ گیا۔۔۔ لڑکیاں اس سے کچھ فاصلے پر رک گئیں، وہ ہاتھوں میں
 چیزیں لئے ہوئے تھیں۔۔۔ ہیرا نے کہا۔
 ”بیٹھو۔۔۔ بیٹھ جاؤ۔۔۔ یہ جگہ بہت خوبصورت ہے اور مجھے ہدایت کی گئی۔“

”بکواس کر رہے ہو..... میرا جیون اس میں نہیں ہے، لیکن تمہاری بد قسمتی ہے وہ سب کچھ نہیں ہو سکتا جو تم چاہتے ہو..... خود کو ناکام تصور کرو اور اب مجھے جواب دو کہ اب تم یہ سب کچھ کیوں کرنا چاہتے ہو؟“ مہر النساء نے پہلی بار ہیرا کے چہرے خوف کے آثار دیکھے تھے، وہ بولا۔

”سنو ایسا مت کرو..... ایسا مت کرو۔“

”جن لوگوں نے یہ سب کچھ کیا ہے ہیرا..... انہیں واپس جا کر یہ بتا دو کہ کوشش میں ناکام رہے ہیں..... سمجھ رہے ہو نا..... مجھے ان چیزوں سے کوئی دلچسپی ہے..... نہ میں امرت جل پی کر امر ہونا چاہتی ہوں اور نا مجھے ان تمام چیزوں سے کوئی ہے..... تم یہاں بیٹھو اور جو مرضی آئے کرو“ مہر النساء اپنی جگہ سے اٹھاتی ہوئی وہاں سے چل کر اپنی آرام گاہ میں پہنچ گئی..... دیا پاس وقت وہاں موجود تھی..... مہر النساء اپنی جگہ بیٹھ کر سوچ میں ڈوب گئی، نہ وہ کشاکش کی تھی نہ ار جن شاستری کی قربت قبول کی تھی..... تمام احکامات کی پابند..... لمحاتی طور پر اس نے ار جن شاستری کی قربت قبول کی تھی..... صرف اس لئے کہ شہزاد علی کا کام ہو جائے..... اب اس کے فوراً ہی بعد تو وہ ار جن منحرف نہیں ہو سکتی تھی..... تھوڑا سا وقت تو لگنا ہی تھا، لیکن اب یہاں جو مسئلہ پیش آیا وہ ذرا زیادہ آگے بڑھ گیا تھا..... اس کے لئے اسے صحیح فیصلہ کرنا تھا کہ کیا کریں اور کریں..... بات کچھ بگڑی ہوئی ہی لگ رہی تھی اور اس کے ذہن میں کچھ انتشار سا پیدا تھا..... اپنی آرام گاہ میں بستر میں بیٹھ کر اس نے دیا کے بارے میں سوچا، اس وقت موجود نہیں تھی حالانکہ وہ بالکل اجنبی تھی لیکن یوں لگتا تھا جیسے وہ بہت ہی قریبی شخص ہو..... مجسے کی آواز..... یہاں کا ماحول..... رانی کشندہ جو کچھ دیکھ رہی تھی وہ سب سنسنی خیز لگ رہا تھا اور مہر النساء سوچ رہی تھی کہ آگے اب اس مسئلے کو جاری رکھا جائے بہر حال بڑی الجھن کے لمحات تھے، بیٹھے بیٹھے اس کی نظر سامنے لگی دیوار پر ایک پڑی..... یہ ایک عجیب و غریب تصویر تھی، لیکن زیادہ عجیب اس وقت ہو گئی جب ایک

نقش بدلنے لگے اور وہ ایک انوکھی شکل اختیار کر گئی..... یہ شکل بھی تبدیل ہوئی..... نے دیکھا کہ تصویر رانی کشندہ کی شکل اختیار کر گئی ہے اور وہ کشندہ کو گھورتی ہے..... پھر ایک بار اور تصویر کے نقش تبدیل ہوئے اور مہر النساء کے ہوش و حواس گم ہوئے، کیونکہ اب یہ تصویر ہری سنگھ کی شکل اختیار کر گئی تھی..... یہ ساری کی ساری خبیث تھی..... میں تھیں جو تصویر کی شکل میں آرہی تھیں اور مہر النساء کا جائزہ لے رہی تھیں، اس کے میں اندازہ لگا رہی تھیں..... مہر النساء نے دل میں سوچا کہ اس ظلم خانے سے نکل کر جاؤں..... بھلا کیا کر سکتی ہے وہ..... ار جن شاستری نے اسے یہاں بھیج دیا ہے..... نیاس کی گہرائیوں میں کوئی خاص بات ہوگی اور اچانک ہی اس کے اندر ایک ایسی کیفیت پیدا ہوئی جو بے بسی کی حالت میں یا احساس اور خوف کے حد سے گزر جانے کے بعد پیدا ہو جاتی تھی..... دیکھوں گی ار جن شاستری کتنا طاقتور ہے تو، کہاں تک پریشان کر سکتا ہے..... اب تک مجھے زیر کر سکتا ہے، چنانچہ وہ بستر پر لیٹ گئی اور اس نے سختی سے آنکھیں بند کر لیں، اس وقت ذہن میں ایک غصہ بھرا ہوا تھا اور وہ سب کچھ بھول کر سونا چاہتی تھی، چنانچہ وہ پرسکون نیند سو گئی اور پھر اس وقت جاگی جب سورج کی کرنیں مختلف گوشوں سے آتی ہوئی اندر آرہی تھیں..... سب سے پہلے جو شکل اسے نظر آئی وہ ہیرا ہی کی تھی..... ایک طرف کھڑا خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا..... اس وقت اس کے چہرے پر وہ شوخی اور شہت نہیں تھی جو پہلے نظر آئی تھی..... اس نے آہستہ سے کہا۔

”آپ جاگ گئیں..... دیوی جی۔“

”کیسے ہو ہیرا۔“

”ہیرا خود اپنی مشکل میں گرفتار ہو گیا ہے، کشاکش کی جی“ ہیرا نے مضمل آواز میں مہر النساء کو اس کی آواز میں بڑا دکھ محسوس ہوا تھا..... اس نے ہیرا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا ہو گیا.....؟ خیریت تو ہے۔“

”ہاں..... خیریت ہی ہے بس..... کوئی خاص بات نہیں ہے۔“

”ہیرا..... یہ بتاؤ میرے لئے تمہیں کیا احکامات ملے ہیں۔“

”میں سمجھا نہیں..... کشکاوٹی۔“

”مہارانی کشکندہ نے مجھے یہاں نوکری دی ہے، لیکن میں نوکری نہیں کر رہی۔“

”اب یہ تو مہارانی ہی جانتی ہیں کہ وہ تم سے کیا کام لینا چاہتی ہیں..... مجھے بوجھ

تھا اس میں تو میں ناکام رہا ہوں۔“

”تم بے وقوف ہو..... اپنے آپ پر اتنا ناز نہیں کرتے..... اگر ہری سنگھ جی نے

میری خدمت کے لئے بھیجا ہے تو تم یہ سمجھ لو کہ تم میری خدمت کر رہے ہو.....

ہری سنگھ جی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں کس حد تک اپنے قریب آنے دے

ہوں یا نہیں۔“

”اب میں آپ کو کیا بتاؤں.....؟ دیوی جی۔“

”تم کچھ مت بتاؤ، بس یہ بتاؤ کہ ہری سنگھ یا مہارانی کشکندہ کہاں ہیں؟ میں ان۔“

چاہتی ہوں۔“

”کیوں..... تمہیں تو یہاں رہنا ہے۔“

”میں یہاں نہیں رہنا چاہتی۔“

”کیا مطلب؟“

”جانا چاہتی ہوں میں۔“

”کہاں؟“

”جہاں میرا دل چاہے۔“

”لیکن نوکری۔“

”کسی کی نوکری نہیں کی ہے میں نے۔“

”پتا نہیں..... کیا کہہ رہی ہوں؟“

”مگر مہارانی جی تو صبح ہی صبح کہیں چلی گئی ہیں..... ہری سنگھ مہاراج بھی ان سے

نیک ہے..... میں ان سے پوچھے بغیر بھی یہاں سے جاسکتی ہوں۔“

”نہیں..... ایسا نہ کرنا۔“

”ہوں۔“

”تمہارا جانا اچھا نہیں ہوگا۔“

”تمہیں پتا ہے کہ وہ لوگ کب تک آجائیں گے۔“

”ہاں نوکروں کو بتا کر تو نہیں جاتے..... ویسے میرا خیال ہے کہ شام تک ضرور

آجائیں گے..... تم ان کا انتظار کرو۔“

”نیک ہے..... اگر تمہیں ان کے بارے میں علم ہو جائے تو مجھے بتا دینا۔“

”بتاؤں گا“ ہیرا نے کہا اور اس کے بعد وہاں سے چلا گیا..... ہیرا کے جانے کے بعد

نہرو نیک سوچتی رہی..... کیا کیا جائے اور کیا نہ کیا جائے..... یہ طلسم نگر خاصا خطرناک

ارجن شاستری نے اسے یہاں بھیجا تھا..... یقیناً اس کے پس منظر میں ارجن شاستری

کا مقصد چھپا ہوا ہوگا..... یہ بات تو ظاہر تھی کہ ارجن شاستری کشکاوٹی کو کوئی نقصان

پہنچانا چاہتا تھا، بس وہ اسے اپنے کام کے لئے استعمال کرنا چاہتا تھا اور مہر النساء کو یہ بات

نہرو نیک سے نکلنا چاہتا ہے..... بیٹی اور بیوی تو اس کی مرچکی تھیں لیکن بہر حال.....

نہرو نیک کی قیدی تھی..... یہ ساری باتیں مہر النساء کے ذہن میں آرہی تھیں..... وہ سوچ

رہی تھی کہ یہاں سے نکل بھاگے، لیکن وہ اب یہی فیصلہ کر رہی تھی کہ دیکھے تو سہی کہ آخر

نہرو نیک کتنی جاتی ہے اور زیادہ سے زیادہ ارجن شاستری اس کے خلاف کیا کر سکتا ہے.....؟

نہرو نیک بات یہ ہے کہ مہر النساء کو اس ماحول میں بھی سستی محسوس ہو رہی تھی..... ذہن پر

نہرو نیک بوجھ اور سمجھ میں نہ آنے والے واقعات کا لامتناہی سلسلہ تھا..... وہ بھی اب کم ہوتا

نہرو نیک بوجھ اور سمجھ میں نہ آنے والے واقعات کا لامتناہی سلسلہ تھا..... وہ بھی اب کم ہوتا

نہرو نیک بوجھ اور سمجھ میں نہ آنے والے واقعات کا لامتناہی سلسلہ تھا..... وہ بھی اب کم ہوتا

تک کا وقت اس نے وہیں گزارا اور اس کے بعد جب نہ دیا پاس کے پاس پہنچا اور نہ
اور..... تو وہ اپنی جگہ سے اٹھی باہر نکل آئی..... باہر چلچلاتی دھوپ پھیلی ہوئی تھی
دھوپ بہت زیادہ تیز اور تپش والی تھی..... ماحول بڑا سنسان تھا..... دن کی روشنی
مہر النساء نے ان مجسموں کو دیکھا تھا اور انہیں چھوا بھی تھا..... وہ سب کے سب انسانی ہاتھ
کی تراش معلوم ہوتے تھے..... کوئی شبہ نہیں تھا اس بات میں مگر پچھلی رات کی بات بھی
نہیں تھی..... مہر النساء نے اس مجسمے کو بھی دیکھا تھا جو اس سے بولا تھا، مگر وہ صرف چہرہ
بہر حال وہ دور تک نکل آئی..... یہ عمارت واقعی بڑے وسیع احاطے میں تھی جگہ
تعمیرات تھیں، سرخ پتھروں کی بنی ہوئی ایک عمارت کے پاس سے گزر رہی تھی.....
جھرو کے سے آواز ابھری۔

”سنو..... سنو میری بات سنو..... ارے ادھر نہیں ادھر..... ذرا ادھر دیکھو“ مہر
پھر چونک کر رک گئی، اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے دور نظر آنے والے مجسمے کو دیکھا
کوئی مجسمہ متحرک ہو گیا ہے..... کیا کوئی اس کے قریب پہنچ گیا ہے، لیکن آس پاس کوئی
نہیں تھا..... پھر اسے یہ اندازہ ہوا کہ یہ آواز جھرو کے سے آرہی ہے، مگر جھرو کا اونچا تھا
وہ اس میں سے جھانک نہیں سکتی تھی، تب اس آواز نے کہا۔

”سنو..... سیدھی چلتی ہوئی دائیں سمت مڑ جاؤ..... دروازے سے اندر آ جاؤ۔“

گہری نیند سو رہا ہے..... اس وقت وہ گہری نیند سو رہا ہوتا ہے۔“

”کون ہو تم.....؟ بمشکل تمام مہر النساء کے منہ سے آواز نکلی۔“

”آہ..... ہوں تو انسان ہی..... تمہاری طرح کا انسان ہوں لیکن..... لیکن۔“

”مگر مجھے کیوں بلارہے ہو.....؟“ مہر النساء نے کہا۔

”ہمت کرو اندر آ جاؤ..... ڈرو مت اس وقت کوئی خطرہ نہیں ہے آؤ جلدی کرو۔“

آ جاؤ۔“

مہر النساء ایک لمحے تک سوچتی رہی کہ کہیں کسی مصیبت میں نہ پڑ جائے..... پھر اندر

مہر النساء ایک لمحے تک سوچتی رہی کہ کہیں کسی مصیبت میں نہ پڑ جائے..... پھر اندر

کون ہوں“ وہ بولا۔

”مگر میں تمہیں نہیں جانتی“ مہر النساء نے کہا۔

”آہ..... تم مجھے نہیں جانتی“ مہر النساء پھر اسے غور سے دیکھنے لگی..... اس کا طرز

بہت خراب تھا..... کپڑے چیتروں کی شکل میں جھول رہے تھے..... چہرے اور جسم

دوسرے حصوں پر زخم نظر آرہے تھے..... وہ سوالی نگاہوں سے مہر النساء کو دیکھ رہا تھا.....

اس نے کہا۔

”پچھانا تم نے مجھے۔“

”نہیں۔“

”بے وقوف..... اپنے مالک کو نہیں پہچانتی..... تم جو کوئی بھی ہو اگر دیر گزشتہ

رہتی ہو تو میں تمہارا مالک ہوں، کیشو سنگھ..... اب ذرا غور سے دیکھو مجھے..... میں کیڑا

ہوں..... کٹکندہ کا پتی..... دیر گزشتہ کا مہاراج..... کیشو سنگھ“ مہر النساء اچھل پڑی..... کیڑا

نام اس نے سنا تھا پھر وہ حیرت سے بولی۔

”لیکن..... تم یہاں اس حال میں۔“

”ہاں..... اس نے مجھے بیمار مشہور کر دیا ہے..... لوگ مجھے بیمار سمجھتے ہیں لیکن

بھگوان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نہ بیمار ہوں نہ پاگل..... میں تمہارا کیشو سنگھ ہوں

تمہارا مہاراج ہوں میں۔“

”کیا تم واقعی کیشو سنگھ ہو“ کٹکندہ کے شوہر۔

”ہاں..... میں وہی بد نصیب ہوں“ میری مدد کرو لڑکی..... بس ایک بار.....

ایک بار مجھے یہاں سے آزادی دلو اور جیون بھر تمہارا احسان مانوں گا..... بس ایک بار.....

مان لو، دیکھو..... جو بھی چاہو قسم لے لو مجھ سے..... بس ایک بار مجھے ان زنجیروں سے

کراؤ“ اس کے لہجے میں بڑا درد تھا اور وہ امید بھری نظروں سے مہر النساء کو دیکھ رہا تھا.....

سمجھ میں آنے والی بات تو خیر کوئی تھی ہی نہیں..... یہاں آنے کے بعد جو کچھ دیکھا.....

میں سے ایک دو باتیں ہی سمجھ میں آئی ہوں گی ورنہ کچھ سمجھ نہیں پائی تھی مہر النساء..... کہ یہ

پہلے کیا.....؟؟ پہلی بات تو اس کی سمجھ میں بھی نہیں آئی تھی کہ آخر ارجن شاستری نے

یہاں کیوں بھیجا ہے..... ابھی تک تو ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی..... سوائے سنسنی خیز

واقعات کے اور اس جادو و گمراہی کی نئی نئی چیزوں کے..... بہر حال اس نے ایک بار پھر کیشو سنگھ

کی طرف سے بندھی ہوئی زنجیر اور اس کے پیروں میں پڑے ہوئے زنجیروں کے کڑوں کو دیکھا،

بنے ہوئے لوہے کے کڑے تھے جن میں انتہائی مضبوط زنجیر باندھ کر انہیں دیوار میں لگے

ہوئے کڑوں سے باندھ دیا گیا تھا..... مہر النساء کو ان کڑوں کی مضبوطی کا اندازہ ہو رہا تھا، لیکن

بقا کر کوئی ایسی چیز نظر نہیں آرہی تھی جس سے ان کڑوں کو توڑنے کی کوشش کی جائے اور

پھر یہ سب کچھ یعنی کیشو سنگھ مہاراج یہاں قیدی تھے اور رانی کٹکندہ ان کے نام پر اس شاندار

دیوانی راج کر رہی تھی، حالانکہ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ عورت ایک نگاہ دیکھنے ہی

سے مہر النساء کو پراسرار لگی تھی، لیکن اس کے بعد رفتہ رفتہ جو واقعات پیش آرہے تھے انہوں

نے اس بات میں کوئی شک نہیں چھوڑا تھا کہ کٹکندہ بہت ہی پراسرار ہے..... خیر اس وقت

کٹکندہ کا مسئلہ نہیں تھا..... مہر النساء یہاں آئی تھی اور اس نے یہ عجیب و غریب منظر دیکھا

تھا..... پھر وہ افسوس بھرے انداز میں بولی۔

”لیکن کیشو سنگھ جی..... میرے پاس تمہاری ان زنجیروں کو توڑنے کے لئے کوئی چیز

ہے نہیں..... میں انہیں کیسے توڑ سکتی ہوں۔“

”تمہیں بھگوان کا واسطہ..... بھگوان کے لئے کچھ تو کرو..... کوئی ایسی کوشش جو کیشو

سنگھ نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ اچانک اس کے چہرے پر خوف کے آثار پھیل گئے اور اس کی

آنکھیں مہر النساء کے پیچھے عقب میں کھلے دروازے پر جم گئیں..... مہر النساء کو بھی ایک لمحے

سائنڈ رائڈر تیز روشنی میں ایک سایہ سا محسوس ہوا تھا..... اس نے پلٹ کر دیکھا تو اس کے

پاس اچانک ہی ایک وحشت بھری آواز نکل گئی..... بڑے چوڑے چکلے بدن کا مالک تھا وہ

جسے انسان کہنا بڑا ہی مشکل کام تھا..... انسان نما چیز ضرور تھی وہ، لیکن انسان سے زیادہ

وہ کوئی خوفناک گوریلا معلوم ہوتا تھا..... اس کے پورے بدن پر ایسے ہی لمبے لمبے بال تھے۔ یہ بال صرف اس کے بدن پر ہی نہیں تھے بلکہ اس کی گردن اور اس کے چہرے پر بھی پائے ہوئے تھے..... اس کے بازوؤں پر بھی نظر آرہے تھے..... باقی جسم پر لباس پہنا ہوا تھا اس نے..... آنکھیں بے حد خوفناک اور ضرورت سے زیادہ بڑی بڑی..... ناک کے بارے میں بھی کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا، وہ بھی تقریباً کانوں تک ہی پھیلی ہوئی تھی..... دہانہ بہت چھوٹا تھا..... وہ خوشخوار لگا ہوں سے مہر النساء کو دیکھ رہا تھا اور اس کے حلق سے ایک غراہٹ نما آواز نکلی..... وہ دو قدم آگے بڑھا اور مہر النساء پیچھے ہٹ گئی، لیکن جیسے ہی اس کی مہر النساء کی آنکھوں سے ٹکرائی، دفعتاً ہی وہ اس انداز میں پیچھے ہٹ گیا جس انداز میں آگے بڑھا تھا..... اس کے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھیجنے لگی تھیں اور وہ عجیب سی نظروں سے مہر النساء کو دیکھ رہا تھا، پھر اس کے حلق سے خوفناک غراہٹیں نکلنے لگیں اور وہ اپنی جگہ کھڑا کھڑا کسی گوریلے کی مانند اچھلنے لگا..... اس نے اپنی موٹی انگلی سے مہر النساء کے سینے کی جانب اشارہ کیا اور پھر اس انگلی کو کھلے ہوئے دروازے کی طرف لے گیا..... جیسے کہہ رہا ہو کہ باہر نکل جاؤ..... مہر النساء خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی کہ یہ اجنبی مخلوق انسان ہے بھی کہ نہیں..... یکایک اس کے حلق سے ایک بار پھر جگھڑ سی نکلی اور وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے بال نوچنے لگا..... سر کے بالوں کے گچھے کے گچھے اس نے اکھاڑ کر پھینک دیئے..... جسم کے بالوں کو بھی نوچنے لگا..... اس کے حلق سے غراہٹیں نکل رہی تھیں اور وہ ادھر سے ادھر دوڑ رہا تھا، کبھی اس دیوار کی طرف، کبھی اس دیوار کی طرف..... پھر وہ زمین پر گر کر زمین پر لوٹنے لگا..... جگہ جگہ سے اس نے اپنا جسم کاٹنا شروع کر دیا، لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ یہ کس قسم کا دورہ پڑ گیا ہے..... البتہ ایک اندازہ اس نے ضرور لگا لیا تھا کہ شدید غصے کے عالم میں مہر النساء کے باہر نکل جانے کے بارے میں کہہ رہا ہے اور اپنی بوٹیاں چبائے جا رہا ہے، البتہ اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکل پایا تھا..... بالکل گونگوں کا سا انداز تھا، ویسے وہ گوریلا نہیں تھا انسان ہی تھا، لیکن ایک

انسان کہنا بے حد مشکل ہو..... کچھ لمحوں کے بعد کیشو سنگھ ہی نے غم ناک لہجے میں کہا.....
 ”دیر کر دی لڑکی تو نے..... دیر کر دی تو نے..... اب ساری بلا مجھ پر ہی آئے گی.....
 یہ کچھ نہیں کہہ رہا، مگر مجھ سے یہ بدلہ لے گا..... جا چلی جا..... چلی جا باہر..... تعجب کیا ہے..... تو بڑی خوش نصیب ہے پتا نہیں اس نے تجھ پر حملہ کیوں نہیں کیا..... یہ اپنا لہجہ کیوں ضبط کر رہا ہے“.....
 ”کیا یہ انسان ہے؟“.....
 ”انسان“ کیشو سنگھ پھیکے سے لہجے میں بولا.....
 ”کون ہے یہ؟“.....

”آہ..... چھوڑو ان باتوں کو..... بڑا اچھا موقع ہاتھ سے نکل گیا..... کچھ بھی نہیں پائی تو میرے لئے..... جا چلی جا..... جلدی چلی جا..... اگر ہو سکے تو دوبارہ طرف رخ ضرور کر لیتا، لیکن میرے لئے کسی کو میرے بارے میں بتا دینا..... سن اگر باہر نکلے تو دیر گڑھی کے لوگوں سے کہہ دینا کہ کیشو سنگھ..... کیشو سنگھ دفعتاً نیچے لیٹی ہوئی بلا ہولناک آواز میں چیخی..... یہ آواز کانوں میں اس طرح گونجی تھی کہ فساد کے پردے چھٹنے ہوئے محسوس ہوئے تھے..... اس کے بعد اس نے کیشو سنگھ کی طرف بدلت لگائی اور کیشو سنگھ بلبلاتا کر پیچھے ہٹ گیا، لیکن اس نے کیشو سنگھ پر بھی حملہ نہیں کیا..... وہ ایک بار پھر مہر النساء کی جانب مڑا اور دروازے کی جانب اشارہ کر کے آہستہ آہستہ انداز میں جانب بڑھنے لگا..... اب یہاں رکنا حماقت تھی، ظاہر ہے..... مہر النساء عورت تھی، لیکن یہ جسمانی طور پر وہ ایک دیوزاد سے مقابلہ نہیں کر سکتی تھی، لیکن یہ منظر یہ..... یہ انتہائی سنسنی خیز تھا..... اسے اس بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا.....
 یہ انتہائی خوفناک چیز دیکھی تھی اس نے..... وہ بحالت مجبوری دروازے کی جانب بڑھی..... آہستہ آہستہ دروازے سے باہر نکل آئی..... باہر کا منظر وہی تھا..... چلچلاتی دھوپ،

سنان اور ویران راستے..... حیوان نما انسان یا انسان نما حیوان..... مہر النساء کے پیچھے پیچھے تھاور اس نے مہر النساء کے باہر نکلنے کے بعد دروازہ بند کر دیا تھا، جبکہ کیشو سنگھ کے کمرے دروازہ وہ پہلے ہی بند کر کے آیا تھا..... مہر النساء کے قدم ٹھٹھک گئے، ایک لمحے تک اس نے بند دروازے کو دیکھا پھر گردن جھٹک کر ایک ٹھنڈی سانس لی اور وہاں سے آگے بڑھ گئی۔

لعنت ہے اس زندگی پر، جو کچھ بھی نظر آتا ہے ایسا ہی نظر آتا ہے جس کا سر پاؤں سمجھ میں آئے..... وہ وہاں سے واپس پلٹ پڑی..... ادھر ادھر گھومنا بیکار سمجھ کر اپنی رہائش گاہ کی طرف رخ کیا تھا اس نے..... پھر وہ دیر تک اپنی رہائش گاہ میں بیٹھی اس سارے قصبے کے بارے میں سوچتی رہی اور اس کے سوا کوئی اندازہ نہیں لگا سکی کہ کشندہ انتہائی پر اسرار اور خطرناک عورت ہے..... وہ کیا ہے اور کیا کر رہی ہے اس بارے میں ظاہر ہے کہ مہر النساء کچھ معلوم نہیں تھا اور نہ ان سارے گورکھ دھندوں کے بارے میں معلومات پہلے سے تھیں..... کم بخت ارجن شاستری نے یہ تک نہیں بتایا تھا اسے کہ وہ اسے کہاں بھیج رہا ہے..... بس ایک جال میں پھنسا دیا تھا، لیکن پھر خود اس کے ذہن میں یہ تصور ابھرا کہ اگر کسی نے اسے اس بارے میں بتایا نہیں ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، یہاں دیا ہے..... ہیرا اور بہت سے لوگ ہیں اور سب سے بڑی بات یہ..... کہ کشندہ کا رویہ اس کے ساتھ برا نہیں ہے..... کیوں نہ کشندہ کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں..... واقعی ان عجیب غریب حالات کا سامنا تو کرنا ہی پڑے گا..... دیکھوں تو سہی کہ یہ سب کچھ کیا ہے اور ارجن شاستری اسے یہاں بھیج کر کیا کرنا چاہتا ہے..... یہ بات مہر النساء کے دل میں جم گئی اور اس نے آخری فیصلہ کیا کہ اب ذرا کشندہ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے گی..... شام ہو گئی سورج کی تپش ختم ہو گئی اور جب سورج چھپا تو نجانے کہاں سے بند ہوئیں چل پڑیں اور ماحول پر ایک فرحت خیز کیفیت طاری ہو گئی..... دوبارہ مہر النساء کے پاس نہیں آیا تھا..... اس واقعے کے بعد سے یوں لگ رہا تھا جیسے ناراضگی کا اظہار کر رہا ہو..... مہر النساء نے سو بار اس پر لعنت بھیجی تھی، ایسے ہیروں

کوئی دلچسپی نہیں تھی، لیکن جب شام کو مہر النساء کے لئے کھانے پینے کی چیزیں آئیں اور انہیں کھانے پینے میں مصروف ہو گئی تو کھانا لانے والی لڑکی نے جو اجنبی شکل و صورت کی عورت تھی اور مہر النساء نے بھی اسے پہلی بار دیکھا تھا اس سے کہا۔

”آپ تیار رہیں مہاراج ہری سنگھ نے حکم دیا ہے کہ کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ کو مہارانی کشندہ سے ملنا ہے۔“

”رانی کشندہ آگئیں“ مہر النساء نے پوچھا۔

”ہاں۔“

”ٹھیک ہے..... تم بھی میرا ایک پیغام انہیں دے دو کہ میں فوراً ان سے ملنا چاہتی ہوں“ مہر النساء نے کہا۔

”ٹھیک ہے..... دیوی جی“ ملازمہ بولی..... کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مہر النساء انتظار کرنے لگی کہ رانی کشندہ اسے بلائے..... تھوڑی دیر کے بعد کوئی آیا اور مہر النساء نے اسے دیکھا..... ہری سنگھ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا..... مہر النساء کو اس شخص سے زیادہ نفرت تھی، وہ انسان سے زیادہ شیطان معلوم ہوتا تھا..... خصوصاً اس وقت سے جب سے مہر النساء نے اسے تصویر سے غائب ہوتے ہوئے دیکھا تھا..... ہری سنگھ بھی شیطانی قوتوں کا مالک معلوم ہوتا تھا..... اس وقت اس کی نگاہوں میں ایک معنی خیز مسکراہٹ تھی..... پھر اس نے مکاری سے کہا۔

”آئیے دیوی جی..... رانی کشندہ آپ کو بلارہی ہیں“ مہر النساء خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھ گئی..... وہ مہر النساء سے چند قدم آگے چل رہا تھا، مختلف گوشوں اور بالوں سے گزر کر وہ مہر النساء کو محل کے اندرونی حصے میں لے گیا، حالانکہ مہر النساء عورت ذات تھی..... کشکاک کے وجود میں تھی..... بارہا اس نے اپنے بارے میں سوچا اور یہ بھی سوچا کہ یہ جسم اس کا اپنا نہیں ہے..... اگر کوئی شیطان اس بدن کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو ارجن شاستری کے منہ پر ہی جو تا پڑے گا، کیونکہ یہ جسم اس کی بیٹی کا تھا..... ہاں یہ

الگ بات ہے کہ وہ اس جسم کے اندر قید ضرور تھی..... بہر حال بڑے سے چوہی دروازے کھول کر ہری سنگھ نے اسے اندر آنے کا اشارہ کیا اور خود بھی اندر داخل ہو گیا..... اس کے اندر کی وسعتوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا..... انتہائی شاندار اور قیمتی فرنیچر سجا ہوا تھا..... رانی کبھی ایک بہت ہی قیمتی اور چوڑی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی..... اس کے بدن پر انتہائی قیمتی تھیں تھیں اور چہرے پر وہی پروقار کیفیت جسے دیکھ کر یہی احساس ہوتا تھا کہ کوئی کسی رانی کے سامنے ہی ہے، اس نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے دیکھا اور کہنے لگی۔

”آؤ..... کشکاوٹی آؤ..... رک کیوں گئیں..... کیوں ہری سنگھ ہماری مہمان کو یہ تکلیف تو نہیں ہوئی تمہارے گھر میں۔“

”کوشش تو یہی کی ہے مہارانی جی..... کہ آپ کی مہمان کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے“ ہری سنگھ کے لہجے میں ایک تسخیر چھپا ہوا تھا۔

”ان کی خاطر مدارت تو خوب کی ہوگی تم نے۔“

”ہاں..... مگر رانی جی یہ دیوی بڑی پاک باز ہیں، بڑی مہمان ہیں..... انہیں بہر اہمیا نہیں آیا..... ہیرا جس کے لئے حویلی میں رہنے والی آدمی لڑکیاں دیوانی ہو چکی ہیں“ سنگھ نے کہا۔

”تم بھی بدھو ہو نرے ہری سنگھ..... جس کے چرنوں میں اندر سجا جاتی ہوا ہے..... سندر تا سے کیا لگاؤ ہو گا..... پر ٹھیک ہے جو بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی اسے سمجھنا کوشش کرنا بھی بے کار ہی ہے..... تم نہیں سمجھو گے۔“

”جے کشکندہ کماری..... ہری سنگھ تمہاری بات تک کہاں پہنچ سکتا ہے..... چہ من کا چھوٹا ہری سنگھ، مگر یہ دیوی جی آخر ہیں کون؟“

”تم نہیں جانتے..... تم نہیں جانتے..... کیوں کشکاوٹی جی ہم سے بات نہیں کر دے“

”میں آپ کی نوکرانی ہوں ملازم رکھا ہے آپ نے مجھے رانی کشکندہ! آپ کیوں کر رہی ہیں۔“

”ارے ہم کیا تمہیں ملازم رکھیں گے ہم تو خود تمہاری نوکرانی ہیں..... اپنے بارے میں کچھ بتاؤ گی نہیں ہمیں۔“

”کیا بتانا ہے مجھے“ مہر النساء بولی۔

”ہم تمہاری خبر لینے گئے تھے سو خبر لے آئے ہیں تمہاری، مگر کچھ باتیں سمجھ میں نہیں آ رہیں..... پوچھیں تو بتاؤ گی۔“

”کیسی باتیں“ مہر النساء کسی قدر پریشان لہجے میں بولی۔

”ایک بات بتاؤ..... یہ کہ ہم مانتے ہیں کہ ارجن شاستری مہاراج کی منش ہو..... کشکاوٹی کے بارے میں بھی ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ان کی سپوٹری تھی یعنی ان کی بیٹی..... پر یہ نہیں معلوم کہ تم کون ہو.....؟ کشکا ہو یا کوئی اور۔“

”میرے بارے میں ارجن شاستری نے تمہیں کچھ نہیں بتایا؟“

”شاستری کوئی معمولی شخصیت کے مالک ہیں وہ تو بڑے مہمان ہیں، ہم جیسے بھلا ان کا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں..... پر فکر غلط لے رہے ہیں وہ ہم سے..... غلط فکر لے رہے ہیں..... خیر چھوڑو ہم بھلا ان کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں..... چاہتے بھی یہی ہیں کہ وہ ہمارے مقابلے پر کبھی نہ آئیں..... تم کشکاوٹی ہو..... ہم تم سے نمٹ لیتے..... پر تمہارے اندر کوئی اور بھی ہے..... وہ کون ہے اس کے بارے میں ہم جانا چاہتے ہیں۔“

”دیکھئے رانی کشکندہ! میں کون ہوں..... کیا ہوں اس بات کو آپ جانے دیجئے اب آپ جو پوچھتی ہیں وہ مجھے بتائیں۔“

”اچھا..... چلو ٹھیک ہے کیوں بھی ہری سنگھ..... اب کیا کریں یہ ہمارے قابو ہی میں نہیں آ رہی..... ان سے بس ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ اگر ان کا شریر کشکاوٹی کا ہے تو اس کے اندر کون ہے..... یہ ہم سے پردہ کر رہی ہیں دیوی جی..... کیا خیال ہے..... ہم ان سے پوچھیں یا کچھ اور کوشش کریں..... ارے بھگوتی مہاراج..... آپ ہماری مدد نہیں کریں گے کیا..... جب کوئی کام ہمارے بس سے باہر ہو جاتا ہے تو ہر نام جی جنہیں ہم پیار سے

ہرنا کہتے ہیں ہماری مدد کرتے ہیں..... آئیے مہاراج..... آپ ہی آجائیے اور اپنا کمرے میں بنے دوسرے دروازے سے ایک انتہائی خوفناک صورت کا بوڑھا آدمی باہر نکلا۔ دہلا پتلا بانس کی طرح سوکھا ہوا..... سارے ہاتھ پاؤں بے ترتیب، اوپری بدن نکلا۔ دھوتی باندھے ہوئے..... گردن میں باریک باریک سانپ مالاؤں کی طرح پڑے ہوئے۔ کلبار ہے تھے..... زبانیں نکال رہے تھے..... اس کے منہ سے ایک عجیب سی آواز نکلی۔

”جے کشکندہ بھنجوریا..... جے مہاکال“ اس نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا اور اس بدن سے اٹھتی ہوئی بدبو نے مہر النساء کی طبیعت خراب کر دی..... اس نے نفرت سے نگاہوں سے اس بوڑھے شخص کو دیکھا جسے دیکھ کر طبیعت میں متلی کی سی کیفیت پیدا ہوئی تھی..... بوڑھے کی خوفناک آنکھیں مہر النساء پر گڑ گئیں اور مہر النساء کو یہ محسوس ہوا کہ جیسے اس کا پورا بدن پھیلتا جا رہا ہو..... ایک تصویر ایک روشنی کے دھبے کی شکل اختیار کر جا رہی ہو..... پتا نہیں کیا ہے یہ سب کچھ کیا ہے؟ اس نے سوچا اور ہر بوڑھے کی شکل بگڑتی جا رہی تھی..... اس نے گرجتی آواز میں کہا۔

”کشکندہ کچھ پوچھ رہی ہے تجھ سے اور تو شاید بتا نہیں رہی لڑکی..... جانتی ہے رانی کشکندہ کون ہے؟“

”میں تو تجھے بھی نہیں جانتی..... تو کون ہے؟“ مہر النساء نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور بوڑھا چونک کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا..... اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے رانی دیکھا..... پھر مہر النساء کی طرف اور اس کے بعد رانی سے بولا۔

”یہ کون سر پھری ہے..... ہر نامی کو نہیں جانتی..... ہر نام کو نہیں جانتی کشکندہ تیری حویلی میں یہ گندی ناپاک کون آگئی.....؟ یہ ہمیں کیوں نہیں جانتی..... بول یہ ہمیں کیوں نہیں جانتی“

”یہ تو آپ کو خود ہی معلوم کرنا ہو گا ہر نام جی مہاراج..... ذرا مجھے بھی دیکھ کر بتائیے کون ہے یہ.....؟ وہ آپ تو جانتے ہی ہیں ار جن شاستری مہاراج کو..... اس نے ایک بار

نہم آگے پیچھے کئے اور پھر اس کے بعد وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا..... پھر آہستہ سے بولا۔

”بڑی عجیب بات ہے..... یہ تو بڑی عجیب بات ہے..... ٹھہر پتا چلاتے ہیں اس بارے میں“ اس نے کہا اور پھر اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر دیئے..... اس کے دونوں ہاتھوں پر عجیب و غریب پرندے آکر بیٹھ گئے..... یہ پرندے کہاں سے آئے تھے، اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا..... بس ایک لمحے کے اندر اندر یہ منحوس صورت پرندے اس کے دونوں ہاتھوں پر آکر بیٹھ گئے تھے..... بوڑھے ہر نام نے داہنے ہاتھ پر بیٹھے پرندے کو دیکھا اور کہا۔

”کون ہے یہ.....؟“

”کشکا..... کشکاوتی“ داہنے ہاتھ والا پرندہ بولا، لیکن اسی وقت بائیں ہاتھ پر بیٹھے پرندے نے کہا۔

”مہر النساء..... مہر النساء“ بوڑھا پھر کئی قدم پیچھے ہٹا..... آگے بڑھا اور اس کے بعد بولا۔

”کیا بک رہے ہو تم..... کیا بک رہے ہو.....؟ کشکا ہے یا یہ مہر النساء؟“

”کشکا“ داہنے ہاتھ کا پرندہ بولا۔

”مہر النساء“ بائیں ہاتھ کا پرندہ بولا اور پھر وہ دونوں پرندے انسانی آواز میں کشکا.....

کشکا..... مہر النساء..... چیخنے لگے اور بوڑھے نے دونوں کو اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں میں پکڑ لیا..... پرندے اب بھی چیخ رہے تھے..... کشکا..... کشکا..... کشکا..... مہر النساء دیر تک

نہم آوازیں بلند ہوتی رہیں اور بوڑھا زمین پر بیٹھ گیا..... اس نے آنکھیں بند کر لیں اور تب

نہم نے اس کی گردن میں پڑے سانپوں کے بل کھلتے ہوئے محسوس کئے..... اس نے

نہم کو دو سانپ بوڑھے کے دونوں نھنوں میں گھسنے لگے..... دو اس کے کانوں کی طرف

نہم کے اور کانوں کے سوراخ تلاش کر کے ان میں بدن سمیٹنے لگے..... بڑا بھیانک منظر

نہم باریک باریک سانپ چمکیلے بدن کے ساتھ اس کے ناک اور کانوں کے سوراخوں میں

نہم جا رہے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے سارے سانپ غائب ہو گئے..... مہر النساء پھٹی پھٹی

نہ کی گردن میں آڑا اور مہر النساء فطری طور پر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے اپنی مٹھی میں جکڑ لیا، لیکن اسی وقت ہر نام نے دوسرا سانپ پھینکا جو مہر النساء کی پیٹ پر گر گیا اور اس سانپ نے ایک لمحے کے اندر اندر مہر النساء کی دونوں کلائیوں پر بندش اتنی سخت تھی کہ مہر النساء شدید تکلیف کا شکار ہو گئی۔ اس نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے جدوجہد کی لیکن ایک اور سانپ اس کے پیروں کو بھی جکڑ لیا۔ ہر نام بڑی مہارت کے ساتھ سانپ اچھال رہا تھا۔

مہر النساء نے منہ نیچے گری اور پوری قوت سے اپنے آپ کو ان سانپوں سے آزاد کرانے کی کوشش کرنے لگی، لیکن ان گھناؤنی چمکدار رسیوں نے اسے ایسا جکڑا تھا کہ وہ بل بھی نہیں اٹھاسکتی تھی۔ جبکہ ہر نام مسلسل اس پر سانپ پھینکے جا رہا تھا۔ پھر وہ اسے ادھر لڑھکنے لگی، جبکہ ہر نام مسلسل اس پر سانپ پھینکے جا رہا تھا۔ پھر اس نے کوئی چیز مہر النساء پر پھینکی اور گردوغبار کا بڑا سا مرغولہ مہر النساء کے منہ میں گھس گیا، اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور جدوجہد ایک دم رک گئی۔ اسے یوں لگا جیسے اس کے منہ میں ساری جان نکل گئی ہو۔ عجیب سی گرد تھی آنکھیں اس طرح بند ہوئیں کہ وہ کام نہیں لے رہی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد اسے احساس ہوا کہ گرد کم ہو گئی ہے۔ آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں، دھند سی چھائی ہوئی تھی۔ پھر وہ دھند بھی چھٹ گئی۔ ایک نگاہ ہی میں اسے اندازہ ہو گیا کہ منظر بدل گیا ہے۔ اب نہ سامنے کشندہ ہے نہ پیچھے۔ وہ بڑھاپا جادو گر۔۔۔۔۔ بلکہ ایک اجاز جنگل ہے۔ سوکھے ہوئے پتوں سے ڈھکی چڑھی زمین پر بد نما چٹانوں اور پہاڑوں کا سلسلہ ایک اونچے ٹیلے کے قریب نظر آنے والا سیاہ عمار کا دہانہ، البتہ سانپ بدستور اس کے بدن سے لپٹے ہوئے تھے۔

مہر النساء نے قیام نہیں کیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہ سانپ رسیاں ہوں جن سے اسے باندھ دیا گیا تھا۔ چمکدار جسموں کی کلباہٹ مہر النساء کو بڑا پریشان کر رہی تھیں۔ اسے ان سے بے ہوش بھی ہو رہی تھی۔ گھن بھی آ رہی تھی۔ اس نے بے چینی سے منہ زور لگایا تو لڑھک کر دوسری طرف چلی گئی۔ تب ادھر کا منظر نظر آیا۔

آنکھوں سے اس جادوگری کے جادو دیکھ رہی تھی۔ ادھر رانی کشندہ اور اس کے بچے کھڑا ہوا ہری سنگھ مسکراتی نگاہوں سے مہر النساء کا جائزہ لے رہے تھے۔ کچھ دیر بعد ہر نام سنگھ مہاراج نے آنکھیں کھولیں۔ خوفناک سرخ آنکھیں۔۔۔۔۔ پھر انہوں نے کھولا اور بے چین سانپ بلبلاتے ہوئے ان کے منہ سے باہر آنے لگے۔ کچھ ریختے ہوئے ان کی گردن تک پہنچ گئے۔ کچھ اس کوشش میں نیچے گر پڑے تو ہر نام سنگھ مہاراج انہیں خود اٹھا کر گردن میں ڈال لیا۔ پھر وہ مہر النساء کو گھورتے ہوئے بولا۔

”کچھ نہیں پتا چل رہا کشندہ۔۔۔۔۔ یہ تو عجیب و غریب چیز ہے۔۔۔۔۔ بھلا ایک شریر منش کیسے رہ سکتے ہیں۔۔۔۔۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔“

”ایک شریر میں دو منش۔۔۔۔۔ کشندہ بھی حیرت سے بولی۔“

”بڑا بگڑا ہوا کھیل ہے کشندہ۔۔۔۔۔ بڑا بگڑا ہوا کھیل ہے۔۔۔۔۔ یہ خود ہی بتائے۔۔۔۔۔ کتنی گہرائی ہے۔۔۔۔۔ پتا نہیں کون ہے۔۔۔۔۔ آخر۔۔۔۔۔ پتا نہیں کون ہے۔۔۔۔۔ اس کا نہ شروع پتا چل رہا ہے نہ آخر۔۔۔۔۔ پتا نہیں کون ہے۔۔۔۔۔ کتنی گہرائی ہے۔۔۔۔۔ میری کچھ نہیں آ رہا کہ یہ کھٹا ہے یا مہر النساء۔۔۔۔۔ کھٹا کھٹا ہندو نام ہے اور مہر النساء مسلمان نام۔۔۔۔۔ ہی بتا دے ہمیں کون ہے تو، کیا ہے؟ تیری بڑی مہربانی ہوگی بھی۔۔۔۔۔ بتا دے تو اور اگر نہ زبان نہ کھولی تو پھر ہمارے سارے یہ سانپ تیری ناک میں گھسیں گے۔۔۔۔۔ کانوں میں تیرے شریر میں اتر جائیں گے۔۔۔۔۔ ریختے ہوئے تیرے دماغ میں پہنچ جائیں گے اور بال۔۔۔۔۔ سب کچھ معلوم کر لیں گے۔۔۔۔۔ دفعۃً ہی مہر النساء کے منہ سے ہنسی کی آواز نکل گئی، اس نے

”بوڑھے کھوسٹ۔۔۔۔۔ منحوس شکل والے کوشش کر دیکھ ذرا۔۔۔۔۔ کیا مزہ ملتا ہے۔۔۔۔۔ یاد کرے گا تو بھی۔۔۔۔۔ چل کوشش کر“ جواب میں ہر نام ہنس پڑا، البتہ کشندہ اور ہر نام کے چہروں سے خوف مٹنے لگا تھا۔ ہر نام ہنستا رہا، پھر اس نے گلے سے ایک سانپ ہاتھ میں لے لیا اور اسے اس طرح گھمانے لگا جیسے کوئی رسی کا چھندہ بنا کر کسی کو اچھالنے کے لئے گھماتا ہے۔ اس کے بعد اس نے سانپ مہر النساء پر اچھال دیا۔

ادھر گہری کھائیاں تھیں اور تھوڑے ہی فاصلے پر اس نے دیکھا کہ کوئی موجود ہے۔
جو کوئی بھی تھا اسے دیکھ کر مہر النساء کی آنکھیں ایک لمحے کے لئے بند ہو گئیں۔
نفرت بھرا وجود..... ایک اور نفرت بھری شخصیت اس کے سامنے تھی اور یہ شخصیت
شاستری کے علاوہ اور کسی کی نہیں تھی..... اگر کوئی انسانی ڈھانچہ ایک جگہ بیٹھا ہو
ہو تو بھلا ارجن شاستری کے علاوہ وہ اور کون ہو سکتا تھا..... وہ ایک کٹے ہوئے درخت
تنے پر بیٹھا ہوا تھا، لیکن ایک اور چیز جو اس کی نگاہوں کے سامنے آئی وہ ایک عورت
جو رسیوں سے بندھا پڑا ہوا تھا..... مہر النساء کی سمجھ میں یہ سب کچھ نہیں آ رہا تھا لیکن
شاستری کو گھورے جا رہی تھی..... اچانک ہی ارجن شاستری نے گردن اٹھائی اور پھر
کو محسوس ہوا جیسے اس کا استخوانی چہرہ مہر النساء کی جانب آگیا ہو..... اسے اندازہ
مہر النساء جاگ گئی ہے، چنانچہ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے قریب پہنچ گیا..... پھر
کے قدموں کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

”کشکاوتی..... کشکاوتی..... آج تک مہر النساء ہے تو..... باز نہیں آئے
حرکتوں سے، تو کشکاوتی ہے، جس دن تو صرف کشکاوتی بن جائے گی اس دن تیرے
کشت دور ہو جائیں گے..... پر کیا بات ہے تیری..... عماد الدین کی بیٹی ہے.....
لئے پھر رہی ہے..... بھگوان کی سوگند..... جواب نہیں ہے تیرا..... میں کہتا ہوں
آئے گی کہ نہیں اور مہر النساء کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی..... ارجن شاستری
وقت جس طرح بدحواس و پریشان نظر آ رہا تھا..... وہ بات مہر النساء کو خوش کر دے
دل خوش ہو رہا تھا اس کا، اس نے کہا۔

”مگر بات کیا ہے ارجن مہاراج۔“

”اوپر سے پوچھ رہی ہے کہ بات کیا ہے، ارے..... کیا کہا تو نے ہرمانی
کہنے لگی کشکا ہے..... مہر النساء ہے..... ابھی تک مہر النساء ہے تو..... کدھر سے
ذرا بتا تو سہی..... کشکا ہے تو میری کشکا..... سر سے پاؤں تک کشکا ہے۔“

”یک بات بتاؤ ارجن شاستری جی..... میرے باپ عماد الدین نے تمہارے بدن کا
بٹ گلا کر چھینک دیا..... تم نے بے شک مجھے اپنی بیٹی کے بدن میں قید کر لیا، لیکن
میں مہر النساء ہی نا..... کشکا کے بدن میں مہر النساء۔“

”تیرا ستیاناس جائے..... تیرا ستیاناس جائے..... آج بھی تو مہر النساء ہے..... ارے
کی ہمت کبھی نہیں دیکھی..... بڑے بڑے دھرم دیال دیکھے ہیں ہم نے، مگر تجھ جیسی
پاگل کبھی نہیں دیکھی، جو کچھ ہم تجھے دینا چاہتے ہیں وہ تو لے نہیں رہی اور دھرم
دینی پھر رہی ہے، ہیں۔“

”بڑی بات کہہ رہے ہو تم..... ارجن شاستری۔“

”نہیں تو کیا جھوٹ بول رہے ہیں۔“

”نہیں بالکل نہیں..... میں تو بلکہ تمہارا شکریہ ادا کر رہی ہوں کہ تم نے مجھے یہ اعزاز
دے دیا ہے..... یہی تو میں چاہتی ہوں ارجن شاستری..... کہ لوگ مجھے مہر النساء
نہیں اس کو شش میں بھی ناکام ہو جاؤ..... کیا سمجھے؟ وہ کبھی نہ کر پاؤ جو تمہارے دل
میں ہے۔“

”ستیاناس ہو تیرا..... کتے کی موت مر جائے تو ارے تو نے ہمارا ستیاناس کر کے رکھ
دیا..... ہمارا ڈھانچہ بنے پھریں گے..... کتنی محنت کر رہے ہیں ہم..... سب خاک میں
خیر..... ہم تو خاک میں پہلے ہی ہیں مگر تیرا بھی کریا کریم کر کے چھوڑیں
..... دیوانی..... پاگل..... پاپی اب بھی مان لے ہماری بات..... تیرا اثر یہ
ہے..... کشکا کا شریہ ہے تیرا..... ارے ایک کام لیں گے بس تجھ سے..... سارے
کام ہم جائیں گے ہمارے..... تو ہمارے رنگ میں کیوں نہیں رنگ جاتی.....

..... شش..... ہمیں بھی ہماری منزل مل جائے گی..... بتائے دے رہے ہیں
..... مہر النساء نہیں ہے اب..... اب تو مہر النساء نہیں ہے..... اب تو کشکا ہے اور اگر
..... تو یہ تو ایک سے ایسا آئے گا کہ تجھے مہر النساء بھی بنادیں گے ہم..... کسی

اور کے شریر میں تجھے بھیج دیں گے..... کیا سمجھیں؟ ارے عقل آجائے تجھے تو
 کر دے..... جو سارے وعدے کئے ہیں تجھ سے وہ پورے کریں گے..... مان لے۔
 مہر النساء..... سنسار تیرے چرنوں میں ہوگا..... عیش کرے گی تو..... کالکا دیوی بن
 گی..... ہر جگہ تیرے نام کی جے جے کا رہو گی..... ہمارا کیا ہے..... ہم تو بس اپنا شہ
 ہیں اور تیرے داس بن کر رہیں گے ہم کالکا مند رہیں۔“

”نمال کی چیز ہو تم..... ارجن شاستری! مگر تم نے یہ کہہ کر میری روح خوش
 ہے کہ تم نے مجھ جیسا دین کا متوالا نہیں دیکھا..... ایمان کبھی نہیں چھوڑوں گی، چاہے
 کے بدن میں مجھے منتقل کر دیا کسی کتے کے بدن میں داخل کر دو مجھے..... ایمان
 چھوڑوں گی ارجن شاستری..... عماد الدین کی بیٹی ہوں..... ہزاروں بار موت آئے
 ہزاروں بار مر جاؤں گی..... کھلی چھٹی ہے تمہیں..... تم کتے کی موت کہہ رہے ہو
 ہوں ان سانپوں کو جو میرے بدن سے لپٹے ہوئے ہیں کہ یہ مجھے آہستہ آہستہ ڈالیں
 زہر میرے جسم میں اتار دیں..... میرے جسم میں آگ لگ جائے پانی بن کر بہ
 میں..... خوشی سے تیار ہوں میں، اس کیلئے، لیکن مروں گی مہر النساء کی شکل ہی میں
 آجائے گا تمہیں مجھ سے مقابلہ کر کے ارجن شاستری..... میرے باپ تو انتہائی
 انسان تھے، تمہارے دوست بن کر بھی تمہیں نہ سمجھ سکے..... مگر میں تمہیں لڑ
 ہوں کہ تمہیں بھی مزہ آجائے گا..... ابھی کیا ہے ابھی تو اور بھی بہت کچھ ہوگا
 مجھے مار دو تاکہ میں تمہاری اس بے دین بیٹی کے بدن سے نجات حاصل کر لوں
 دلچسپی نہیں ہے اس بدن سے، سمجھ رہے ہونا..... اور کیا کیا کر سکتے ہو میرے
 دیکھو تماشا..... عماد الدین کی بیٹی کبھی تمہارے بہکاوے میں نہیں آئے گی“ ارجن
 نے قریب پڑی ہوئی ایک لکڑی اٹھائی اور اپنے سر پر مارنے لگا..... ٹھک ٹھک
 ٹھک..... ٹھک ٹھک کی آوازیں آرہی تھیں وہ سخت بے چین ہو رہا تھا..... پھر ان
 پھینک دی اور سوکھے ہوئے ہاتھ کمر پر رکھ کر بولا۔

”کیا سمجھتی ہے مہر النساء..... ٹھیک ہے ڈٹی رہ اپنے اس دھرم پر..... اس دھرم پر
 کے نام پر تو عبادت بھی نہیں کر سکتی..... تجھ سے بھی تو بہت کچھ چھن گیا ہے..... کشکا
 ہر جگہ..... اس میں رہ رہی ہے تو، جیسے کوئی کسی کچے مکان میں رہتا ہے، تو اب بھی وہی
 بیت رہی ہے..... بہت شوق ہے نا تجھے لکیر پیٹنے کا تو چینی رہ۔“
 ”یہ بہت بری بات ہے ارجن شاستری..... بہت بری بات ہے..... لکیر ہی میرے
 فی میں ہے۔“

”تیرے ہاتھ میں..... تیرے ہاتھ میں..... کیا ہے..... ارجن شاستری نے آگے بڑھ
 تی باتیں مہر النساء کے بدن پر ماریں اور مہر النساء ہنس پڑی۔“

”اپنی بیٹی کو مار رہا ہے تو..... مارا اور مار ہی تو میں چاہتی ہوں..... یہی تو میں چاہتی ہوں۔“
 ”ارے تیرا استیانا..... ارے تیرا استیانا..... ارجن شاستری پیچھے ہٹا اور پھر
 خت کے تے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بیٹھ گیا..... اچانک ہی اس کے رونے کی آواز بلند
 نا گئی..... پھر وہ خوب پھوٹ پھوٹ کر رو یا۔“

”ارے کیا کر دیا ہم نے..... اپنی بیٹی کو مارا ہے ہم نے..... ارے اپنی بیٹی کو مارا ہے“
 ناری تک وہ سسک سسک کر روتا رہا..... پھر خاموش ہو گیا تو مہر النساء بولی۔

”ارجن..... میری بات ماننے کا۔“

”کون سی بات..... کون سی بات۔“

”بڑی کون ہے جو تیرے سامنے پڑی ہے۔“

”کوئی نہیں پتا۔“

”ٹھیک ہے..... چل ٹھیک ہے..... تجھے نہیں پتا تو تو جان اور تیرا کام“ اچانک ہی
 شاستری اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”اسی..... ارے یہ..... یہ تو ہمارے دماغ سے نکل ہی گئی تھی۔“

”جسے سوکھے ہوئے سر میں دماغ ہے ہی کہاں..... ارجن“ مہر النساء نے مذاق

”میرے اندر مہر النساء تو تھی نا۔“

”کیا مطلب؟“

”جو من کے اندر ہوتا ہے نا، وہی تو پہچانا جاتا ہے نا۔۔۔۔۔ اس سسرے نے تیرے من میں جھانکا۔ ہر نام کی بات کر رہا ہوں۔۔۔۔۔ تیرے من میں ایک طرف کشک تھی اور دوسری طرف مہر النساء، اگر تو خود کو صرف کشک سمجھ لے تو سارا کام بن جائے۔۔۔۔۔ چھری اٹھا اس بے گنہگار پر پھیر خون پی لے اس کا۔۔۔۔۔ مہر النساء تیرے شریر میں مرجائے گی اور پھر تو صرف کشک ہوگی۔“

”تو جانتا ہے۔۔۔۔۔ تو جانتا ہے ارجن شاستری کہ مہر النساء عماد الدین کی بیٹی ہے، جس طرح تو اپنی بیٹی کا جیون چاہتا ہے۔۔۔۔۔ اسی طرح عماد الدین کے دل میں بھی اپنی بیٹی کا تصور ہوگا۔۔۔۔۔ میں یہی کوشش تو کر رہی ہوں اپنے باپ کے لئے، کیا سمجھا۔۔۔۔۔؟ تو اپنی بیٹی کو جیون دینا چاہتا ہے اور میں اپنے باپ کے لئے زندہ رہنا چاہتی ہوں۔۔۔۔۔ مہر النساء کی حیثیت سے۔“

”تو پھر مر۔۔۔۔۔ ہم کیا کریں۔۔۔۔۔ جا پڑ جان کے چرنوں میں، جو سلوک وہ تیرے ساتھ کریں گے اس کی ذمہ دار تو خود ہوگی۔“

”ہاں۔۔۔۔۔ یہ بات تو ہے۔۔۔۔۔، مگر ایک بات اور ہے جو تو نہیں سوچ رہا۔“

”کیا“

”شریر تو تیری بیٹی کا ہی ہے نا۔۔۔۔۔ میرے اندر کی روح تو سکون سے ہے۔“

”ستیاناں ہو تیرا۔۔۔۔۔ ستیاناں۔۔۔۔۔ تیرا ستیاناں۔۔۔۔۔ ارے کیا کہوں تجھے میں۔۔۔۔۔ اسے خون پی لے باؤلی۔۔۔۔۔ خون پی لے اس کا۔۔۔۔۔ ایک بار میری بات مان کر تو دیکھ۔۔۔۔۔ سنار تیرے چرنوں میں ہوگا۔۔۔۔۔ چرنوں میں سنار ہوگا۔۔۔۔۔ پھر مجھے میرا اثر مل جائے گا۔۔۔۔۔ میرا سب کچھ مل جائے گا مجھے۔۔۔۔۔ کیا سمجھی۔۔۔۔۔ کیا سمجھی؟“

”کچھ بھی ہے۔۔۔۔۔ میں تیری بات کبھی نہیں مانوں گی۔۔۔۔۔ ارجن شاستری جو تیرا دل بے گنہگار ہے۔۔۔۔۔ تو بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی سے کیا واسطہ پڑا تھا اچانک ہی

اڑانے والے لہجے میں کہا۔

”ہے بیٹا۔۔۔۔۔ دماغ تو ہے۔۔۔۔۔ ہمارے سوکھے ہوئے سر میں۔۔۔۔۔ تو ایک کام کر۔۔۔۔۔ سن ایک کام کر لے گی نا تو۔۔۔۔۔ جو کچھ کہہ رہے ہیں بس ایک کام کر لے تو۔“

”بول کیا۔۔۔۔۔؟“ مہر النساء نے پوچھا۔۔۔۔۔ ارجن آگے بڑھا اور درخت کے تنے پر پیچھے سے اس نے ایک چھری نکالی اور ایک برتن۔۔۔۔۔ پھر آگے بڑھ کر بولا۔

”یہ چھری لے۔۔۔۔۔ اس لڑکی کی گردن کاٹ اور اس کا خون پی لے۔۔۔۔۔ بس اتنی ہمت ہے تجھے اس کے بدن کا سارا خون پی لے۔۔۔۔۔ بات بن جائے گی۔“

”لغت ہے تجھ ہے۔۔۔۔۔ جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں، جو کام تو کہہ رہا ہے وہ اور ناپاک ہے۔۔۔۔۔ میں تیری کوئی خواہش پوری نہیں کروں گی۔“

”خرام خور۔۔۔۔۔ ناشکری۔۔۔۔۔ حرام خور۔۔۔۔۔ ناشکری“ ارجن ایک بار پھر ہانپا۔۔۔۔۔ مہر النساء کی جانب بڑھالات اوپر اٹھائی، مگر پھر رک گیا اور پیچھے ہٹ کر بولا۔

”اتنا کچھ اگر ہم کسی اور کو دے دیتے تو جیون بھر ہمارے پاؤں چاٹتا۔۔۔۔۔ اس کتیا کے نے تجھے ناگوں سے باندھا ہے۔۔۔۔۔ چرنوں کی دھول بھی نہیں ہے وہ تیری۔۔۔۔۔ ایک

اٹھائے تو سارا محل پھونکوں سے اڑ جائے۔۔۔۔۔ ایک ایک کو کچا چبا جائیں ہم، مگر تیرا دم چلا جائے گا۔۔۔۔۔ کوئی ایسا کام کر کے۔۔۔۔۔ یہی بات ہے نا۔۔۔۔۔ اگر اپنے دھرم کے جکڑ

پڑے باؤلی تو وہ جو ہے نا حرام خور سسر کی کشکندہ اور وہ کتیا کا پلاہری سنگھ۔۔۔۔۔ سارے سارے تیرے جو تون میں آکر پڑ جائیں۔۔۔۔۔ دیکھ مان لے ہماری بات۔۔۔۔۔ مان لے

وہ سب تیرے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے رہیں گے۔۔۔۔۔ ہم نے تجھے وہاں ایک اجتن لئے ہی تو بھیجا تھا۔۔۔۔۔ پر تو ناکام رہی، کیونکہ تیرے من میں آج بھی مہر النساء ہے۔“

”اچھا ایک بات بتاؤ ارجن۔“

”پوچھ۔“

”میں نے تو اسے یہ بات نہیں کہی تھی کہ میں اندر سے مہر النساء ہوں۔“

مہر النساء نے ارجن کو چونکتے ہوئے محسوس کیا..... اس کی حرکات سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ایسی بات ہوئی ہے جس سے وہ چونکا ہے..... ایک لمحے تک وہ مہر النساء کو دیکھتا رہا پھر زور سے ہنسا اور پھر پیٹ پکڑ پکڑ کر قہقہے لگانے لگا۔

”ارے واہ ارے واہ..... یہ ہوئی نابات..... واہ بھی واہ..... ہماری اس سوکھی کھوپڑی میں بات ہی نہیں آئی تھی یہ..... تو نے خود ہی بتائی..... خود ہی بتائی..... ارے واہ اب آئے گا..... اب مزہ آئے گا“ مہر النساء چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

”کیا بک رہا ہے تو..... میری سمجھ میں نہیں آیا“ مہر النساء نے کہا۔

”کریں گے ایک کام کریں گے..... سوچا ہے ہم نے..... ایک کام سوچا ہے..... اب تو دیکھ تماشا ارے جاؤ..... واہ بھی ارجن شاستری واہ..... تمہاری کھوپڑی تو بڑے ہی کام کی ہے..... چلو ٹھیک ہے، بعد میں دیکھیں گے سب کچھ“ مہر النساء واقعی کچھ سمجھ نہیں پائی تھی..... ارجن شاستری نے آگے بڑھ کر اس لڑکی کو اٹھا کر کندھے پر ڈالا جو وہاں بندھی ہوئی پڑی تھی اور اس کے بعد اپنے سوکھے ہوئے پیروں سے آگے بڑھتا ہوا مہر النساء کی نگاہوں سے دور ہو گیا..... مہر النساء یہ نہیں سمجھ پائی تھی کہ ارجن شاستری نے کون سا نیا منصوبہ بنایا ہے..... بس اس کے دل میں ایک یہ خیال تھا کہ اب دیکھو آگے کیا ہوتا ہے..... سانپ اس کے بدن سے لپٹے ہوئے تھے، کبھی کبھی وہ جنبش کرتے تو مہر النساء شدید کراہت شکار ہو جاتی..... اس وقت اس کے دل کو ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہوتا اور وہ سوچتی کہ کاش جو کچھ ہو رہا ہے اس سے نجات مل جائے، لیکن اس کا کوئی ذریعہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا..... پتا نہیں کیا ہونے والا ہے، اب جو تقدیر میں ہے وہی ہوگا..... کیا کیا جاسکتا ہے اور پھر وہ صبر و سکون کے ساتھ لیٹی رہی اور وقت گزرتی رہی..... کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس طرح قیدی کی حیثیت سے وہ کب تک یہاں پڑی رہے گی..... دل میں عماد الدین کا خیال آیا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ سوچنے لگی کہ نجوانے عماد الدین کس کیفیت میں ہوں..... یہ بات تو طے تھی کہ وہ دن رات اسے یاد کرتے ہوں گے..... نجوانے کیوں اس کی

جنموں میں آنسوؤں کی نمی ہوئی اور پھر اسے احساس بھی نہ ہو سکا کہ یہ آنسو کس طرح اس کے چہرے سے نیچے زمین پر ٹپکتے رہے..... البتہ اسے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ اس کا دل ڈوبتا رہا ہے..... ذہن پر ایک دھند سی طاری ہونے لگی ہے..... کئی بار اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر باہر کا جائزہ لیا..... وقت گزر رہا تھا اور اب ارجن شاستری کا کہیں کوئی پتا نہیں تھا۔ وہ چلا گیا تھا لیکن یہ احساس ابھی تک مہر النساء کے دل میں زخم لگا رہا تھا کہ وہ کون سی زکیب ہے جو ارجن شاستری کے ذہن میں آئی ہے..... آخر وہ کون سی ترکیب ہے اس سے پہلے تو وہ بڑا مضطرب نظر آ رہا تھا، لیکن اچانک ہی کوئی ایسا خیال اس کے ذہن میں آیا تھا کہ وہ خوش ہو گیا تھا، کیا خیال ہو سکتا ہے وہ؟ کیا خیال ہو سکتا ہے۔“



پھر مہر النساء نے ایک لمحے کے لئے حیران نگاہوں سے ہر نام کو دیکھا پھر اپنے بارے میں سوچنے لگی..... کیا واقعی کوئی ایسا حصار اس کے ارد گرد قائم ہے؟ اس نے تو کبھی محسوس نہیں کیا لیکن اس وقت یہ تمام باتیں سوچنے کا وقت نہیں تھا..... دو شیطان اس کے سامنے کھڑے ہوئے تھے مہر النساء آہستہ سے بولی۔

”اس کی صرف ایک وجہ ہو سکتی ہے ہر نامی۔“

”کیا آخر کیا؟“

”یہ کہ میں مسلمان ہوں..... میں ایک مسلمان کی بیٹی ہوں..... تم لوگ چونکہ صرف ایک ہی قبیلے سے تعلق رکھتے ہو اس لئے تمہیں یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے اور اگر نہیں معلوم ہے تو کم از کم میں تمہیں بتانا ضروری نہیں سمجھتی، بس سمجھ لو کہ اپنے اللہ پر بھروسہ کئے ہوئے ہوں اور جب اللہ کا حکم ہو گا مجھے بھی زندگی کے آسان راستے مل جائیں گے۔“

”آخر تو اس کا لے سنار میں کیسے آچھنسی؟“

”میں نے کہا نا تجھے یہ سب کچھ بتانا ضروری نہیں سمجھتی میں؟“

”خدا مت کر یہ بتانا تیرے لئے فائدہ مند بھی ہو سکتا ہے کیا سمجھی؟“ ارے میرا تجھ سے کوئی جھگڑا نہیں ہے..... بس یوں سمجھ لے کہ تو ہمارے کچھ کام آسکتی ہے..... کام آسکتی ہے تو..... اگر تو یہ ہندو مسلمان کا جھگڑا چھوڑ دے تو سب ٹھیک ہو جائے گا، ارے سمجھنا نہ اسے ہری سنگھ..... سمجھا دے اس کو“ ہمارے ساتھ شامل ہو جائے تو سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے وہ جو ہے..... جو اپنے آپ کو بڑا شکتی مان سمجھتا ہے اس کے ہاتھوں ہم اس کا کریہ کرم کرادیں گے۔“

”تم کیا ہو ہر نام..... کیا تم مجھے اپنے بارے میں بتانا پسند کرو گے؟“

”گا لکے ہیں ہم..... کا لکے..... کالی مائی کے چیلے..... سب جانتی ہو گی تو، چالاکی کر رہی ہے ہمارے ساتھ۔“

کافی دیر تک وہ اسی سوچ میں ڈوبی رہی، پھر اچانک ہی عقب سے اسے کچھ آہٹیں سنائی دیں اور وہ چونک پڑی..... یہ کون ہو سکتا ہے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، لیکن آنے والے تھوڑی دیر کے بعد اس کے سامنے آگئے اور مہر النساء نے انہیں پہچان لیا..... یہ ہر نام اور ہری سنگھ تھے، دونوں مہر النساء کے سامنے آکھڑے ہوئے پھر ہر نام بیٹھ گیا وہ غور سے مہر النساء کو دیکھ رہا تھا..... پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

”تو ہے کون آخر؟“ ہے کون تو؟“ میری سمجھ میں تو ابھی تک یہ نہیں آیا۔

مہر النساء کی آنکھوں میں نجانے کیوں آنسو آگئے..... بات ایک گندی زبان سے نکلی تھی، لیکن الفاظ ایسے تھے کہ اس کے دل پر ٹھک سے جا کر لگے تھے، اس نے سوچا کہ واقعی وہ ہے کون؟ آخر کون ہے وہ؟ درحقیقت اس سے بڑا المیہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا، وہ نہ کشفِ کائنات تھی نہ مہر النساء..... پھر کون تھی وہ؟ اس نے درد بھری آواز میں کہا۔

”کچھ بھی نہیں ہوں میں..... واقعی میں کچھ بھی نہیں ہوں۔“

”دل تو چاہتا ہے کہ ایک بڑا سا پتھر پہلے تیرے سر میں مار کر اسے کچل دیں پھر اپنے سر میں مار کر خود بھی ختم ہو جائیں، اری پاگل تجھے ذرا اندازہ نہیں ہے کہ تیرے ارد گرد کسے چمکدار حصار قائم ہیں، وہ تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچنے دیتے تو طاقتور ہے..... تیرے ساتھ کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا، کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا تیرے ساتھ اور تو کہتی ہے کہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔“

”کالکے کیا ہوتے ہیں مہر النساء نے پوچھا؟“۔

”بکواس مت کر..... جب کوئی کام جانتی ہی نہیں ہے تو پھر بکواس کیوں کر رہی ہے۔“

”میں تو جاننا بھی نہیں چاہتی..... بس تم یہ فضول باتیں کر رہے ہو..... جانے بھڑک جاؤ۔“

”کون؟“۔

”ارجن شاستری“۔

”کیا چاہتا ہے وہ؟“۔

”یہی تو اصل جھگڑا ہے اس کا اور میرا“۔

”جھگڑا ہے؟“۔

”تو اور کیا“۔

”تو اس سے جھگڑا کرتی ہے۔“

”ہاں“۔

”بری بات ہے۔“

”کیوں؟“۔

”اس لئے کہ وہ بہت ہی شگفتی مان ہے۔“

”تم اسے مانتے ہو؟“۔

”ارے کون نہیں مانتا۔“

”تو کیا تمہارا اس سے کوئی مقابلہ ہے؟“۔

”نہیں۔“

”تو پھر؟“۔

”بس وہ ہم سے بھی کچھ چاہتا ہے اور جو کچھ وہ چاہتا ہے وہ ہم نہیں کر سکتے، کیونکہ ان

کے بعد ہماری ساری شگفتی اس کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے۔“

”تو یہ قصہ ہے؟“۔

”ہاں..... مگر تیرا قصہ کیا ہے؟“۔

”وہ مجھے کا کا دیوی بنانا چاہتا ہے؟“۔

”کا کا دیوی“۔

”ہاں“۔

”یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ہے؟“۔

”میرے لئے بڑی ہے۔“۔

”کیوں؟“۔

”اس لئے کہ میں مسلمان ہوں۔“

”پھر وہی..... پھر وہی..... پھر وہی..... ارے پاگل ہے تو..... تیرا دماغ خراب ہے.....

چل پاگل ہے تو..... بالکل پاگل ہو گئی ہے..... ارے کا کا دیوی بن گئی تو جانتی ہے کیا ہوگا۔“

”کیا ہوگا۔“۔

”سنسار کی بہت بڑی شگفتی تیرے ہاتھ میں ہوگی، اتنی بڑی شگفتی کے تو سوچ بھی نہیں

تی۔“

”میں وہ شگفتی نہیں چاہتی..... تم نہیں سمجھتے..... میں تمہیں یہ تو بتا چکی ہوں کہ میں

مسلمان ہوں..... ہم لوگ صرف ایک بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کی

بائے..... دنیا گزاری جائے اور اس کے بعد جس طرح اس دنیا میں آئے ہیں اسی طرح واپس

پہنچ جائیں۔“

”دھت تیرے کی اور باقی کچھ نہیں۔“

”نہیں“ سب کچھ اس میں ہے۔

”یہ تیرا خیال ہے۔“

”ہاں مگر ٹھیک ہے۔“

مہر النساء کا دوران خون اہستہ اہستہ بحال ہوتا جا رہا تھا..... تاہم بدن

مہر النساء کے بدن میں جنبشیں نہیں ہیں، اسے دھوکے میں رکھ کر کچھ کیا ہو گا۔ مہر النساء اپنے کمزور بدن کے ساتھ یہ فیصلہ نہیں کر پار ہی تھی کہ کیا کرے؟ لمبی کال کی سرنگ کے دوسرے دھانے پر سرخ روشنی نظر آرہی تھی، بالکل یوں لگ رہا تھا جیسے آگ روشن ہو..... دھانے کا دوسرا سر اقرب آتا جا رہا تھا، پھر وہ مہر النساء کو لئے ہوئے دھانے سے اندر داخل ہو گئے..... بہت بڑا غار تھا..... لگتا تھا جیسے کہ کوئی پہاڑ اندر سے کر دیا گیا ہو..... جگہ جگہ دیواروں میں چٹانیں اُبھری ہوئی تھیں، ایک طرف لکڑیاں رہی تھیں اور یہ انہی کی روشنی تھی جو پورے غار کو سرخ کئے ہوئے تھی، مگر اس میں تپش بالکل نہیں تھی اس کے برعکس غار میں ٹھنڈک پھیلی ہوئی تھی، پورے غار میں نجانے کیا کیا کٹھ کباڑ پھیلا ہوا تھا، ان میں انسانی جسم کی ہڈیوں کے انبار بھی تھے۔ انسانی کھوپڑیاں بکھری ہوئی تھیں..... میلے کچیلے، پھٹے پرانے رنگین کپڑے اور نجانے کیا مہر النساء کے کانوں میں ایک عجیب سی آواز گونج رہی تھی..... ایک بہت ہی آواز، جیسے کوئی وحشی درندہ کچھ کھا رہا ہو۔

”چھوڑ دے اس کمینہ کو یہاں..... کشکندہ جانے اور یہ..... ہم بلا وجہ اس کی ہڈیوں میں گرفتار ہو گئے ہیں..... ارے کشکندہ بھاڑ میں جائے ہمیں اس کا کرنا کیا ہے۔ ہری سنگھ سے کہا اور ہری سنگھ نے مہر النساء کو زمین پر چھوڑ دیا..... وہ اب بھی شہتیر کی طرح نیچے گری تھی اور اپنے آپ کو مفلوج ظاہر کر رہی تھی، اس کے ذہن میں بات تھی کہ یہ لوگ اسے ہوش و حواس میں سمجھ کر کہیں دوبارہ کچھ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اسی وقت ہری سنگھ کی آواز ابھری۔“

”اب کیا کریں ہر نام مہاراج؟“

”پڑا رہنے دے اس سسری کو یہاں۔“

”جو حکم ہری سنگھ نے کہا۔“

”چل چلیں یہاں سے..... ہر نام بولا اور وہ دونوں غار سے باہر نکل گئے۔“

مہر النساء نے زمین پر پڑی رہی تھی، اس کی نگاہیں پورے غار کا جائزہ لے رہی تھیں اور دل لرز رہا تھا۔ یہ ہولناک جگہ ہے یہ..... غار کی بلندی ناقابل یقین تھی..... اس کی چھت تو نظر ہی نہیں آ رہی تھی..... اُبھرے ہوئے چٹانیں پتھروں میں موٹے موٹے تاروں والے مکڑیوں کے جال لگے ہوئے تھے، البتہ مکڑیاں نظر نہیں آ رہی تھیں اور پھر وہ بھیاںک آواز؟ یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے؟ آہ کیسی بھیاںک آواز ہے؟ نجانے؟ پھر یوں لگا کہ جیسے کوئی چیز زمین پر گھسیٹی ہوئی ہو اور اس کے بعد زمین میں اُبھری ہوئی ایک چٹان کے عقب سے ایک ہولناک چیز اُبھرنی لگی اور مہر النساء کی آنکھیں خوف سے بند ہو گئیں..... یہ چٹانی کوہان کے پیچھے سے نکلنے والا چیز ایک سیاہ انسانی جسم تھا، ایک انتہائی طاقتور موٹا تازہ انسانی جسم جو یقینی طور پر کسی غار کا تھا، اس کا پچھلا حصہ مہر النساء کی نگاہوں کے سامنے آیا تھا، وہ گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی تھی اور یوں لگتا تھا کہ جیسے کسی چیز کو گھسیٹ رہی ہو..... پھر وہ مکمل طور سے نگاہوں کے سامنے آئی اور وہ ہولناک منظر مہر النساء کی نگاہوں کے سامنے نمایاں ہو گیا..... جسے دیکھ کر ہری سنگھ کی دھڑکنیں بند ہو جائیں..... سیاہ رنگ کی خوفناک عورت جس چیز کو گھسیٹ کر پیچھے ہٹ رہی تھی وہ بھی ایک عورت ہی کا بدن تھا، لیکن خون میں نہایا ہوا..... خونخوار عورت کے لمبے بالوں نے دوسرے جسم کا کچھ حصہ ڈھکا ہوا تھا..... خود اس کا چہرہ بھی اس کے بالوں میں گھبا ہوا تھا، وہ لمبی کی طرح دونوں ہاتھوں پیروں کے بل پیچھے کھسک رہی تھی اور یقینی طور پر اسے مردہ جسم کو دانتوں میں دبوچے ہوئے تھی، مہر النساء سانس روکے اسے دیکھتی رہی..... سیاہ رنگ کی ہولناک بلاغنے اپنے کام سے فارغ ہو کر رخ بدلا، پھر انسانوں کی طرح بالوں کو زور سے پیچھے جھٹک کر انہیں ہاتھوں سے درست کرنے لگی..... بالوں کے پیچھے ہٹنے سے اس کا چہرہ نمایاں ہو گیا..... آہ کتنا بھیاںک چہرہ تھا مکمل طور پر انسانی نقوش اور شاید جانے کیسے..... بس رنگ کا فرق تھا ورنہ وہ سو فیصدی رانی کشکندہ تھی..... رانی کشکندہ..... لیکن اسے بونے رُوپ میں بھی اس کے نقوش اسے رانی کشکندہ ظاہر کرتے تھے، اس کے چہرے کا رنگ بھی بدل گیا تھا اور سیاہ چہرے پر اس وقت جگہ جگہ خون کی چھینٹیں پڑی ہوئی تھیں اور

آ نکھیں اس کی..... بڑی بڑی آنکھوں کی سفیدی نمایاں تھیں..... کالی پتیلیوں کی بڑبڑ
سیدھی سبز روشن لکیر نظر آرہی تھی..... تیز سبز روشن لکیر..... ہونٹ گہرے سرخ
تھے، ابھی تک اس نے مہر النساء کو نہیں دیکھا تھا، چنانچہ وہ پھر ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل
کر منہ سے انسانی بدن کو ٹٹولنے لگی، وہ اسے جگہ جگہ سے سونگھ رہی تھی، پھر اچانک اس
ایک ایسی غراہٹ کی آواز نکالی اور مردہ جسم کے سینے میں دانت گاڑ دیئے..... جیسے کوئی
جانور ہوتا ہے..... وہ ہاتھوں پر وزن سنبھال کر شاید لاش کا سینہ کھول رہی تھی، وہ
سے قوت صرف کر رہی تھی اور اس کے منہ سے خوفناک غراہٹیں نکل رہی تھیں
تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو گئی اور پسلیوں کا خول توڑ کر اس
کے جسم کے اندر منہ ڈال دیا، البتہ اس کو شش میں اس کا چہرہ مہر النساء کی طرف ہونٹوں
لڑکی کی گردن شاید پہلے ہی چبائی گئی تھی، مگر چہرہ محفوظ تھا اور گردن کے ساتھ لے
کھال کے کسی ٹکڑے سے جھول رہا تھا..... مہر النساء کی نگاہ لڑکی کے چہرے پر پڑی اور
اختیار چیخ اس کے حلق سے نکل گئی..... یہ وہی معصوم لڑکی تھی جو اس رات بھوکی ان
پاس آئی تھی اور کھانا کھانے کے درمیان بھاگ گئی تھی..... وہ بھوک سے بے تاب
کھڑکی کے راستے اندر آئی تھی، اس کی زندگی کو خطرہ تھا آہ اسے اپنی جان کا خوف تھا
ہوا..... اس نے کچھ اس طرح کے الفاظ کہے تھے کہ مہر النساء کا دل اس وقت ڈوبا جاتا
جب مہر النساء کے حلق سے چیخ کی آواز نکلی تو لاش سے لپٹی ہوئی کشکندہ نے گردن
مہر النساء کو گھورا، اس کے منہ سے خون ٹپک رہا تھا، پھر اس نے ہونٹ
نکالے..... خون میں ڈوبے ہوئے نوکیلے دانت، وہ مہر النساء کو دیکھتی رہی اور پھر دوبارہ
کر لاش کے کھلے ہوئے سینے میں سر ڈال دیا اور اس نے دانتوں سے لاش کے اندر
کسی چیز کو جھکا دیا اور اس کے کلیجے کو دیگر لوازمات کے ساتھ باہر نکال لیا..... مہر النساء
خوفزدہ ہو گئی تھی، اس کے اندر ایک جنون سا ابھرتا آ رہا تھا اور بدن میں شدید گرمی
دوڑ رہی تھیں..... اس نے جنونی انداز میں ادھر ادھر دیکھا..... یہ بھی خوف کی

..... چنانچہ جب انسان خوف ہی سے بے نیاز ہو جاتا ہے، چنانچہ اس وقت اس کا جنون کسی
..... داخل ہو گیا تھا اس نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں اور پھر ایک انسانی پاؤں کی سوکھی
..... نظر آ گئی..... مہر النساء نے اسے اٹھایا اور گھما کر پوری قوت سے اسے کشکندہ پر
..... کشکندہ درست نہیں لگا تھا..... ہڈی کشکندہ کے سر سے گزر گئی، لیکن کشکندہ نے
..... دانتوں میں دبا کر ایک لمبی سی چھلانگ لگائی اور ایک چٹان سے دوسری چٹان
..... دوسری سے تیسری پر اور پھر کافی اوپر نکلی ہوئی دیوار میں ایک چٹان پر جا کر بیٹھ گئی.....
..... چٹان اتنی پتی تلی اور مہارت سے بھرپور تھیں کہ انسانی جسم اس کا حامل ہو ہی نہیں سکتا
..... اس وقت بالکل ایک کالی بلی لگ رہی تھی، کسی انسان کا اس سے زیادہ خوفناک روپ کبھی
..... نے دیکھا ہو گا جو مہر النساء اس وقت دیکھ رہی تھیں..... رانی کشکندہ وہاں پہنچ کر پھر جھک
..... ہوئی اور منہ میں لٹکا ہوا کلیجہ اسی طرح چپڑ چپڑ کر کے چبانے لگی..... تبھی مہر النساء کے
..... سے غرائی ہوئی آواز نکلی۔“

..... کشکندہ کتیا تو نے اس معصوم لڑکی کو مار دیا..... میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی.....
..... چھوڑوں گی تجھے..... مار ڈالوں گی میں تجھے..... کمینی کتیا..... مہر النساء دیوانہ وار چیخ رہی
..... اس کی آواز پر چونک کر کشکندہ نے اسے دیکھا اور اس کے بعد پھر جھک کر بے نیازی سے
..... چبانے لگی، وہ اتنی بلندی پر تھی کہ مہر النساء اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی..... بس اپنی جگہ
..... اسے دیکھتی رہی اور پھر وہی دور پڑی ہوئی ہڈی اس نے اٹھالی، اس دوران کشکندہ
..... سا کام ختم کر لیا تھا..... وہ کلیجہ چبا کر اپنے معدے میں اتار لیا تھا..... مہر النساء کے ہڈی
..... سنبھلی اور پھر اس نے ایک اور چٹان پر چھلانگ لگادی..... بالکل بلیوں جیسا انداز
..... مہر النساء نے اس چٹان پر ہڈی پھینکی تو وہ نیچے اتر آئی، مگر نجانے کیوں اس وقت وہ
..... نہ پر حملہ نہیں کر پارہی تھی، بس رک رک کر غرارہی تھی..... دانت نکال رہی
..... مہر النساء اب ادھر ادھر سے ٹٹول کر اس پر مسلسل ہڈیاں پھینک رہی تھی اور وہ ادھر
..... پھر رہی تھی اور پھر اس کے بعد اس نے بڑی زور سے چیخ ماری اور شاید یہ چیخ

کسی کو پکارنے کیلئے تھی کیونکہ چند ہی لمحوں کے بعد ہری سنگھ اور ہر نام دروازے سے داخل ہو گئے۔۔۔۔۔ دونوں نے اس عجیب و غریب منظر کو دیکھا اور اس کے بعد ہر نام بولا۔

”ارے ارے۔۔۔۔۔ اوپاگل کی بچی کیا کر رہی ہے تو۔۔۔۔۔ ہر نام سے اتنا ہی کہتا ہوں مہر النساء نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ہڈی اس پر دے ماری۔۔۔۔۔ ہر نام اس وقت اس داسے لئے تیار نہیں تھا۔۔۔۔۔ ہڈی پوری قوت سے اس کے سر پر لگی اور وہ چکر اکر ڈولنے لگا۔ دوسرے لمحے ہی وہ سر پکڑ کر زمین پر بیٹھ گیا، ہری سنگھ نے مہر النساء کو گھورتے ہوئے کہا۔

”کتیا کی بچی تیری موت ہی آگئی ہے۔۔۔۔۔ ارے یہ تو نے کیا کیا، لیکن مہر النساء اس وقت اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھی، اس نے دوسری ہڈی اٹھا کر ہری سنگھ کو نشانہ بنالیا۔

جلدی سے بیٹھ گیا اور ہڈی اس پر سے نکل گئی، مگر اسی وقت ایک خوفناک غراہٹ کے ساتھ رانی کشکندہ نے مہر النساء پر چھلانگ لگا دی۔۔۔۔۔ مہر النساء اس آفت کے لئے تیار نہیں تھی۔ ادھر رانی کا وزن بے پناہ تھا، چنانچہ مہر النساء اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی، اس کا سر زمین پر جا لگا اور آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے۔۔۔۔۔ کشکندہ کی خوفناک غراہٹیں اسے اپنے کانوں پر سنائی دے رہی تھیں اور اس کا ذہن سوتا جا رہا تھا، پھر اس کی آنکھوں میں تاریکیاں آتی چلی گئیں اور وہ اس ہولناک ماحول سے بے نیاز ہو گئی۔

”جاگ گئیں کالکا دیوی۔“

”مہر النساء نے یہ الفاظ سنے اور وحشت زدہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔۔۔۔۔ پھر اس نے

بہن سے کہا۔“

”سنو کون ہو تم؟“

”اکی ہیں آپ کی“ دیوی جی۔

”یہاں کیا کر رہی ہو؟“

”آپ کی سیوا کے لئے موجود ہیں۔“

”یہ کون سی جگہ ہے؟“

”راہ کنڈ۔“



”کیسا راج کنڈ؟“

”راج کنڈ..... راج کنڈ ہوتا ہے دیوی۔“

”رانی کشکندہ کہاں ہے مہر النساء نے کہا اور وہ دونوں چونک پڑیں..... انہوں نے

عجیب سی نظروں سے مہر النساء کو دیکھا پھر ان میں سے ایک بولی۔“

”رانی جی..... رانی نو اس میں ہیں۔“

”میں اس سے ملنا چاہتی ہوں؟“

”ٹھیک ہے آپ کا سندیس انہیں دے دیں گے کاکا دیوی، مگر یہاں ان کا نام کوئی ایسا

نہیں لیتا، آپ ہمیں اپنے لئے کوئی سیوا بتائیے..... ہم آپ کی داسی ہیں۔“

”جاؤ باہر نکل جاؤ۔“

”کاکا دیوی۔“

”میں کہتی ہوں باہر نکل جاؤ..... مہر النساء غرائی اور ان دنوں کے چروں کی شکل کی باور

ہو گئی۔“

”چلو..... ان میں سے ایک نے مایوسی کے سے انداز میں کہا اور پھر دونوں ایک

دوسرے کے پیچھے باہر نکل گئیں..... مہر النساء وحشت زدہ نگاہوں سے ماحول کا جائزہ لے

لگی..... سر کے بائیں حصے میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں..... یہیں وہ چوٹ لگی تھی جس نے اسے

بے ہوش کر دیا تھا..... ہاتھ وہاں پہنچا سر ابھرا ہوا محسوس ہو رہا تھا اسے گزرے ہوئے

واقعات نظر آرہے تھے اور ایک بار پھر اس کے ذہن و دل میں جنون جنم لینے لگا تھا وہ اپنی

سے اٹھ کر دروازے کی جانب بڑھی دروازہ باہر سے بند تھا اس کے حلق سے غراہٹ نکلی۔

”دروازہ کھولو..... میں کہتی ہوں دروازہ کھولو..... وہ چیخ چیخ کر اسے پٹینے لگی لیکن وہ

آواز سنائی نہیں دی تھی۔“

مہر النساء کا جنون بڑھتا جا رہا تھا، اسے وہ لمحات یاد آرہے تھے جب وہ مظلوم لڑکی ان کے

پاس پہنچی تھی اور اس نے دیا اور مہر النساء سے کھانے کے لئے مانگا تھا، پھر وہ وہاں سے

بہتی تھی..... نہ کیوں اس لڑکی کے تصور کے ساتھ مہر النساء کے ذہن میں جنون بڑھتا

تھا..... وہ چیخ چیخ کر دروازہ پٹیتی رہی اور پھر جب کوئی آواز نہ ابھری تو کمرے میں موجود

لٹے اٹھا اٹھا کر پھینکنے لگی..... کمرے میں بہت ہی قیمتی مجسمے سجے ہوئے تھے..... اس نے یہ

مجسمے کر دیواروں پر مارنے شروع کر دیئے..... چھت پر لٹکے ہوئے قیمتی فانوس کو نیچے گرا

پڑا..... دیواریں کھرچ دیں، کمرے کا حلیہ بری طرح بگاڑ دیا لیکن کہیں سے کوئی آواز

نہیں ابھری تھی..... بہت دیر تک وہ یہ عمل کرتی رہی مگر اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو رہا

..... اس کی طبیعت میں ایسا عجیب سی دیوانگی حلول کر گئی تھی، وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ

اس وقت اس کا یہ جنون کیا حیثیت رکھتا ہے..... اس کے سانسوں کی آمد و رفت بہت تیز

نہی..... ایسی شدید بے چینی، ایسی دیوانگی اس سے پہلے اس پر کبھی طاری نہیں ہوئی تھی.....

بہت دیر گزرتی سر کی دکھن بھی بے چین کر رہی تھی، لیکن کیا کرتی مجبوری تھی..... اچانک

اسے شیشی کی آواز سنائی دی..... یہ آواز بالکل ویسے ہی آواز تھی جیسی ایک بار اس نے اس

دہلی کے باغ میں پتھر کے مجسمے سے سنی تھی..... مہر النساء کی وحشت زدہ نگاہیں چاروں

طرف دیکھنے لگیں..... یہاں تو کوئی مجسمہ بھی نہیں ہے..... کوئی کھڑکی یا روشن دان بھی

نہیں ہے..... پھر یہ آواز کہاں سے آرہی ہے..... آواز دوبارہ سنائی دی اور مہر النساء کی نگاہیں

نہیں پڑیں..... یہاں موجود ہر چیز کو تباہ و برباد کرتے ہوئے اس نے دیوار سے کچھ

نصویریں بھی اتار کر پھینکی تھیں..... انہیں پیروں سے روندنا تھا..... یہ تصویریں مختلف

شکل کی تھیں اور اس وقت یہ شیشی کی آواز ایسی ہی ایک تصویر سے ابھر رہی تھی..... یہ

نصویر ایک لمبے بالوں والے سادھو جیسے شخص کی تھی جو پالتی مارے آسن جمائے بیٹھا ہوا

تھا..... اس کے عقب میں ایک درخت پھیلا ہوا تھا..... پیچھے جنگل..... اس کے پاس کچھ

پتھر بھی رکھے ہوئے تھے، کچھ دیر پہلے مہر النساء نے یہ تصویر دیوار سے اتار کر زمین پر

پھینک دی تھی اور اسے پیروں سے روندنا تھا، جس سے تصویر کا ایک حصہ پھٹ گیا تھا اور آدھا

بچ گیا تھا، لیکن باقی چہرہ بچا ہوا تھا اور اس وقت جو کچھ نظر آرہا تھا وہ ناقابل یقین تھا.....

اس لڑکی کی موت کا منظر وہ برداشت نہیں کر پار ہی تھی۔۔۔۔۔ رہ رہ کر وہ اس کے ذہن
 میں آتی تھی اور اس پر جنون سوار ہوتا جا رہا تھا۔۔۔۔۔ بہت دیر تک وہ اس جنون کا شکار رہی پھر
 بے سوچا پیکار چیزوں پر وقت ضائع کرنا قطعی فائدہ مند نہیں ہے۔۔۔۔۔ ار جن شاستری کتے
 نے یہاں بھیجا تھا، لیکن یہ بات ابھی تک سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ رانی کشندہ کے
 بیچ کر وہ مہر النساء سے کیا چاہتا تھا۔۔۔۔۔ ایک بار پھر تصویر کی آواز اس کے ذہن میں
 آئی اور اس کی نگاہیں سامنے کی جانب اٹھ گئیں۔۔۔۔۔ وہ کڑا اس کے سامنے ہی تھا۔۔۔۔۔
 مہر النساء اسے دیکھتی رہی پھر دماغ کچھ ٹھنڈا ہوا تو اس نے سوچا کہ واقعی اس کڑے کی یہاں
 پروردگی کا کوئی جواز نہیں ہے۔۔۔۔۔ یہ یہاں کیوں ہے۔۔۔۔۔؟ ذرا اسے کھینچ کر تو دیکھا جائے،
 پانچواں اپنی جگہ سے اٹھی دیوار کے پاس جا کر اس نے کڑے میں انگلیاں پھنسا لیں اور اسے
 اڑے کھینچا۔۔۔۔۔ کڑے کے ساتھ ایک چوکور سی سل آسانی سے کھینچ آئی تھی، حالانکہ پہلے
 بار میں کوئی نشان نظر نہیں آتا تھا۔۔۔۔۔ چوکور سل کے پیچھے ایک تاریک خلا تھا۔۔۔۔۔ عجیب سا
 دروازہ تھا۔۔۔۔۔ نبھانے دوسری طرف کیا ہے۔۔۔۔۔؟ کڑا چھوڑا تو سل اپنی جگہ جا لگی اور دروازہ
 بند ہو گیا، لیکن مہر النساء نے دیکھ لیا تھا کہ اگر وہ کوشش کرے تو اس دروازے کے دوسری
 جانب نکل سکتی ہے۔۔۔۔۔ چنانچہ دوسری بار کڑا کھینچ کر اس نے سل کو ہٹایا اور اس کے بعد اس
 نے اندر گئی۔۔۔۔۔ دوسری طرف بہت کشادہ جگہ تھی۔۔۔۔۔ مہر النساء کے اندر جاتے ہی دیوار کا
 بند بند ہو گیا اور اندر گھور تاریکی چھا گئی۔۔۔۔۔ آگے ایک سرنگ سی پھیلی ہوئی تھی۔۔۔۔۔
 دوسرے میں یہ نہیں اندازہ ہو رہا تھا کہ راستہ کس قسم کا ہے، لیکن جہاں زندگی اور موت کی
 لڑائی ختم ہو جائے وہاں راستے کی مشکل بھلا کیا حیثیت رکھتی تھی، چنانچہ مہر النساء اس
 راستے سے بے نیاز آگے بڑھنے لگی اور سامنے کا راستہ اسے یہ احساس دلاتا رہا کہ وہ صحیح جگہ
 پر پہنچ رہی ہے۔۔۔۔۔ بہر حال وہ چلتی رہی۔۔۔۔۔ یہ راستہ آگے جا کر ختم ہو گیا تھا تو اس نے دونوں
 طرف متوجہ ہو کر دیکھا۔۔۔۔۔ ہاتھ دیواروں سے جاکے۔۔۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی راستہ
 نہیں ہے۔۔۔۔۔ اور یہ جگہ بند ہے۔۔۔۔۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔۔۔۔۔ کیا کیا جائے اس نے بند

تصویر کے آدھے بچے ہوئے چہرے پر ایک آنکھ اور آدھے ہونٹ بھی تھے اور انہی آدھے
 ہونٹوں سے یہ آواز ابھر رہی تھی۔

”ادھر آ۔۔۔۔۔ میرے پاس آ۔۔۔۔۔ مہر النساء نے یہ آواز اچھی طرح سنی تھی۔۔۔۔۔ دوسری
 بار بھی یہ آواز ابھری تو اس کے قدم آہستہ آہستہ تصویر کی جانب بڑھ گئے۔۔۔۔۔ اس نے
 تصویر کو دیکھا۔۔۔۔۔ تصویر کی اکبوتی آنکھ جھپک رہی تھی اور ہونٹ ہل رہے تھے، تب ان
 ہونٹوں سے آواز ابھری۔

”کیا تو یہاں سے نکلنا چاہتی ہے؟“

”ہاں“ مہر النساء نے جنونی انداز میں کہا۔

”وہ دیکھ ادھر دیوار میں ایک کڑا لٹکا ہوا ہے۔۔۔۔۔ ادھر دیکھ“ تصویر نے کہا اور آنکھ سے
 اشارہ کیا۔۔۔۔۔ تب مہر النساء کی نگاہیں اس طرف اٹھ گئیں۔۔۔۔۔ یہاں پہلے ایک چھوٹا سا
 خوبصورت مجسمہ رکھا ہوا تھا، مگر اب وہ چور چور ہو کر نیچے گر پڑا تھا۔۔۔۔۔ تصویر کی آواز ابھری۔
 ”دیکھا“

”ہاں“

”وہی تیری مشکل کا حل ہے۔“

”کیا مطلب؟“ مہر النساء نے عجیب سے انداز میں کہا۔

”اس کڑے کو زور سے کھینچ لے۔۔۔۔۔ تجھے یہاں سے باہر نکلنے کا راستہ مل جائے گا۔
 تصویر کے ہونٹوں سے آواز نکلی۔۔۔۔۔ مہر النساء نے اس آواز کو سمجھنے کی کوشش کی پھر ان
 نے کہا۔

”یہاں سے نکل کر کہاں پہنچوں گی میں؟“ لیکن اس سوال کا کوئی جواب نہیں ملا۔
 تصویر کی آنکھ بند ہو گئی۔

”بولو۔۔۔۔۔ جواب دو کہاں پہنچوں گی میں؟“ مہر النساء نے پھر کہا مگر اب تصویر نے جان
 ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ مہر النساء اسے گھورتی رہی۔۔۔۔۔ نبھانے کیوں اسے اس وقت ہر چیز پر غصہ

جگہ کو ٹٹولا..... چارٹ کی بلندی پر اچانک ہاتھ رک گیا اور اسے بالکل ویسا ہی کڑا محسوس ہوا جیسے کڑے کو کھینچ کر وہ یہاں پہنچی تھی، مہر النساء نے اچانک جلدی سے اسے پکڑ کر زور لگایا: ویسا ہی دوسرا دہانہ نمودار ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی تیز روشنی کا طوفان اس سرنگ کے اندر داخل ہو گیا جو باہر سے آئی تھی..... مہر النساء دوسری جانب نکل آئی..... اس کے دوسری طرف آتے ہی دیوار پھر برابر ہو گئی تھی، مگر جس جگہ وہ باہر نکلی تھی وہ سرخ پتھر سے بنایا ایک وسیع کمرہ تھا جس میں ایک چھوٹا سا مضبوط دروازہ لگا ہوا تھا..... چھت کے قریب روشنی دان سے ایک روشن دان ذرا نیچا تھا، اس میں سلاخیں لگی ہوئی تھیں..... یہ باہر جانے کا راستہ تھا..... دفعۃً اسے ایک آواز سنائی دی۔

”کون ہے.....؟ کیا ادھر کوئی ہے؟“ ساتھ ہی روشن دان کے پاس دیوار بجانے کی آواز سنائی دی..... مہر النساء نے بے بسی سے ادھر دیکھا..... دیوار سپاٹ تھی اور کوئی جگہ ایسی نہیں تھی کہ جس سے چڑھ کر وہ روشن دان کے دوسری طرف جھانک سکے..... وہ بے بسی سے گردن ہلا کر رہ گئی..... آواز پھر ابھری۔

”کوئی ہے..... کیا ادھر اس طرف کوئی ہے.....؟ اگر کوئی ہے تو مجھ سے بات کرو۔“

”ہاں..... میں ہوں“ مہر النساء کے منہ سے آواز نکلی اور دوسری طرف چند لمحات کے لئے خاموشی طاری ہو گئی، لیکن پھر وہی آواز دوبارہ سنائی دی۔

”کون ہو..... کوئی لڑکی ہو کیا.....؟ میری مدد کرو..... مجھے یہاں سے نکال دو تمہاری بڑی مہربانی ہوگی“ مہر النساء کو اچانک ہی محسوس ہوا جیسے یہ آواز اس نے پہلے بھی کہیں سنی ہے..... وہ اس آواز کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگی..... پھر آہستہ آہستہ ذہن جاگا تو اس نے اس آواز کو پہچان لیا اور اس کے منہ سے بے اختیار ایک سرسراہٹ سی نکلی۔

”کیٹو سنگھ“ اسے گزرے ہوئے لمحات یاد آگئے..... کیٹو سنگھ کشندہ کا نہیں بلکہ کشندہ کا شوہر اور پھر اسے اس وقت پتھروں کی عمارت یاد آئی..... جہاں وہ باغ کی سرحد پر ہوئی نکل آئی تھی اور دو پہر کے خوفناک سنائے میں اسے ایک عجیب و غریب شخصیت کا

بنا ہوا تھا..... اوہو یقیناً یہ وہی جگہ معلوم ہوتی ہے تو کیا یہ ہے میرے باہر نکلنے کا راستہ..... نہ کہ مطلب ہے کہ اس تصویر نے بھی دھوکا کیا تھا اور مجھے ایک اور جگہ قید کر دیا تھا..... آخر یہاں نہ ہوتا یہ جادو نگری کی کہانی ہے، جہاں کم بخت ارجن شاستری نے مجھے بھیجا ہے..... نیک ہے ارجن شاستری..... تو مجھے کتنا ہی پریشان کر لے کیسی ہی الجھنوں کا شکار کر لے مجھے، لیکن میں کا کا دیوی نہیں ہوں گی..... میں ایک مسلمان کی بیٹی ہوں اور اب تو میرے اور تیرے درمیان یہ جنگ اور شدید ہو گئی ہے، تو اپنے جسم کا گوشت حاصل کرنا چاہتا ہے مجھے کا کا دیوی بنادینا چاہتا ہے..... تیرے دونوں ارادے ناکام رہیں گے..... دیکھ تو سہی میں تجھے کیسے تیرے ارادوں میں ناکام بناتی ہوں..... سمجھتا کیا ہے اپنے آپ کو؟ اس آواز نے مہر النساء کے تصورات کا سلسلہ ختم کر دیا جو دوبارہ آئی تھی۔

”تم خاموش کیوں ہو گئیں..... مدد کرو میری“ مہر النساء سنبھل گئی پھر اس نے کہا۔

”تم کیٹو سنگھ ہو۔“

”ہاں..... تمہارا مہاراج..... ویہ گڑھی کا جاگیردار تمہاری ہر مشکل میں کام آنے والا..... اتنا انعام دوں گا تمہیں کہ کئی پشتیں تمہاری آرام سے رہیں گی..... تم جو کوئی بھی ہو بن میری مدد کرو۔“

”کیٹو سنگھ مہاراج..... میں خود یہاں قیدی ہوں“ مہر النساء کے منہ سے آواز نکلی۔

”قیدی ہو۔“

”ہاں..... یہ ایک بڑا سا کمرہ ہے..... اس میں ایک دروازہ اور کچھ روشن دان ہیں اور یہ باہر سے بند ہے۔“

”اوہ.....“ کیٹو سنگھ کے لہجے میں مایوسی پیدا ہو گئی..... کچھ دیر خاموش رہ کر اس نے کہا۔

”کیا تمہاری کمر میں زنجیر بندھی ہوئی ہے۔“

”نہیں۔“

”تجھوں میں زنجیر بندھی ہوئی ہے۔“

”نہیں کیشو سنگھ..... میں آزاد ہوں۔“

”ارے تو پھر دروازہ کھول کر دیکھ..... دیکھو تو سہی کہ دروازہ کھلا ہے کہ نہیں؟“
 نگلے نے کہا اور مہر النساء چونک پڑی..... واقعی دروازہ بے شک بند تھا لیکن یہ کیوں سب سے
 نے کہ دروازہ باہر سے بند ہو گا..... یہ الفاظ سن کر وہ برق رفتاری سے دروازے کی چاب
 روڑی اور دروازے کو کھولنے کی کوشش کرنے لگی، لیکن دروازہ باہر سے بند تھا..... کیونکہ
 غالباً دھر سے آوازیں سن رہا تھا..... اس نے کہا۔

”کیا ہوا..... کچھ پتا چلا؟“

”دروازہ باہر سے بند ہے“ مہر النساء نے باہر سے جواب دیا۔

”دروازہ بند ہے“ کیشو سنگھ کی آواز میں مایوسی طاری ہو گئی تھی..... پھر دیر تک
 کے منہ سے آواز نہ نکلی تو مہر النساء نے اسے آواز دی۔

”کیشو سنگھ“ لیکن دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا تھا..... پھر مہر النساء اپنے
 پر اس دروازے کو کھولنے کی کوشش میں مصروف ہو گئی..... بہت دیر تک وہ اپنی جیبی تھوڑی
 کوششیں کرتی رہی، لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو اس نے پھر کیشو سنگھ کو پکارا۔

”مہاراج کیشو سنگھ۔“

”ہاں..... میں ہوں اور زندہ ہوں۔“

”کیا کر رہے ہو؟“

”بیٹھا ہوا ہوں۔“

”تم مہارانی کشکندہ کے پتی ہونا۔“

”پتی..... ایک بات بتاؤ تم کون ہو؟“

”میں تمہیں بتا دوں گی، مل چکی ہوں میں تم سے..... میں ایک مسلمان لڑکی ہوں۔“

”مسلمان۔“

”ہاں۔“

”مگر تم اس ڈانکن کے پھیر میں کیسے آ پھنسیں.....؟ کیا نام ہے تمہارا.....؟“

”مہر النساء؟“

”بہن تم اس شیطان عورت کے جال میں کیسے آ پھنسیں؟“ اس نے پھر سوال کیا اور

مہر النساء سوچ میں ڈوب گئی۔

”بتانا نہیں چاہتی۔“

”نہیں..... ایسی کوئی بات نہیں ہے..... بس یہ سمجھ لیجئے کہ دھوکے سے یہاں آ گئی

ہوں۔“

”سنو..... کشکندہ بری آتما ہے..... وہ کالی کی داسی ہے..... جیسا من چاہے بن جاتی

ہے..... کبھی اتنی سندر کہ انسان اسے دیکھے تو اپنی عقل کھو بیٹھے..... جسے وہ اپنی سندر تا کے

جال میں پھانسا چاہتی ہے اس کا بچنا مشکل ہو جاتا ہے..... اس کے علاوہ اس کے پاس اور بھی

بت سے جنتز منتر ہیں..... تم کیسے اس حال میں پہنچ گئیں، تم تو عورت ذات ہو..... تمہیں

اس میں کیا نظر آیا؟“

”نہیں کیشو سنگھ..... ایسی بات نہیں ہے..... میں تقدیر کے جال میں پھنس کر یہاں

پہنچی ہوں۔“

”ہاں..... کھیل تو سارے بھاگ کے ہی ہوتے ہیں..... کہانیاں الگ الگ ہوتی ہیں پر

تم مسلمان لڑکی ہو..... تمہارے ساتھ کیا ہو گیا..... خیر..... ظاہر ہے ہر بات بتانے کی نہیں

ہوتی، مگر مجھے تمہارے لئے افسوس ہے۔“

”ایک بات بتاؤ کیشو مہاراج۔“

”پوچھو..... اور کچھ نہیں تو کم از کم کسی کے ساتھ ہمدردی سے باتیں کرنے کا موقع

ہے۔“

”تمہارے بدن میں یہ زنجیریں کیوں باندھ دی گئی ہیں؟“ مہر النساء نے سوال کیا۔

”کیا مطلب؟“

”تم ویسے بھی یہاں سے نکل نہیں سکتے..... مجھے اس بات کا اچھی طرح اندازہ ہے۔“
 ”ہاں..... اس میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن..... لیکن۔“
 ”ہاں بولو..... لیکن کیا؟“

”وہ مجھے جانتی ہے..... اسے میری قوتوں کا پتا ہے..... اس نے مجھے یہاں رکھ کر.....
 تکلیف دی ہیں اس کا خیال ہے کہ اس طرح میری طاقت ختم ہو جائے گی، مگر نہیں.....
 بات نہیں..... کیٹو سنگھ پھر بھی کیٹو سنگھ ہی رہے گا۔“
 ”میں سمجھی نہیں۔“

”بس..... تم ویر گڑھی میں کیٹو کا نام پوچھ سکتی ہو..... کیٹو وہ ہے جس نے ویر گڑھی
 میں بڑی اچھی طرح نام کمایا ہے۔“
 ”مطلب میں نہیں سمجھی“ مہر النساء نے کہا۔

”بس یوں سمجھ لو کہ میری دور دور تک دھوم تھی..... میں بہت بڑا پہلوان تھا..... کب
 سنگھ بہت بڑا پہلوان تھا، مگر میری ماما کو میرا یہ شوق پسند نہیں تھا..... میں نے بہت
 کیا..... ماما جی مر گئیں اور پتا جی بھی مر گئے اور میری شادی راجکمار کی چندر کانتا سے ہو گئی،
 چندر کانتا یہ نہیں جانتی تھی کہ میں کون ہوں، لیکن رانی کشندہ مجھے جانتی تھی..... یہ
 مجھے جانتی تھی۔“

”کون چڑیل؟“

”کشندہ کی بات کر رہا ہوں۔“

”کشندہ تمہاری رانی ہے نا۔“

”نہیں۔“

”کیا مطلب؟“

”وہ میری رانی نہیں ہے..... وہ جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ ایک چڑیل ہے.....
 اور چندر کانتا۔“

”چندر کانتا..... کیٹو سنگھ کے حلق سے سسکی سی نکل گئی..... پھر اس کی آواز نہیں
 سنی..... کچھ دیر کے بعد مہر النساء نے اسے پکارا، مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا.....
 نہ خاموش ہو کر اس کے بارے میں غور کرنے لگی..... پھر کیٹو سنگھ نے دوبارہ اس کی
 بات کا جواب نہیں دیا..... مہر النساء کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کیٹو سنگھ اچانک خاموش
 ہو گیا ہے..... بہت دیر ہو گئی اور اس کے بعد نجانے کیا وقت ہوا تھا..... جب مہر النساء
 دروازے پر آئیں سنیں اور وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگی..... دروازہ کھلا اور مہر النساء
 اس منحوس شکل کو دیکھا جسے وہ پہلے بھی دیکھ چکی تھی..... اس وقت جب وہ پہلی بار کیٹو
 کے پاس آئی تھی اور وہ وحشی گوریلا نما آدمی اندر داخل ہو گیا تھا..... اس وقت اس نے
 ہاتھوں میں ایک بڑا سا تھال اٹھایا ہوا تھا..... تھال میں پھلوں کے انبار تھے..... بہترین
 سین پھل..... تھال اندر کھسکا کر اس نے دروازہ بند کر دیا..... مہر النساء کو اندازہ ہو گیا کہ
 کے لئے خوراک بھیجی گئی ہے اور خوراک کی مقدار جتنی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ
 ان کے لئے ہے..... پھلوں میں ناریل بھی تھے جو پانی کی ضرورت پوری کرتے تھے.....
 مطلب ہے کہ رانی کشندہ اسے یہاں مستقل قید رکھنا چاہتی ہے..... ویسے اس میں
 شک نہیں کہ اس وقت مہر النساء بھوک سے دیوانی ہو رہی تھی، چنانچہ کسی اور بات کی
 فکر بغیر اس نے پھل کھانا شروع کر دیئے..... ناریل کا پانی توڑ کر پیا اور نجانے کتنے وقت
 بعد جب بدن میں پھلوں کی توانائی پہنچی تو بدن تھکی تھکی سی کیفیت کا شکار ہو گیا..... وہ
 پڑت گئی اور اس نے آنکھیں بند کر لیں..... پھر نجانے کب نیند اس کی آنکھوں میں
 ہو گئی اور وہ گہری نیند سو گئی..... نہت دیر تک سوتی رہی..... جب آنکھ کھلی تو گہرا
 لپٹاؤں طرف چھایا ہوا تھا..... یقینی طور پر رات کا کوئی پہر تھا..... وہ اٹھ کر بیٹھ گئی.....
 نہت خاموشی اور سنائے کا راج تھا..... ایک بار پھر اس نے آگے بڑھ کر دروازے کو
 دیکھنے کی کوشش کی، لیکن دروازہ بند تھا، ذہن میں بس یہی خیال تھا کہ شاید اس
 نے انسان یا انسان نما گوریلے سے کوئی غلطی ہو جائے، لیکن وہ بھی شاید جادو کا کوئی

عمل تھا..... کرنے کو کچھ نہیں تھا اس وقت مہر النساء کے پاس..... صبر و سکون سے منہ بند کر لیں اور سوچوں میں ڈوب گئی..... عماد الدین یاد آئے..... ماں یاد آئی..... ہاتھوں پر اور نجانے کب تک ان یادوں نے اس کے ذہن پر قبضہ جمائے رکھا..... وہ دوبارہ اس ہوش میں آئی جب سورج کی کرنیں چمکتے دن کا پتہ دینے لگیں..... دوران خون جاری کے لئے اس نے بہت سے چکر لگائے..... ابھی چکر لگا ہی رہی تھی کہ روشن دان کے دوسری طرف سے دیوار بجنے کی آواز سنائی دی اور اسے اندازہ ہو گیا کہ کیشو سنگھ اسے مخاطب چاہتا ہے..... پھر اسے آواز سنائی دی۔

”مہر النساء بہن۔“

”ہاں“ مہر النساء نے جواب دیا..... کیشو سنگھ نے اسے جس انداز میں مخاطب کیا سے مہر النساء کے دل پر اثر ہوا تھا..... دوسری طرف سے اس کی آواز سنائی دی۔

”میں کئی بار دیوار بجا چکا ہوں۔“

”شاید میں سو رہی تھی۔“

”تم نے کچھ کھایا۔“

”ہاں..... وہ پھل رکھ گیا تھا۔“

”کون.....؟“

”وہی بڑے بالوں والا۔“

”اوہ..... اچھا..... لیکن ایک بات بتاؤ۔“

”ہاں بولو..... کیا بات ہے؟“

”میرا مطلب ہے کوئی تکلیف تو نہیں ہے یہاں پر۔“

”نہیں..... لیکن یہ قید ہی بہت بڑی تکلیف ہے..... کیشو سنگھ۔“

”آہ..... کاش ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے کچھ کر سکتے..... میں تمہیں یہ

عرصے کے بعد کسی سے باتیں کرنے کا موقع ملا ہے، ورنہ میں تو گفتگو کرنا ہی

مہر النساء بہن اپنے بارے میں بتاؤ گی۔“

”بس جتنا مختصر بتا چکی ہوں اتنا ہی کافی ہے کیشو سنگھ۔“

”میں تو تم سے باتیں کرنے کے لئے پوچھ رہا تھا..... میری کہانی سنو گی۔“

”ہاں“ بس اتنا ہی سمجھ لو کہ جتنا میں تمہیں بتا چکا ہوں..... تم اپنے بارے میں بے شک

بتاؤ مگر میں تمہیں اپنے بارے میں بتا چکا ہوں..... کچھ بھی کہو کچھ باتیں تو کرو..... اچھا ایک کہو

بات بتاؤ۔

”ہاں پوچھو“ مہر النساء بولی۔

”تم نے کیا ہمارے باغ کی سیر کی ہے۔“

”ہاں“ مہر النساء چونک کر بولی۔

”وہاں تم نے بہت سے مجسمے دیکھے ہوں گے۔“

”ہاں دیکھے ہیں“ مہر النساء نے کہا۔

”تمہارا کیا خیال ہے ان کے بارے میں۔“

”میرا کیا خیال ہو سکتا ہے۔“

”کیا تمہارے خیال میں وہ بت ہیں۔“

”نہیں..... میں نہیں جانتی اس بارے میں۔“

”میں تمہیں وہی بتانا چاہتا ہوں..... وہ سب انسان ہیں سارے کے سارے انسان وہ

تقریباً سب سے بنے ہوئے نہیں ہیں، بلکہ وہ اسی شیطان عورت کے عتاب کا نشانہ ہیں..... جیتے

جاگتے ہیں وہ..... بس اس کی نافرمانی کی سزا کاٹ رہے ہیں وہ۔“

”وہ زندہ ہیں“ مہر النساء شدید حیرت سے بولی۔

”ہاں..... ایک بات ہے یہ تو..... نجانے کیا کیا ہے یہ..... وہ عورت چڑیل ہے.....

انسان ہے انسانی خون پیتی ہے..... انسانی گوشت کھاتی ہے..... نئے نئے منتر اور جاپ کرتی

ہوتی ہے..... کالی شکتی حاصل کرنے میں مصروف رہتی ہے..... یہاں تم نے کہنے، کتے،

تفصیل سے سناؤ مجھے اپنی کہانی..... بتانا پسند کرو گے دوسری طرف چند لمحات کے
میں موشی طاری ہو گئی اور پھر تھوڑی دیر کے بعد کیشو سنگھ کی آواز سنائی دی۔

”میں تمہیں اپنے بارے میں بتانا چاہتا ہوں..... مہر النساء بہن، خود میرا دل چاہ رہا ہے اپنی
بی بی پرانے کو..... اپنے گناہوں کی داستان سنانے کو، سمجھیں..... میں بہت بڑا گناہ گار
ہوں۔ بہت ہی بڑا..... کیا بتاؤں تمہیں اپنے گناہوں کے بارے میں، لیکن سنو..... لوگ
جینے میں من کی بات کہنے سے من کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے..... میں بھی اپنے من کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا
ہوں۔ مہر النساء نے سوچا چلو اور کچھ نہ سہی تھوڑی دیر کے لئے ذہن تو بٹے گا، یہ کہانی سن کر۔
چنانچہ وہ دیوار سے کان لگا کر بیٹھ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد کیشو سنگھ کی آواز اُبھری۔

”ماتا پتا کے بارے میں مختصر الفاظ میں بتا چکا ہوں..... بہت بڑے جاگیر دار تھے میرے
وہ بہت نیک نام آدمی تھے..... میرے ماتا پتا مجھے بہت زیادہ چاہتے تھے، کیونکہ میں ان
کو بیوی اولاد تھا..... دونوں کی آنکھ کا تارا..... پہلے ہماری ریاست ویر گڑھی بہت بڑی
تھی یہاں کی ساری زمینیں ہماری تھیں، لیکن ریاست ماتا پتا کے دور میں ہی ختم
ہوئی..... ہمارے پاس بہت کچھ تھا..... یہ حویلی پہلے اتنی وسیع نہیں تھی..... ریاست ختم
ہونے کے بعد ہم اس حویلی میں آگئے تھے..... میں یہاں خوش تھا اور جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا
ہوں کہ مجھے پہلوانی کا شوق تھا..... میرے ماتا پتا نے چندر کانتا کو دیکھا تھا..... چندر کانتا ایک
بہت ہی کاروبار تھی..... انہوں نے مجھے چندر کانتا دکھائی اور میں نے شادی کی حامی
دیا..... چندر کانتا میرے جیون میں شامل ہو گئی، ہم دونوں عیش سے جیون گزارنے
لگے..... چندر کانتا بہت اچھی عورت تھی..... وفادار مجھ پر جان دینے والی..... میرے پہلوانی
کے شوق کو اس نے میری وجہ سے ماتا جی سے چھپائے رکھا..... بھگوان نے ہمیں پانچ سال
سودا نہیں دی، لیکن نہ اسے اس بات کی پرواہ تھی نہ مجھے..... ایک بار میں کہیں سے
واپس آیا..... میرا دوست ہری میرے ساتھ تھا..... ہم دونوں گھوڑوں پر سوار تھے.....
چلچلاتی دھوپ پڑ رہی تھی، دھوپ اتنی تیز تھی کہ چیل انڈا اچھوڑ

نمک حرام کو دیکھا ہو گا..... اس کا نام ہری سنگھ ہے۔“

”ہاں..... میں نے دیکھا ہے۔“

”کیا بتایا گیا ہے تمہیں اس کے بارے میں۔“

”مطلب۔“

”کیا کہتا ہے وہ اپنے آپ کو۔“

”اس حویلی کا منتظم۔“

”کتا ہے وہ..... کتا ہے..... بہت بڑا کتا ہے وہ..... جانتی ہو وہ کون تھا؟“

وہ میرا دوست تھا..... بچپن کا وفادار دوست، اس نے میری منتیں کیں مجھے بہت
سمجھایا مگر میں نے نہ مانی اور اس نے میرے لئے اپنی جان دے دی..... وہ میرے ہی ہاتھوں
مارا گیا..... بھگوان کسی کو بلا وجہ کوئی سزا نہیں دے سکتا..... میرا دوست میرے ہی ہاتھوں
مارا گیا، سمجھیں..... اس بیچارے نے مجھے سمجھایا تھا کہ میں کشکندہ کے جال میں نہ پھنسون،
لیکن میں نے اس کی نہ مانی اور غصے میں آکر اسے قتل کر دیا۔“

”قتل کر دیا“ مہر النساء شدید حیرت سے بولی۔

”ہاں..... مار دیا میں نے اسے۔“

”مگر ہری سنگھ تو زندہ ہے۔“

”یہ سب اس کمینی عورت کی کالی شفتی ہے..... اس نے ہری سنگھ کو پھر سے ناپاک روایا
بنا کر زندہ کر لیا..... اس کے شریر میں کوئی اور رہتا ہے اور کشکندہ..... کشکندہ..... میں تمہیں
کیا بتاؤں..... تمہیں کیا بتاؤں.....؟“

”ایک بات کہوں کیشو سنگھ..... تم نے مجھے اپنی جو کہانی سنائی ہے وہ مجھے بالکل سمجھ میں
نہیں آئی اور پہلے میں نے اس پر غور بھی نہیں کیا تھا، جو کچھ تم نے مجھے بتایا ہے وہ میری
میں نہیں آیا..... میں تمہاری پوری کہانی سننا چاہتی ہوں..... تم کہتے ہو کہ تم نے بہت
عرصے تک کسی سے بات نہیں کی ہے..... تم باتیں کرنا چاہتے ہو، مجھے اپنی کہانی تفصیل سے

دے..... ہمارے گھوڑے پسینے میں ڈوبے ہوئے تھے..... راستے میں پیپل کا ایک بہت بڑا درخت نظر آیا..... اس کے آس پاس بھی بہت سے درخت تھے..... دھوپ کی وجہ سے ہم تھکے ہوئے تھے..... یہ درخت دیکھ کر میرا من مغل اٹھا..... میں نے ہری سنگھ سے کہا: وہاں رکیں گے تو ہری سنگھ نے کہا۔

”یہاں رکنا خطرناک ہے..... کیشو۔“

”کیوں۔“

”بس نہ پوچھو تو اچھا ہے۔“

”آخر کیوں۔“

”تم اس جگہ کے بارے میں نہیں جانتے۔“

”کیا نہیں جانتا۔“

”یہاں کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں بھوت پریت رہتے ہیں۔“

”دماغ خراب ہے تمہارا۔“

”نہیں..... بھگوان کی سوگند! تم یقین کرو..... میں نے یہی سنا ہے کہ یہاں سر کے۔“

چڑیلیں رہتی ہیں“ میں اس کی بات پر ہنسنے لگا تھا۔

”دیکھو..... مجھے چڑیلوں سے بہت دلچسپی ہے..... سنا ہے بہت سندر ہوتی ہیں۔“

”بھگوان کے لئے ایسی باتیں نہ کرو..... دوپہر کا سہ ہے اور سنا یہ گیا ہے کہ اس سے؛

سب آزاد ہوتی ہیں۔“

”کیا تمہیں کسی چڑیل کی قربت پسند نہیں ہوگی ہری سنگھ.....“ تم مانویا نہ مانو۔“

”چلو پیپل کے درخت کے نیچے چلتے ہیں اور ہری سنگھ مجبور ہو گیا..... ہم نے پیپل

کے درخت کے نیچے گھوڑے روک دیئے..... یہاں واقعی بڑی ٹھنڈک تھی..... ہوا بڑی

ٹھنڈی اور سست کر دینے والی تھی..... گھوڑوں نے بھی گردنیں ڈال دیں..... ہری سنگھ نے

خاموش ہو گیا اور ہم دونوں آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے..... میں نے پرنداق لہجے میں

”ہری سنگھ..... یار بھوت پریتوں سے تو مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے..... ہاں اگر کوئی

نئی چڑیل آجائے تو کام بن جائے۔“

”دیکھو..... میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ دوپہر میں ان چیزوں کا نام بھی نہیں

بنے۔“

”مگر میں تو نام لینا چاہتا ہوں۔“

”تمہاری مرضی ہے..... میں بہر حال تمہارا غلام ہوں تمہیں روک نہیں سکتا“ میں

ہوش ہو گیا اور بہت دیر اس طرح گزر گئی، اچانک ہی میں نے چھن چھن کی آواز سنی.....

ہری سنگھ کا تودم ہی نکل گیا تھا..... اس نے دہشت بھری آواز میں کہا۔

”لو..... آگنی۔“

”کون؟“ میں نے پوچھا، مگر ہری سنگھ کے منہ سے آواز نہیں نکل سکی..... میں نے

دھڑک دیکھا..... رنگین کپڑوں میں ملبور ایک بہت ہی حسین عورت تھی..... پیروں

بنا ماندھے ہوئے گھٹکر و چھن چھن..... چھن چھن بج رہے تھے..... دھوپ سے چہرہ متمتا

ہوا..... بے انتہا گورے رنگ پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے اور دھوپ میں چمکتی ہوئی وہ

”جیسی نظر آ رہی تھی..... ہری سنگھ نے آہستہ سے کہا۔

”یہ چڑیل تو نہیں معلوم ہوتی۔“

”چڑیل“ میں نے ہنس کر کہا۔

”نہیں یہ چڑیل نہیں ہو سکتی“ ہری سنگھ بولا۔

”کیوں۔“

”چڑیلوں کے پاؤں پیچھے کی طرف ہوتے ہیں۔“

”کیا مطلب؟“

”اے ان کے پاؤں کے پیچھے ہوتے ہیں“ میں نے غور سے اس حسین لڑکی کو

نہایت اس کے پاؤں سیدھے نظر آئے تو میں نے کہا۔

”بے وقوف آدمی..... اس کے پاؤں تو بالکل سیدھے ہیں۔“

”وہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں“ ہری سنگھ کا خوف بھی اب بالکل ختم ہو گیا تھا۔
نے ہمیں نہیں دیکھا تھا..... وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی پیپل کے درخت کے پاس ہی آ رہی تھی اور اتفاق کی بات تھی کہ اس نے چوڑے درخت کے تنے کی آڑ میں ہم دونوں کو گہرا دیکھا..... وہ اس طرف زمین پر بیٹھ گئی..... پھر اس نے اپنی اوڑھنی سے اپنے شریر کو بچھا جو شروع کر دیا..... ہم دونوں سانس روکے اسے دیکھتے رہے..... وہ کچھ دیر تک پسینہ کھینچ رہی..... بہت ہی سندر تھی وہ..... دیکھ کر من کو عجیب سی کیفیت کا احساس ہوتا تھا..... جب اس کا پسینہ خشک ہو گیا تو اس نے مشغلے کے طور پر آس پاس پڑے چھوٹے چھوٹے پتھر اٹھا کر ایک دوسرے پر پھینکا شروع کر دیئے..... وہ بڑی مطمئن نظر آ رہی تھی..... ہم چونکہ ایک دوسرے سے بات نہیں کر سکتے تھے کہ کہیں وہ ہماری آواز نہ سن لے اس لئے بالکل خاموش تھے، لیکن مجھ سے نہ رہا گیا میں نے ہری سنگھ سے کہا۔

”ہری سنگھ۔“

”وہ ہماری آواز سن لے گی“ ہری سنگھ نے بھی میرے کان میں سرگوشی کی۔

”کیسی عجیب ہے..... لگ رہا ہے جیسے اسے سنسار کی کوئی پرواہ ہی نہ ہو۔“

”میں تو بڑا حیران ہوں۔“

”کیوں۔“

”ایک جوان لڑکی اس طرح“ ابھی ہم یہ جملے کہہ ہی رہے تھے کہ اچانک ہی ہمارے گھوڑوں کی ہنہانٹ اُبھری اور وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی..... اس نے سہم کر گھوڑوں کو دیکھ تھوڑی سی آگے بڑھی تو ہم اس کے سامنے آ گئے..... وہ گھبرا گئی..... اس کی سہمی سہمی آنکھوں میں سنسار کا سارا حسن چھلک آیا تھا..... وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔

”تم..... تم.....“ اس وقت ایک دیہاتی قریب سے گزرتا ہوا نظر آیا اور پھر ہمیں دیکھ

زیرے قریب پہنچ گیا..... ابھی ہم لوگ آپس میں کوئی بات نہیں کر پائے تھے کہ دیہاتی زیرے قریب پہنچ کر بولا۔

”مہاراج..... پانی ہے ہمارے پاس..... پانی تو نہیں پینا۔“

”کون ہو تم.....؟“ میں نے پوچھا۔

”وہ سامنے ہماری کٹیا ہے..... ہم نے آپ کو دیکھا اور سوچا کہ شاید آپ کو پانی کی ضرورت ہوگی..... سو پانی لے کر ادھر آ گئے..... پھر اس نے لڑکی کو دیکھتے ہوئے کہا۔“

”ارے..... ارے..... تو یہاں کیسے نکل آئی.....؟“ پھر بھاگ آئی تو دوپہری میں.....
نی بار منع کیا ہے کہ دوپہر کے سسے باہر نہیں نکلتے، پر تو مانتی کس کی ہے..... لڑکی شرارت سے ہنسنے لگی..... تو وہ دیہاتی بولا۔

”لو مہاراج..... پانی پینا ہے۔“

”بت بہت شکریہ تمہارا..... یہ تو بڑی اچھی بات ہے..... مگر تمہارا نام کیا ہے؟۔“

”ہمارا نام ہر نام سنگھ ہے..... ہر نامی کہتے ہیں سنسار والے ہمیں۔“

”اور یہ لڑکی کون ہے؟۔“

”نکلندہ ہے اس کا نام..... ہماری پوتی ہے..... مہاراج..... اب ہم چلتے ہیں۔“

”مگر میری بات تو سنو ہر نامی۔“

”جی مہاراج۔“

”تم نے اس دوپہر وقت میں میری خدمت کی ہے۔“

”تو کیا ہوا..... پانی ہی تو پلایا ہے۔“

”تم اپنی پوتی کے ساتھ اس کٹیا میں رہتے ہو۔“

”جی مہاراج۔“

”تو بھرا کتر تم سے ملاقات ہوتی رہے گی..... لو یہ رکھ لو“ میں نے اسے بہت سے پیسے دیئے تو وہ بولا۔

”آج بھائی بھانجیاں..... سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیسا جانور ہے..... ایسا کام تو کوئی بھیڑیا،
بچہ ہی کر سکتا تھا..... بڑی پریشانی ہو گئی، بہت سی داسیاں ماری گئیں..... ایک دن اکیلے
بڑی سنگھ نے سادھو کو میرے سامنے پیش کیا اور کہا کہ یہ رلامرام ہیں۔
”تو پھر میں کیا کروں؟“

”رلامرام بڑے مہان گیانی ہیں..... پچھلے کئی دنوں سے یہ میرے ساتھ کام کر رہے ہیں۔“
”کیا کام کر رہے ہیں یہ تمہارے ساتھ؟“
”تمہیں نہیں معلوم..... آنکھیں بند کئے بیٹھے ہو کیا۔“

”کیا بکواس کر رہے ہو ہری سنگھ..... دوستی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو کس طرح بات
رہے ہو مجھ سے۔“
”حویلی میں جو کچھ ہو تا رہا ہے، کتنی جانیں چلی گئی ہیں ان کی..... تمہیں کوئی پرواہ نہیں
ہے ہری سنگھ نے کہا۔“

”تمہیں کیا پرواہ ہے..... تم نے کیا معلوم کیا ہے ان وارداتوں کے بارے میں۔“
”میں نے کشندہ کے بارے میں معلومات کی ہیں“ ہری سنگھ نے کہا۔
”کیا معلومات کی ہیں؟“
”آپ بتائیے مہاراج۔“

”سن کیٹو سنگھ تیرے محل میں ایک ڈائن آلمی ہے..... یہ جادوگر نیاں ہوتی ہیں جن کا
انسانی خون اور انسانی گوشت پر پلتا ہے..... یہ اپنے جاپ پورے کرتی ہیں اور یہ جاپ
کرنے کے لئے انہیں خون اور گوشت کھانا پڑتا ہے..... تیری اس حویلی میں کشندہ
نڈا ہے اور سو فیصدی وہ ڈائن ہے..... تو سوچ لے وہ تجھے نقصان پہنچائے گی..... ایسا
سن کہ تو سوچ بھی نہیں سکتا..... میں اس کی بات پر آگ بگولہ ہو گیا..... میں نے غصیلے
شہسما کہا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ گیانی مہاراج..... ورنہ میں تمہاری گردن توڑ دوں گا۔“
”تو سوچ لے۔“

”ارے نہیں مہاراج۔“

”اگر میں تمہارے پاس آؤں تو تم برا تو نہیں مانو گے۔“

”لو مہمان کے آنے پر کوئی برامانتا ہے“ ہر نام نے کہا اور مہر النساء ان دونوں ناموں
کے بارے میں سوچنے لگی..... ہر نام کو بھی دیکھ چکی تھی..... کشندہ کو بھی تو شیطانی چکر اس
طرح سے شروع ہوا تھا..... اس نے سوچا اور پھر کیٹو سنگھ کی طرف متوجہ ہو گئی جو کہہ رہا تھا
”میں کشندہ کے حسن کا شکار ہو گیا تھا..... اس کے بعد میں چھپ چھپ کر ہر نام کے
پاس آنے لگا..... کشندہ مجھ سے بے تکلف ہو گئی اور میں زیادہ وقت اس کے ساتھ گزارنے
لگا..... پھر میرے ماتا پتا مر گئے..... چندر کا نسا اب مجھے بری لگنے لگی تھی، مگر نبھا رہا تھا اس
سے..... ہر نام سے میں نے کہا کہ کشندہ کے مجھ سے پھیرے کرادے..... وہ بولا کہ
کشندہ تمہاری ہے جب چاہو اسے لے جاؤ..... ہم دوسرے دھرم کے لوگ ہیں..... ہمارے
ہاں پھیرے نہیں ہوتے..... میں اس وقت کچھ بھی نہیں جانتا تھا..... ہر نام نے ایسے ہی کوئی
نام میرے سامنے لے دیا تھا اور بتایا تھا اس نے مجھے کہ وہ دوسرا دھرم رکھتا ہے..... بہر حال
میں کشندہ کے حسن کے جال میں اس طرح گرفتار ہو گیا تھا کہ میری آنکھیں اندھی ہو گئی
تھیں..... کچھ بھی نہیں سوچتا تھا میں..... چندر کا نسا بیچاری سے میں لڑنے بھگڑنے لگا اور پھر
ایک دن میں کشندہ کو اپنے گھر لے آیا..... چندر کا نسا اور دوسروں کو میں نے بتایا کہ وہ میری
دوسری پتی ہے..... چندر کا نسا روٹی پیٹی مگر بے بس ہو گئی تھی وہ..... اور آہستہ آہستہ کشندہ
نے محل پر اپنا حق جمانا شروع کر دیا تھا..... کئی بار ایسا ہوتا کہ چندر کا نسا اور کشندہ آنے سامنے
آ جاتیں..... ایسے موقعوں پر میں چندر کا نسا کو بہت برا بھلا کہتا..... ہری سنگھ چندر کا نسا
بہر دور تھا اور کئی بار میں نے اسے اس بات پر ڈانٹا تھا..... وہ یہی کہا کرتا تھا کہ تم دیکھ لینا آج
دن کشندہ تم پر مصیبت لائے گی..... مجھے اس کے یہ الفاظ بہت برے لگتے تھے، مگر میں دوستی
کی خاطر خاموش ہو جاتا تھا..... پھر ہماری حویلی میں کچھ انوکھے واقعات ہونے لگے.....
دو مہینے میں ایک داسی یا داس ختم ہو جاتا تھا اور وہ بھی عجیب طریقے سے..... اس کا بدن

”جانتے ہو یا نہیں“ اور اس کے بعد میں نے اسے دھکے دے کر نکال دیا۔ میری
میری یہ حرکت دیکھ رہا تھا اس نے کہا۔
”سنو..... کیٹو“

”ہوں..... تو یہ کھیل ہو رہے ہیں چندر کانتا“ وہ آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھتی رہی تو

نہ نے کہا۔

”کہو..... ہری سنگھ سے تمہارے پھیرے کرادوں۔“

”ہیسا؟“ اس کی آنسو بھری آواز اُبھری۔

”کھٹکنی..... ہری سنگھ کے ساتھ ٹھٹھول کر رہی ہے اور شکل ایسی بنائے بیٹھی ہے

جیسے بڑی مظلوم ہو۔“

”ہری سنگھ میرا بھائی ہے۔“

”ارے جا..... بڑے بھائی دیکھے ہیں..... تو بے غیرت ہے..... فاحشہ ہے..... آوارہ

ہے..... بری عورت ہے“ میں نے کہا اور چندر کانتا نے گردن جھکالی..... پھر دوسری صبح مجھے

میں نے آکر بتایا کہ چندر کانتا زہر کھا کر مر گئی۔

”ما..... مر گئی“ مہر النساء کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

”ہاں“ کیٹو سنگھ کی آواز رندھی ہوئی تھی..... کچھ لمحے وہ خاموش رہا پھر اس نے کہا۔

”عزت والی تھی اپنے اوپر گندے الزام برداشت نہیں کر سکی..... زہر کھالیا اس نے“

”نار تھی اٹھی تو ہری سنگھ بے قابو ہو گیا..... اس نے مجھے بہت برا بھلا کہا..... میں غصے

نہ تو تھی میں نے ہری سنگھ پر حملہ کر دیا، لیکن کشکندہ نے مجھے روکا اور کہا کہ اس پاپی کو مارا

ہے بلکہ اسے کال کو ٹھٹھی میں بند کر دیا جائے..... یہی اس کی سزا ہے..... میں تو ہری سنگھ

نہ نے بڑا ہاتھ، مگر کشکندہ نے مجھے ایسا نہ کرنے دیا..... اور پھر میں نے ہری سنگھ کو کال

نہ میں بند کر دیا..... کچھ دن تک میرے ذہن پر چندر کانتا کی موت اور حویلی میں پیش

ہونے والے واقعات کا اثر رہا..... اس کے بعد جب یہ اثر کم ہوا تو مجھے ہری سنگھ یاد آیا..... جب

کانتا کے پاس پہنچا تو وہ میرے قدموں میں گر گیا، اس نے مجھ سے بڑی معافیاں مانگیں تو

میں نے اسے کہا۔

”ہری سنگھ..... صرف ایک بات بتا، کیا چندر کانتا بے گناہ تھی؟

”ہری سنگھ..... مجھے کچھ سنانے سے پہلے تم سنو..... تم حد سے بڑھ رہے ہو..... کھٹکنی
سے تم نے جو دشمنی شروع کر رکھی ہے وہ نہ تمہارے کام آئے گی اور نہ چندر کانتا کے
آخری بار کہہ رہا ہوں کہ اس کے بعد کشکندہ کے بارے میں کچھ نہ کہنا..... ورنہ میری اور
تمہاری دوستی کا وہ آخری دن ہوگا“ ہری سنگھ خاموش ہو گیا..... اس کے بعد بہت سے دن
گزر گئے..... پھر ایک دن کشکندہ نے مجھ سے کہا۔

”ایک بات کہوں..... کیٹو“

”ہاں کہو..... کیا بات ہے؟“

”داسی ہوں تمہاری..... تمہارے اچھے برے کا خیال رکھنا میرا دھرم ہے..... کچھ کہو
چاہتی ہوں تم سے۔“

”کہو..... کشکندہ کیا بات ہے؟“

”ہری سنگھ کیا تمہارا دوست ہے۔“

”ہاں..... بچپن کا دوست۔“

”نہیں..... وہ تمہاری دوستی نبھا نہیں رہا بلکہ کچھ اور کر رہا ہے وہ۔“

”کیا کر رہا ہے؟“

”تمہاری دھرم پتی چندر کانتا اس کے پھیر میں ہے..... میں اس سے زیادہ اور کچھ
نہیں کہہ سکتی“ میں یہ سن کر دیوانہ ہو گیا..... کچھ اور سننے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی
تھی..... میں غصے سے بے قابو ہو گیا..... کشکندہ کا کہا غلط تو نہیں ہوگا..... میں سیدھا چندر
کانتا کے پاس پہنچا..... وہ بیچاری کشکندہ کے آنے کے بعد اس حویلی میں مجرم کی طرح رہتی
تھی..... اسی وقت میں اس کے سامنے پہنچا اور میں نے کہا۔

”ہاں بہت بڑا پہلوان ہے تو..... میری ہڈیاں چڑمڑ کر وادیتا اور کیا کرتا تو۔“
 ”پہلوان“ میں نے حیرانی سے کہا۔
 ”تو اور کیا۔“

”کس نے بتائی ہے تمہیں یہ بات۔“
 ”کسی نے بتائی ہوگی..... تجھے کیا؟“
 ”ہری سنگھ کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے؟“

”ارے چھوڑ ہری سنگھ کی بات کو..... بیچارہ اپنی نیکیوں کا شکار ہو گیا..... اپنی سچائی کے ہاتھوں مارا گیا..... اندھے کی..... سن ایک بات کہوں تجھے سزا ملے گی..... اس معصوم لڑکی کی سزا ملے گی..... کیشو سنگھ جو کلیوں کی طرح پاک تھی جو ہواؤں کی طرح پو تر تھی..... اس وفادار دوست کی موت کی سزا ملے گی جو کتے کی طرح وفادار تھا..... کیا سمجھا، وفادار تھا وہ تیرا۔“
 ”کون۔“

”ہری سنگھ کی بات کر رہا ہوں۔“
 ”تو کیا ہری سنگھ مر گیا“ میں نے مسکرا کر سوال پوچھا۔
 ”ہاں مر گیا۔“

”کیسے پتا لگا تمہیں اس کی موت کے بارے میں مہاراج۔“
 ”تیری طرح عقل کا اندھا نہیں ہوں میں“ سادھو نے غصے سے کہا۔
 ”ہری سنگھ سے ملو گے“ میں نے طنزیہ پوچھا۔

”اس گندے..... پلید سے جو ہری سنگھ کے شریر میں رہتا ہے۔“
 ”کیا بکواس کر رہے ہو“ میں غرایا۔

”بکواس نہیں..... سچ کہہ رہا ہوں..... ہری سنگھ تو اسی کال کو ٹھڑی میں بھوکا پیاسا مر گیا تھا اور جو نبی اس کی آتما نے اس کا شریر چھوڑا تو کشکندہ کے پیروں نے اس کے شریر میں آکر کام پورا کر دیا..... ہری سنگھ کی ضرورت تھی جو تیرے بعد اس حویلی کے سارے کام

”نہیں..... وہ بری عورت تھی..... وہ بری عورت تھی..... میں اس سے ہر پھنس گیا تھا۔“

”ہری سنگھ نے جواب دیا، اس طرح میرے دل میں چند رکنتا کی طرف سے پیدا ہو گئی تھی وہ ختم ہو گئی..... میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ شاید میں نے ہر کے ساتھ ظلم کیا ہے، لیکن جب ہری سنگھ نے اس کے بری عورت ہونے کی تعریف تو یہ خیال میرے دل سے نکل گیا..... پھر وقت گزرتا رہا..... اور کئی سال بیت گئے محل پر کشکندہ کا راج تھا..... وہی سارے سیاہ سفید کی مالک تھی..... میں اس کے کمرے میں نہیں بولتا تھا، لیکن محل میں داسیاں اور داس بھی مرتے گئے..... بہت سی داسیاں گئیں..... یہ بھید میری سمجھ میں نہیں آتا تھا..... بات یہیں تک نہیں رہی..... کئی نے محل میں نوجوانوں کو دیکھا..... بعد میں ان کے مجسمے باغ میں سجے ہوئے دیکھے پھولوں کا ہمیشہ سے شوق تھا اور نجانے کہاں کہاں سے پھول لا کر میں نے باغ میں سجے..... ان پھولوں کے بیچ نوجوانوں کے مجسمے مجھے بہت برے لگتے تھے، لیکن ان کے میں کشکندہ نے کہا کہ یہ اس کا شوق ہے، چنانچہ میں خاموش ہو گیا..... پھر بہت سی باتوں سے اتر ہی گئی تھیں کہ ایک دن مجھے وہی سادھو مل گیا..... مجھے دیکھ کر طنز سے مسکرایا.....

”کیوں کیشو مہاراج..... مزے کر رہے ہو۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“

”مجھے پہچان گئے۔“

”اچھی طرح۔“

”آنکھوں کے اندھے ہمیشہ ہی دیکھے لیکن عقل کے اندھے کو پہلی بار ہی دیکھ۔“

”وہ کون ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”تو کیشو سنگھ..... تو۔“

”بڈھے..... اگر تو اتنا بوڑھا نہ ہوتا تو میں تجھے اس کا جواب دیتا۔“

سنجال سکے کشندہ کے لئے۔“

”تو حد سے بڑھ رہا ہے..... بوڑھے..... گندے الزام لگا کر کشندہ کو میری لگا ہوں۔
گرانے کی کوشش کر رہا ہے..... میں تیری گردن اڑا دوں گا۔“

”ارے..... چھوڑ جب تیری اندھی آنکھیں کھلیں گی تو ساری باتیں تجھے خود ہی معور
ہو جائیں گی..... ذرا سورج ڈوبے تو باغ میں چلے جانا اور پھولوں کے درمیان کھڑے ہوں
سے ان کی کہانی پوچھ لینا..... اپنی کہانی سنا دیں گے تجھے اور آج کی رات..... آہا..... آج کی
رات تو کام کی رات ہے..... ٹھیک ہے..... آج کی رات پرانی حویلی کے پیچھے جو پرانا تہ خانہ
ہے..... اس میں جا کر خود اپنی پھوٹی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لینا..... سادھو سنت چلا گیا،
مگر وہ مجھے حیران کر گیا تھا..... مہر النساء بہن ایسی اندر کی باتیں کہی تھیں اس نے جو کوئی نہیں
جانتا تھا..... پرانی حویلی یہی جگہ ہے جہاں ہم قید ہیں..... اس کے نیچے تہ خانہ بھی ہے جس
کے بارے میں کسی دوسرے کو نہیں معلوم، میرے دل میں کرید پیدا ہو گئی اور میں کافی
پریشان ہو گیا..... پھر اسی شام میں باغ میں آنکلا اور انہی مجسموں کے بیچ گھومنے لگا..... کبھی
کسی نے مجھے سرگوشی میں پکارا اور میں نے حیرت سے اس مجسمے کو دیکھا جو مجھے بلارہا تھا۔“

”تم زندہ ہو“ میں نے اسے چھوتے ہوئے پوچھا۔

”ہم تو جو ہیں وہ تم دیکھ رہے ہو، مگر تم زندہ ہو..... بھاگ جاؤ یہاں سے جتنی جلدی
بھاگ سکو بھاگ جاؤ۔“

”کیوں؟“

”وہ جادو گر نے تمہیں بھی پتھر کا بنادے گی۔“

”کون؟“

”کشندہ وہ کالکی ہے..... کالی کی پجارن..... وہ ہمیں نوکری کے لئے بلاتی ہے اور ہمیں
ایسے حکم دیتی ہے جو ہم پورے نہیں کر سکتے..... وہ حکم بڑے شرمناک ہوتے ہیں..... تم سنا
بھی نہیں سکتے..... تم اسے اپنی دھرم پتی سمجھتے ہو لیکن وہ ہزاروں کی دھرم پتی ہے

دھرم تو خیر اس کے پاس ہے ہی نہیں..... پتی کی حیثیت وہ اختیار کر لیتی ہے اور جب اس کا کوئی
حکم نہیں مانتا تو وہ سزا دیتی ہے..... پتھر کا بنا دیتی ہے..... بھاگ جاؤ یہاں سے بھاگ جاؤ.....
ایک ایک کر کے سارے بولتے ہوئے مجسموں نے مجھے ساری کہانی سنائی اور میرا دل ڈولنے
لگا..... مجھے چندر کا بتایا دیا..... ہری سنگھ پر بھی غور کرنے لگا تھا میں اور اب جو میں نے اس پر
غور کیا تو وہ بھی مجھے بدلا بدلا سا لگا..... آہ..... اس کا مطلب ہے کہ سادھو سچ کہہ رہا تھا..... میں
پہلے کے نیچے صحیح معنوں میں ایک ڈائن کا ایک چڑیل کا شکار ہو گیا تھا..... میں نے اپنے
دوست کو اپنی دھرم پتی کو اس کی بھینٹ چڑھا دیا تھا..... میرا دل دیکھنے لگا تھا..... اب مجھے
ساری حقیقت معلوم ہو گئی..... میرے اندر دھواں سا اٹھنے لگا..... میں نے نفرت سے سوچا
کہ اگر یہ سچ ہے تو میں کشندہ کو جیتا نہیں چھوڑوں گا، ختم کر دوں گا میں اسے..... جس نے مجھ
سے میرا دوست..... میری دھرم پتی..... میری عزت..... میرا وقار سب کچھ چھین لیا
ہے..... نہیں چھوڑوں گا میں اسے سادھو کی بات بھی مجھے یاد تھی..... حویلی کے تہ خانے کا
حوالہ دیا تھا اس نے، چنانچہ میں رات ہونے کا انتظار کرنے لگا..... پھر کافی رات گئے میں دبے
پاؤں حویلی کے تہ خانے میں داخل ہوا..... یہ تہ خانہ ویران پڑا رہتا تھا لیکن اس وقت وہاں
روشنی تھی سرخ روشنی جو ایک جلتے والا سے اٹھ رہی تھی..... تہ خانے میں کوئی تھا، میں نے
اپنے آپ کو پوشیدہ رکھ کر ایک ستون کی آڑ سے دیکھا اور جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر میرا دماغ سن
ہو گیا..... وہاں ایک داسی کی لاش پڑی ہوئی تھی، اس سے خون ابل رہا تھا اور اس کے قریب
کشندہ جس کا رنگ دروہ اس وقت ایک بھیانک چڑیل کی شکل اختیار کر چکا تھا..... نقوش وہی
تھے لیکن اس کا چہرہ گہرا کالا تھا اور اس کا بھیانک چہرہ خون میں لتھڑا ہوا تھا، وہ دونوں ہاتھوں
پاؤں کے بل جھکی اس داسی کا گوشت کھا رہی تھی..... وہ آنکھیں کسی انسان کی آنکھیں نہیں
تھیں ان کی سفیدی میں پتیلیوں کی جگہ دو سیدھی کھڑی چمکدار لکیریں نظر آرہی تھیں.....
”کارنگ گہرا کالا ہو رہا تھا..... جگہ جگہ خون کے دھبے نظر آرہے تھے..... کشندہ کو اس
نیت میں دیکھ کر میرا غصہ تو ہوا ہو گیا..... الٹی خوف سے میری کپکپی بندرگئی..... میں نے

بھاگنے کے لئے قدم اٹھائے لیکن میرے پاؤں میرا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ شاید میرے
اس کے سحر میں جکڑ گیا تھا، اس جادوگر نے مجھے دیکھ کر اپنا کوئی جادو آزمایا تھا، مجھ پر بھڑک
میں نے اپنے پیچھے تہہ خانے کا دروازہ بند ہوتے ہوئے سنا۔ میرا بدن تھرا تا رہا۔ میں پلٹ
کر بھی نہ دیکھ سکا کہ دروازہ بند کرنے والا کون ہے؟ بس میری نگاہوں کے سامنے ایک انسانی
جسم کو وہ خونخوار درندے کی طرح بھنبھوڑ رہی تھی، پھر اس نے اپنی کوئی آٹھ انچ لمبی سرخ
زبان باہر نکالی اور اس لمبی زبان کو پورے چہرے پر گھما کر اس نے اپنے چہرے سے خون کے
دھبے صاف کئے۔۔۔۔۔ اپنے ہاتھوں کو چاٹا اس وقت وہ صرف ایک بھیانک درندہ معلوم ہو رہی
تھی۔۔۔۔۔ وہ انسانی روپ میں تھا۔۔۔۔۔ میں نے خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا کہ جس کے
ساتھ میں نے زندگی کا اتنا وقت گزار لیا ہے، جس کے لئے میں نے نجانے کس کس کو قربان
کر دیا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ایک گندی آتما ہے۔۔۔۔۔ سادھو بچ کہہ رہا تھا۔۔۔۔۔ وہ بچ کہہ رہا تھا اور
اب اس کی کسی بات پر کوئی شک نہیں رہا تھا مجھے۔۔۔۔۔ حویلی میں جو داسیاں گم ہو گئی تھیں یقیناً ان
کے جسموں کی ہڈیاں اسی تہہ خانے میں پڑی سوکھ رہی ہوں گی۔۔۔۔۔ وہ عورت ان سب کی
قاتل تھی، اس نے انہیں کھالیا تھا اور یہ تصور میرے لئے اتنا بھیانک تھا کہ میرا بدن ہی میرا
ساتھ چھوڑ گیا تھا۔۔۔۔۔ سوچنے سمجھنے کی قوتیں ختم ہوتی جا رہی تھیں۔۔۔۔۔ چند رکنا بھی یاد آ رہی
تھی۔۔۔۔۔ میری وفاداریوں جس پر میں نے اس پاکھنڈ کی وجہ سے شک کیا تھا۔۔۔۔۔ ہری سنگھ میرا
وفادار ساتھی۔۔۔۔۔ میرے بچپن کا دوست۔۔۔۔۔ اب اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اب جو ہری
سنگھ میرے سامنے آتا ہے وہ اصل ہری سنگھ نہیں ہے۔۔۔۔۔ اصل ہری سنگھ تو اب اس سنہار
سے جا چکا ہے۔۔۔۔۔ مجھے ابھی تک اپنی ذات کے درپیش خطرے کا احساس نہیں ہوا تھا اور میں اسی
کے جال میں جکڑا ہوا تھا، وہ شاید اپنا پیٹ بھر چکی تھی، اس نے مجھے دیکھا مسکرائی اور لمبی کی طرح
دونوں ہاتھ آگے کر کے اور پاؤں پیچھے کر کے اس نے انگڑائی لی، پھر زمین پر دو چار لوٹوں
لگائیں اور اس طرح آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی جیسے سو گئی ہو، لیکن میں نے اس کے وجود
تبدیل ہوتے ہوئے دیکھا اس کے بدن کی سیاہی چھٹ گئی اور بالکل پہلے جیسی ہو گئی، اس نے

زیادہ ہوا سفید لباس اپنے کاندھوں پر ڈالا اور پھر آہستہ سے چلتی ہوئی میرے سامنے
آئی۔۔۔۔۔ اب اس کی آنکھیں بھی بالکل ٹھیک تھیں میرے اندر جیسے دوبارہ زندگی دوڑ
میں نے ایک جھرجھری سی لی لیکن اب میں اس کے جال میں گرفتار نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔۔۔
میں نے خونی نگاہوں سے اسے دیکھا اور میرے حلق سے شدید غصے میں ڈوبی ہوئی آواز
اُبھری۔

”کھنڈہ کون ہے تو؟ آج تیری اصلی شکل میرے سامنے آگئی۔۔۔۔۔ بتا مجھے تو کون ہے؟
میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔۔۔۔ کمینہ کیتا تو میری چند رکنا کی قاتل ہے اور تو نے اتنی
اسیوں کو اپنی بھینٹ چڑھایا ہے۔۔۔۔۔ بتا تو کون ہے۔۔۔۔۔ کون ہے تو؟“

”جواب میں وہ بڑے سکون سے مسکرائی اور بولی۔

”آرام سے بیٹھ کر بات کرو کیشو۔۔۔۔۔ پہلے یہ بتاؤ کہ یہ جگہ تمہیں کیسی لگی؟“

”میں تجھ سے پوچھ رہا ہوں کمینہ مرنے سے پہلے تو مجھے اپنے بارے میں بتاؤ تو زیادہ
اچھا ہے۔۔۔۔۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔۔۔۔ اگر تو زندہ بچ گئی تو یہ میری زندگی کا بدترین
نہایت ہوگا۔“

جواب میں وہ ایک عجیب سی ہنسی ہنس پڑی پھر بولی۔

”کھنڈہ ہوں میں۔۔۔۔۔ کھنڈہ اور کیا بتاؤں تمہیں؟“ کالکی ہوں۔۔۔۔۔ کالی مائی کا گیان
حاصل کر رہی ہوں۔۔۔۔۔ شکتی حاصل کر رہی ہوں۔۔۔۔۔ جیون بڑھا رہی ہوں اپنا۔۔۔۔۔ یہ انسانی
نشت۔۔۔۔۔ یہ انسانی خون میری زندگی کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور کچھ پوچھنا چاہتے
ہو؟“

”مگر تو تو تو تو تو تو۔۔۔۔۔“

”ہاں۔۔۔۔۔ ہاں بولو۔۔۔۔۔“

”تو نے مجھے دھوکا دیا تھا، تو مجھے انسانی روپ میں ملی تھی۔“

”تو اور کیا کرتی۔۔۔۔۔ یہ تو ہمارا کام ہے کیشو مہاراج۔۔۔۔۔ اگر میں تمہارے من کو نہ لبھاتی

تو تم مجھے یہاں تک کیسے لاتے..... اگر میں تمہیں سب کچھ سچ سچ بتا دیتی تو سو گند کھا کر کبڑا وہی کرتے تم، جو تم نے کیا؟ مجبوری تھی ایسی کون سی بات ہے؟ مگر تمہیں اس کھونٹ پر پڑھنا نہیں چاہئے تھا، جو کچھ میں کر رہی تھی مجھے کرنے دیتے..... یہ سب کچھ تو میں سینکڑوں سال سے کر رہی ہوں..... یہ بتاؤ تمہیں کوئی نقصان پہنچایا میں نے۔“

”کیا مطلب؟ میں خوف سے اچھل پڑا۔“

”اب ساری باتیں جان لو گے..... کئی سو سال گزر گئے..... تم کیا سمجھتے ہو میری عمر کتنی ہو سکتی ہے؟“

سینکڑوں سال ہے میری عمر..... سینکڑوں سال سے جی رہی ہوں اور ہزاروں سال جینا چاہتی ہوں اور ہزاروں سال جیتی رہوں گی..... تھوڑا سا کام کرنا ہے مجھے..... بس شئی حاصل کرنا میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے اور میں کالی مائی سے شکلیاں مانگتی ہوں..... میں اپنے آپ کو امر کر لینا چاہتی ہوں کیشو مہاراج..... اور یہ کام کافی حد تک ہو چکا ہے۔“

”ہاں..... یہ تم نہیں سمجھتے..... کالی مائی خون کی پجارن ہے..... کالی مائی کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتے، یہی وجہ ہے کیشو مہاراج اور عام لوگوں کو تو جانا بھی نہیں چاہئے، جو جان لیتے ہیں وہ شکتی مان بن جاتے ہیں یا پھر شکتی کی بھیئت چڑھ جاتے ہیں، اب تم دیکھنا جنوں نے جان لیا وہ پتھر کے جسمے میں تبدیل ہو گئے، مگر تمہارے ساتھ ایسا کرنا ٹھیک نہیں رہے گا..... کیشو مہاراج..... پتی ہونا تم میرے..... پتی دیو..... اس حویلی کے مالک ہو..... پتہ نہیں کہاں تمہاری ضرورت پیش آجائے..... میں اپنا کام تو کر سکتی ہوں، لیکن جو کام تمہیں کرنے ہوتے ہیں وہ کون کرے گا..... اس کا ایک ہی طریقہ ہے کیشو مہاراج..... وہ یہ کہ تم جیتے ہو اور ایسے جیو کہ سنسار سے تمہارا کوئی واسطہ بھی نہ رہے..... ہاں اگر تھوڑا بہت واسطہ رہے تو میرے لئے کام کرتے ہوئے اگر میں تمہیں ایسے ہی چھوڑ دوں گی تو میرے خلاف کام کرنے پھر و گے..... سادھو..... سنتوں کے چکروں میں پڑتے پھر و گے..... مجھے بھی پریشانی ہو۔“

نہیں بھی اور انہیں بھی..... اس سے بچاؤ کا ایک ہی طریقہ ہے کہ تم بیمار ہو جاؤ..... کیا کیشو سنگھ مہاراج تم بیمار ہو کر اسی پرانی حویلی میں رہو..... کوئی تکلیف نہیں ہوگی نہیں جیتے رہو گے، مگر ایسے نہیں کہ یہاں سے باہر کہیں چلے جاؤ اور میرے لئے پریشانی پیدا کرو۔“

وہ سمجھتے بڑے سکون سے یہ کہو اس کر رہی تھی۔

”تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا میں کیا سمجھی..... زندہ نہیں چھوڑوں گا میں تجھے کشکندہ۔“ وہ ہنس پڑی پھر اس نے زمین پر پڑی ہوئی ایک چھوٹی سی کنکری اٹھائی..... منہ کے قریب لاکر اس پر کوئی منتر پڑھا اور میری جانب اچھال دی..... کنکری نے میرے بدن کو چھوا اور مجھے یوں لگا کہ جیسے میرے جسم میں آگ لگ گئی ہو، ایسی آگ جو میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا..... نہ میرے کپڑے جل رہے تھے..... نہ کہیں سے بد بو اٹھ رہی تھی..... نہ کہیں سے دھواں نکل رہا تھا لیکن مجھے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے میں شعلوں میں گھرا ہوا ہوں..... شعلے میرے بدن کو چاٹ رہے تھے اور میرے حلق سے دہشت بھری آوازیں نکل رہی تھیں..... شریر جل رہا تھا میرا..... میں زمین پر گر کر لوٹنے لگا اور اس کے قہقہے تہہ خانے میں گونج رہے تھے..... پھر یہ آگ رفتہ رفتہ ٹھنڈی پڑھتی چلی گئی..... آگ تو ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی..... میرا دماغ ٹھنڈا ہو گیا تھا، جب ہوش آیا تو میں اس کمرے میں تھا جس کمرے میں تم اب مجھے دیکھ رہی ہو..... میری کیفیت پہلے سے بہتر تھی بس ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے کسی نے بدن کا سارا خون نچوڑ لیا ہو..... جان ہی نہیں رہی تھی میرے ہاتھ پیروں میں..... زمین پر چپٹ پڑا ہوا تھا..... بہت دیر اسی طرح گزر گئی پھر بدن میں کچھ جان واپس آئی تو بہت کڑی اٹھ کر بیٹھ گیا اور ان واقعات کے بارے میں کچھ سوچنے لگا..... پرانی حویلی کے کمرے کو میں اچھی طرح جانتا تھا ظاہر ہے میرے پرکھوں کی حویلی تھی..... اس نے شے میری ہی حویلی میں قید کر دیا تھا اور یہ بات مجھے اچھی طرح معلوم تھی کہ میں دروازہ ٹوٹے بغیر باہر نہیں نکل سکتا اور دروازہ باہر سے بند ہو تو کوئی بڑے سے بڑا سورما سے توڑ

نہیں سکتا..... یہ پرانے دور کے دروازے ہیں ان پر بڑی ضربیں لگائی جائیں تب ہی
سے مس نہیں ہوتے، جبکہ میرے پاس یہاں کچھ بھی نہیں تھا..... میں خالی ہاتھ تھا تو رتہ
میں نے پہلی بار اس صورت حرام کو دیکھا، جس کے بدن پر لمبے لمبے بال ہیں اور ایک انداز
سے زیادہ جنگل کا جانور معلوم ہوتا ہے، وہ کون ہے؟ کیا ہے؟ میں نہیں جانتا..... غرض
صورت سے بھی وہ مجھے کوئی گندی آتما ہی لگتی ہے..... پہلی بار میں نے جب اسے دیکھا تو رتہ
اسے دیکھ کر کھڑا ہی ہو گیا..... وہ میرے لئے کھانے پینے کی اشیاء لایا تھا، جو ایک تھال میں بڑے
ہوئی تھیں..... وہ تھال رکھ کر واپس پلٹا تو میں نے اس پر چھلانگ لگادی اور اسے دبوچ لیا
لیکن آہ تم نہیں جانتیں وہ کسی ہاتھی سے بھی زیادہ طاقتور ہے..... وہ کسی بھینسے کی طرح
فکریں مار کر دیواریں ہلا سکتا ہے..... بہر حال کمزور میں بھی نہیں تھا اور میں تمہیں اپنے
بارے میں بتا چکا ہوں کہ میں بہت بڑا پہلوان رہ چکا ہوں اور میں اپنے بدن کی ساری قوت
سے زور آزمائی کرتا رہا، وہ مجھ پر حملے نہیں کر رہا تھا بلکہ اپنا بچاؤ کر رہا تھا، آخر کار میں نے اسے
زمین پر دے مارا اور اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا، لیکن مجھے یوں لگا جیسے پیچھے کوئی
ہے..... ایک بار پھر میرے حلق سے دہشت بھری چیخیں نکلنے لگیں..... اسی آگ نے مجھے
اپنی لپیٹ میں بے لیا تھا..... آہ دوبار میں اس آگ سے دوچار ہو چکا تھا اور شاید الفاظ میں
تمہیں اس کی جلن نہ بتا سکوں کہ ایسی شدید آگ ہوتی ہے وہ کہ بھگوان ہر انسان کو اس سے
محفوظ رکھے..... جہنم کی آگ کے بارے میں سنا ہے میں نے، لیکن یہ آگ بھی ویسی ہی تھی
اس آگ نے ایک بار پھر مجھے بے ہوش کر دیا اور اس کے بعد جب مجھے ہوش آیا تو آگ نے
ٹھنڈی ہو چکی تھی لیکن میرے ہاتھوں..... پیروں اور کمر میں یہ زنجیریں پڑی ہوئی تھیں
زنجیروں کی لمبائی اتنی ہے کہ بس میں تھوڑی دیر کے لئے اپنے ہاتھ پاؤں ہلا سکتا ہوں.....
آتا ہے میرے لئے کھانے پینے کی چیزیں لاتا ہے، مگر اپنا فاصلہ اتنا رکھتا ہے کہ میں اس تک
پہنچ پاؤں اور اس وقت سے اب تک میں اسی طرح جی رہا ہوں، ایک بار..... بھگوان کی ہمت
صرف ایک بار مجھے ان زنجیروں سے نجات مل جائے تو کم سے کم میں اس لمبے بالوں والے



ضرور ہلاک کر دوں گا..... وہ بری آتما جو گونگی ہے لیکن اس عورت کی غلام ہے..... یہ ہے
میری کہانی مہر النساء بہن..... میں نجانے کب سے یہاں قید ہوں اس نے مجھے ساری دیر
غرضی میں بیمار مشہور کر رکھا ہے، کسی کو میرے پاس نہیں آنے دیتی..... بہت چالاک
ہے..... نجانے کس طرح لوگوں کو مالتی رہتی ہے..... میں جانتا ہوں کہ جب تک میں جیتا
ہوں میری ضرورت محسوس کرتی رہے گی..... مر جاؤں گا تو اس وقت تک وہ سارا انتظام
سنبھال چکی ہوگی..... کبھی کبھی وہ مجھ سے کاغذوں پر دستخط کرانے آتی ہے اور میں اس کے
جادو کے زیر اثر اس کے کہنے پر عمل کر لیتا ہوں، مگر جب وہ چلی جاتی ہے تو میرے دل میں
نفرت کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا، ایسی زندگی گزار رہا ہوں میں..... یہ زندگی گزار رہا ہوں۔
مہر النساء شدت حیرت سے گنگ تھی زبان کچھ کہنے سے قاصر تھی، اس نے کشکندہ کی
جو شکل بتائی تھی اس شکل میں مہر النساء بھی کشکندہ کو دیکھ چکی تھی، ایک لفظ جھوٹ نہیں
معلوم ہوتا تھا..... کیثو کا اور اس طرح کشکندہ کی اصل شکل اور شخصیت بھی سامنے آجاتی
تھی، لیکن مہر النساء اب بڑی سنجیدگی سے سوچ رہی تھی کہ ار جن شاستری آخر کیا چاہتا ہے،
یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی اب تک جن الجھنوں میں پھنسی رہی ہے اس کے تحت خاصی
تکلیفیں بھی اٹھانی پڑی ہیں..... کیا ار جن شاستری کے سامنے ہتھیار ڈال دے؟ کیا کرنا
چاہئے؟ ویسے نہ اسے کشکندہ کی زندگی سے دلچسپی تھی نہ موت سے، وہ تو اب یہاں سے واپس
جانا چاہتی تھی..... یہاں اس کے لئے کوئی ایسا کام نہیں تھا جو وہ کرنا چاہتی ہو..... پھر کیا کرنا
چاہئے؟ کون سا ایسا طریقہ ہو جس سے اس ہنگامہ آرائی سے نجات ملے اس کا ذہن سوچ میں
دوب گیا تھا۔

یہ اس سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ وہ کیسے کسی جال میں پھنس سکتی ہے اور ہم
ب کیسے بچ سکتے ہیں..... تمہیں بھگوان کا واسطہ، کچھ کرو..... کچھ کرو..... آہ شاید تمہیں
بھوان نے اس لئے یہاں بھیجا ہے کہ تم کچھ کر ڈالو، دیکھو..... کر ڈالو کچھ..... کچھ کر ہی ڈالو۔
مہر النساء خاموشی سے سوچنے لگی پھر اس نے کہا۔

”ایک بات بتائیے کیشو مہاراج؟“

”ہاں بولو۔“

”یہ کالے بالوں والا اگر ہلاک ہو جائے تو یہاں سے رہائی کے امکانات ہو سکتے ہیں؟“
”کیسی باتیں کرتی ہو..... پہلی بات تو یہ کہ تم عورت ذات ہو اسے کوئی نقصان پہنچانا
نہا ہے بس کی بات نہیں ہے وہ جتنا طاقتور ہے تم سوچ بھی نہیں سکتیں..... بس میں ہی مار
لگاؤں اسے..... ایک بار وہ میرے قبضے میں آجائے، یقین کرو بہت عرصے سے میں یہاں
بہی ہوں..... نہ ٹھیک سے کھانے کو ملتا ہے نہ اور کچھ ہوتا ہے، لیکن جو زبان سے کہہ رہا
ہوں کر کے دکھا دوں گا، نہ کروں تو کتنا کہہ دینا..... کیشو سنگھ مت کہنا۔“

”وہ تو ٹھیک ہے کیشو سنگھ لیکن کیا کیا جائے..... مہر النساء نے کہا۔“

”یہی تو سمجھ میں نہیں آتا۔“

”اچھا سنو..... میں کوشش کروں گی کہ وہ تمہارے ہاتھ لگ جائے۔“

کیشو سنگھ نے کوئی جواب نہیں دیا..... یقینی طور پر مہر النساء کی بات اس کی سمجھ میں ہی
نہ آئی ہوگی، لیکن مہر النساء گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی، اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ
بے..... دفعۃً ہی اس کی نگاہ دروازے کے اوپر ایک ایسی چھوٹی سی جگہ پر پڑی جو دروازے
کا ایک حصہ تھی لیکن کچھ کیا جاسکتا تھا یہاں سے..... کچھ کیا جاسکتا تھا یہاں سے..... بڑی
تلاش کے بعد اس بارے میں سوچتی رہی، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مکمل طریقے سے کیسے کام کیا
جائے..... کھانے پینے کی چیزیں ختم ہوتی جا رہی تھیں..... پھل خراب ہو گئے تھے اور اب
نہ بننا پڑ رہا تھا..... غالباً چوتھا دن تھا کہ وہ پھر آیا اور گلے سڑے پھل اٹھا کر لے گیا.....

نجانے کتنی دیر تک یہ خاموشی طاری رہی پھر اچانک ہی کیشو کی آواز سنائی دی۔“

”کوئی آگیا ہے کیا؟“ مہر النساء چونک پڑی، اس نے ادھر ادھر دیکھا پھر بولی۔“

”کہاں؟“

”نہیں میں تم سے پوچھ رہا ہوں؟“

”کیا؟“

”تم ایک دم خاموش کیوں ہو گئی تھیں؟“

”سوچ رہی تھی۔“

”اوہ..... میں سمجھا کہ شاید کوئی آگیا ہے؟“

”نہیں یہاں کوئی نہیں آیا۔“

”کیا سوچ رہی ہو؟“

”بس یہی کہ وہ مجھ سے کیا چاہتی ہے؟“

”اگر ہو سکے تو تم بھاگ جاؤ اور اگر نہیں بھاگ سکتیں تو پھر وہ جو کچھ کہہ رہی ہے“

کر لو..... تم عورت ہو، حالانکہ وہ کسی عورت کو پہلے کبھی قید نہیں کرتی تھی..... پتہ نہیں آتا

نے تمہیں کیوں قید کر دیا ہے..... خیر میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گا، لیکن ایک بات تمہیں

ضرور بتا دوں..... یہاں سے بھاگ جاؤ..... یا پھر اگر وہ تم سے کچھ چاہتی ہے تو وہ پورا کر

پھر تم اس کی مستقل ساتھی بن جاؤ..... اگر ایسا ہو جائے تو تمہارا ہی نہیں بہتوں کا

نئے پھل رکھ گیا ابھی تک کشکندہ کی طرف سے نہ تو مہر النساء کو کوئی پیغام ملا تھا اور نہ کشکندہ نے اس کی کوئی خبر گیری کی تھی، البتہ اس کالی بلا کے بارے میں مہر النساء نے یہ بات لگالیا تھا کہ وہ تیسرے دن پھر آئے گا، اس دوران کوئی نہ کوئی بہتر طریقہ سوچ لیا جائے۔ ویسے یہ بھی خوشی کی بات تھی کہ کیشو سنگھ کے اور اس کے درمیان صرف ایک دیوار تھی۔ دونوں باتیں کرتے رہتے تھے، اپنے بارے میں تو خیر مہر النساء نے کیشو سنگھ کو کوئی غم نہیں بتائی تھی، لیکن کیشو سنگھ نے اپنے دور دور تک کے باپ، دادا اور پردادا کے بارے میں نجائے کیا کیا کہانیاں سناؤں تھیں اسے۔ وہ معذرت بھی کرتا جاتا تھا کہ وہ زیادہ بولتا۔ مگر مہر النساء نے اسے اجازت دے دی تھی اس نے کہا تھا۔

”کیشو سنگھ مہراج اگر ہم باتیں بھی نہیں کریں گے تو کیا کریں گے اس طرح ہم مر جائیں گے۔“

”یہی تو میں کہتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے تم باتیں کرتے رہا کرو۔“

”بس تمہارا بہت بہت شکریہ۔“

پھر غالباً وہ ساتواں دن تھا کچھ پھل بچ گئے تھے، زیادہ تر مہر النساء نے کھالے تھے۔ کمرے میں ناقابل برداشت بدبو پھیل چکی تھی۔ طبیعت ہر وقت متلاقی رہتی تھی۔ صورت حال ہی ایسی تھی، ایک ہی کمرے میں زندگی کے ہر مسئلے سے نمٹنا پڑتا تھا، لیکن مہر النساء سوچ رہی تھی کہ زندگی اور موت کی بازی لگادی جائے، ایسی زندگی بھی بے شک ہے جو اس بدبودار کمرے میں گزرے اور اس بے بسی سے گزرے اس کے لئے سب سے زیادہ اس کا لے بھوت سے نمٹنا بھی ضروری ہے۔ اگر اس میں کامیابی حاصل ہو جائے تو کیا ہے ورنہ پھر جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔ یہاں رہنا اب مہر النساء کے لئے ممکن نہیں ہے۔ کچھ بھی ہو گا دیکھنا ہی پڑے گا۔ بہر حال وہ انتظار کرتی رہی اور پھر اس نے اپنے جسم پر اور دروازے کے اوپر بنی ہوئی چھوٹی سی جگہ پر چڑھ کر بیٹھ گئی، اس مختصر جگہ پر خود کو

بیت مشکل کام تھا، لیکن جب زندگی اور موت کے مسائل آجاتے ہیں تو انسان وہ کر جاتا ہے جو عام حالات میں سوچ بھی نہیں پاتا۔ وہ چھپکلی کی طرح وہاں چپکی رہی، خوش قسمتی سے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا، دروازے پر آہٹ ہوئی اور کالا بھوت نئے پھل کا ٹوکرا اٹھائے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اسے کمرہ خالی نظر آئے گا، وہ جھونک میں سیدھا آگے بڑھ گیا۔ یہی موقع تھا۔ مہر النساء نے بدن کو سکیڑا اور چپاک سے دروازے سے باہر رینگ گئی۔ اسے اندازہ تھا کہ اسے اندر نہ پا کر اس کا لے بھوت کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی۔ اس وقت دیکھ تو نہیں سکتی تھی وہ، لیکن سمجھ سکتی تھی بہر حال صورت حال اچانک دوہری شکل اختیار کر گئی تھی، یہاں سے نکل کر بھاگ سکتی تھی۔ ایسی سمت اختیار کر سکتی تھی جس سے محل سے باہر نکل جائے، لیکن یہاں ایک اور مصیبت زدہ موجود تھا اور ان سات دنوں میں اس نے مہر النساء کے ذہن میں اپنے لئے اتنی جگہ بنالی تھی کہ اب وہ اسے نظر انداز نہیں کر سکتی تھی، وہ تنہا تھا، بے آسرا تھا اور یہ غیر انسانی بات تھی۔ اپنی ذات سے پیارا تو دنیا ہی کو ہوتا ہے لیکن اپنی ذات سے انحراف اور دنیا میں کسی کے لئے کچھ کرنا ہی تو اصل زندگی ہے، سوچنے کا وقت نہیں تھا جو کچھ بھی کرنا تھا برق رفتاری سے کرنا تھا، چنانچہ وہ آگے بڑھ کر کیشو سنگھ کے دروازے پر پہنچی اور دروازے کی لکڑی کھولی اور دروازے کا پٹ بھی تھوڑا سا کھول دیا۔ کیشو سنگھ کی بتائی ہوئی باتیں یاد تھیں اور اس وقت ان پر عمل کرنا ضروری تھا، چنانچہ اس نے چھپنے کے لئے ایک ستون تلاش کر لیا۔ اندر سے کالے بھوت کی غرائشیں سنائی دے رہی تھیں، پھر وہ آندھی اور طوفان کی طرح سے باہر نکلا اور ادھر ادھر دوڑنے لگا۔ اس پر دیوانگی سی طاری تھی اور مہر النساء ستون کی آڑ میں چھپی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی، اچانک ہی اس کالی بلا کی نگاہ اس قید خانے کے دروازے پر پڑی۔ کیشو سنگھ کے کمرے کے دروازے کو کھلا دیکھ کر وہ اس طرف دوڑا۔ دروازے کو پورا کھولا اور اندر داخل ہو گیا اور پھر وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ سامنے ہی کیشو سنگھ تھا جو اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ کیشو کے چہرے پر شدید نفرت کے آثار تھے۔ وہ اس کا لے

بھوت کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، جبکہ لمبے بالوں والے کی پشت مہر النساء کی طرف تھی۔ دروازے سے اندر گھٹتے ہی مہر النساء نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر اپنے ہر طرف کی تمام تر قوتوں کو جمع کر کے ہوشیاری کے ساتھ آگے بڑھی جبکہ کالا بھوت کیشو سنگھ سے کچھ ہی فاصلے پر کھڑا ہوا تھا۔ مہر النساء نے پوری قوت سے اس کے بدن پر ٹکرائی اور نیچے جا پڑی۔ ساتھ ہی وہ زور سے چیخی تھی۔

”کیشو سنگھ مہراج سنبھالو اسے۔۔۔۔۔ ٹکرا اس زور کی لگی تھی کہ وہ کالا بھوت سنبھال نہ سکی اور کیشو سنگھ سے کچھ فاصلے پر جا کر ا۔۔۔۔۔ کیشو سنگھ فوراً ہی مہر النساء کا مقصد سمجھ گیا، اس نے زنجیریں سنبھالیں اور وہ اس کالے بھوت کے عقب میں آگیا۔۔۔۔۔ پھر اس نے اس کا بھوت کو اپنی زنجیروں میں لپیٹ لیا تھا، اس کے حلق سے غرائی ہوئی آواز نکلی تھی۔

”کھڑا ہو جا کشندہ کے کتے۔۔۔۔۔ بڑا لمبا حساب کرنا ہے تجھ سے۔۔۔۔۔ کھڑا ہو جا اس نے اسے زنجیروں میں جکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

مہر النساء نے محسوس کیا کہ کالے بالوں والے کے چہرے پر خوف کے آثار پھیل رہے ہیں۔ وہ بھاگنے کے راستے تلاش کر رہا تھا۔۔۔۔۔ دفعۃً کیشو سنگھ نے چیخ کر کہا۔

”مہر النساء۔۔۔۔۔ مہر النساء بہن دروازہ بند کر دو“ مہر النساء کو بھی بات سمجھ میں آگئی، نے پھرتی سے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا تھا۔ اس وقت کالے بالوں والے عفریت نے نگہ ماری اور ایک طرف ہو کر نکل بھاگنے کی کوشش کی، لیکن کیشو سنگھ نے زنجیر اٹھالی اور بھوت اچھل کر گر پڑا۔ کیشو سنگھ کے حلق سے غراہٹ نکلی۔

”بڑے دنوں کی پیاس ہے سرے۔۔۔۔۔ آگ بجھے گی۔۔۔۔۔ آج ساری کسر نکالوں گا۔“

سے۔۔۔۔۔ وہ آگے بڑھا اور کالے بھوت پر ٹوٹ پڑا۔۔۔۔۔ واقعی وہ دیو ہیکل تھا۔ اور مہر النساء اب اس کے شاندار کسرتی بدن کو دیکھ رہی تھی، حالانکہ کالا بھوت بالکل ایک گوریلا جیسا ہوتا تھا۔ ایک ایسا گوریلا جو اپنی مثال آپ ہو، لیکن قدرت کا کوئی بھی کام مصلحت خالی نہیں ہوتا۔ کیشو سنگھ نے کبھی سوچا بھی نہیں ہو گا کہ اس کے بدن کی قوت

ہی ہے، لیکن اس وقت وہ ایک جادو کی تخلیق کو ختم کر رہا تھا۔ ایک خوفناک بلا کو ختم کر رہا ہے۔۔۔۔۔ دروازے سے نکلنے کے لیے زور لگا رہی تھی، لیکن یہ بات صاف ظاہر ہو رہی تھی کہ کالا بھوت کیشو سنگھ کے سامنے کمزور پڑتا جا رہا ہے۔۔۔۔۔ پھر کیشو سنگھ نے کہا۔

”میں نے تمہیں بتایا تھا مہر النساء بہن۔۔۔۔۔ آس پاس کی بستیوں میں میرا مقابل کوئی نہیں تھا۔ کوئی نہیں تھا اور اگر میں اس شیطان عورت کے شیطانی جال میں نہ پھنس جاتا۔۔۔۔۔ اگر کوئی مائی کالال سینہ تان کر میرے سامنے آتا تو یہ حشر ہوتا اس کا۔۔۔۔۔ دیکھو یہ حشر ہوتا اس کا۔۔۔۔۔ اس نے کہا اور اس کالے بھوت کی ہڈیوں کو پینے لگا۔۔۔۔۔ کالے بھوت کے حق سے بھیانک چیخیں نکل رہی تھیں۔

”حرام خور۔۔۔۔۔ کشندہ کے کتے آج پھنسا ہے کیشو سنگھ کے جال میں۔۔۔۔۔ بات کر۔۔۔۔۔ بلا ہمارا نی کو۔۔۔۔۔ دیکھ کیشو سنگھ کے داؤ“ کیشو سنگھ نے اسے الٹا کر کے اس کی ٹانگوں میں بالوں ہاتھ پھنسائے اپنی ٹھوڑی اس کی ریڑھ کی ہڈی پر رکھی اور اس کے بعد اپنے لمبے ہاتھوں سے کالی بلا کی کلائیاں پکڑ لیں، حالانکہ زنجیریں اسے اتنی برق رفتاری سے عمل کرنے کی موقع نہیں دے رہی تھیں، لیکن اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ کیشو سنگھ جسمانی طور پر کسی بھی جیسی قوت کا مالک تھا۔ اس گوریلے کو اس طرح اچھالنا کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں تھی، ٹھوڑی اس کی ریڑھ کی ہڈی سے ٹکرا کر اور اس کے دونوں ہاتھوں کی کلائیاں پکڑ کر کیشو سنگھ نے اپنے گھٹنے زمین پر لگائے اور گوریلے کے جسم کو پیچھے سے گھسیٹ کر اسے اپنے بالوں پر لے کر کھڑا ہو گیا اور اس کے بعد وہ برق رفتاری سے دوڑا اور اس گوریلے کو دیوار سے مارا۔۔۔۔۔ بھیانک عفریت کے حلق سے نکلنے والی چیخ بڑی زوردار تھی کہ کانوں کے پاس سے جھنسنے لگے۔ اس کا سر پھٹ گیا اور خون کی دھاریں بہنے لگیں۔ کیشو سنگھ ایک ہی داؤنے اسے ادھ موڑ کر دیا تھا، لیکن اس کے باوجود گوریلے نے زمین پر لوٹ کر اپنے آپ کو سنبھالا کیشو سنگھ ہی کی زنجیروں کا سہارا لیا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا چہرہ زخمی تھا۔ وہ بھانپتا تھا اور وہ بھیانک لگ رہا تھا۔ ایک کمزور دل آدمی اسے دیکھ لیتا تو وہیں اس

کے دل کی حرکت بند ہو جاتی..... اس کے فوراً بعد وہ اندھوں کی طرح کیشو سنگھ پر پڑ پڑا۔ لیکن کیشو نے اپنے پہلوئی کے داؤد کھا کر ایک بار پھر اپنے بدن کو بل دیا اور اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اٹھا کر کندھے پر رکھا اور پشت کے بل اسے زمین پر دے مارا..... ایک ضرب چہرے پر لگی تھی اور دوسری سر کے پچھلے حصے میں..... شانے اور کندھے پوری قوت سے زمین سے ٹکرائے تھے..... اس کے حلق سے اب درد بھری چیخیں نکلنے لگی تھیں..... اس نے پھر اپنے آپ کو بچا کر نکلنا چاہا، لیکن اس بار جو نہی وہ گھٹنوں کے بل اٹھا کیشو سنگھ پہلے سے بڑھا..... اس نے موٹی کڑوں والی زنجیر اس کے گلے میں لپیٹ دی اور اسے دو بل دینے کے بعد اس کی گردن پر سوار ہو گیا..... درحقیقت اس وقت کیشو سنگھ ایک وحشی جانور لگ رہا تھا..... اس کے چہرے پر شدید نفرت کے آثار تھے اور دانت بھیجنے ہوئے تھے..... وہ اپنے مد مقابل کی گردن قوت سے دبا رہا تھا اور مہر النساء خاموش کھڑی موت کا یہ کھیل دیکھ رہی تھی..... وحشی جانور نما انسان کے حلق سے نکلنے والی غراہٹیں اب خرخراتوں میں تبدیل ہونے لگی تھیں اور اس کے اعضاء ڈھیلے پڑتے جا رہے تھے..... اس کے ہاتھ بار بار سیدھے ہو کر پڑے گر رہے تھے اور زبان باہر نکل آئی تھی..... اب وہ زنجیر پکڑنے کی بھی کوشش نہیں کر رہا تھا..... کیونکہ اب اس کے ہاتھوں میں اتنی جان نہیں رہی تھی کہ مرضی سے رخ تبدیل کر سکیں..... کیشو سنگھ نے چند لمحات اسی طرح اس کی گردن پر گرفت رکھی پھر اسے چھوڑ دیا..... اس کے چہرے پر شدید وحشت نظر آرہی تھی، پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا..... مہر النساء کی نگاہیں اس کے چہرے پر پڑیں..... دونوں کی نظریں ملیں تو کیشو سنگھ کی کیفیت کچھ بہتر ہوئی..... اب اس نے زمین پر پڑے ہوئے وحشی کے سینے پر پاؤں رکھتے ہوئے کہا: ”دیکھا تم نے مہر النساء بہن..... یہ ہے کشندہ کا محافظ..... میں تمہیں بچاتا رہا ہوں..... میرے مد مقابل جب بھی میرے سامنے آتے تھے ان کے بدن پر پہلے کپکپی طاری ہوتی تھی، کیونکہ اس سے پہلے وہ دوسروں کا حشر دیکھ چکے ہوتے تھے..... اپنے مد مقابل کے ساتھ میرا دل کبھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اپنے پیروں سے اکھاڑے سے واپس جائے.....“

یہ دل میں یہ خواہش بھی ہوتی تھی کہ جو مجھ سے کشتی لڑے وہ اس دنیا میں نہ رہے..... یہ دل اب..... اب اچانک ہی کیشو سنگھ سنبھل گیا..... اسے اس بات کا احساس ہوا تھا کہ یہ بچا ہوا گیا ہے..... مہر النساء اپنی قید سے نکل آئی اور اس کے بعد جو واقعات ہوئے وہ اب ہی بار کیشو سنگھ کے ذہن میں آئے اور وہ اپنا جملہ ادھر اور اچھوڑ کر..... حیرت سے منہ کھول کر..... اب اس نے مہر النساء کو دیکھا اور بولا۔

”تم..... تم مہر النساء ہونا۔“

”ہاں۔“

”مگر یہ سب کچھ۔“

”جو منصوبہ ہم نے بنایا تھا کیشو سنگھ وہ کامیاب ہو گیا ہے۔“

”مگر تم وہاں سے کیسے نکلی تھیں۔“

”بس ایک کوشش کا رگر ہو گئی تھی۔“

”آہ..... ہمیں نجات مل گئی ہے اس وحشی سے، لیکن ان کڑوں والی زنجیر کو توڑنا بڑے بس کی بات نہیں ہے..... یہاں اور کوئی پہریدار نہیں ہوتا..... تم کوئی ایسی چیز تلاش کرو مہر النساء بہن..... جس سے میری یہ زنجیریں کھل جائیں..... کوئی بڑا ہتھوڑا یا ایسی چیز..... سب کچھ توڑنا میرے بس کی بات نہیں ہے..... ہزاروں بار کوششیں کر چکا ہوں..... لیکن زخمی ہو جاتی ہیں..... پاؤں زخمی ہو جاتے ہیں..... کمر دکھنے لگتی ہے اور کچھ نہیں..... مہر النساء خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر دیوار کی طرف دیکھنے لگی..... کھینچا تانی کی شہ ساری کارروائی مضحکہ خیز تھی..... یہ سب کچھ کرنا مہر النساء کے بس کی بات نہیں..... اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ باہر نکل کر کوئی ایسی چیز تلاش کریں..... یہ کام ہو سکے، اس نے کیشو سنگھ سے کہا۔

”نہت نہیں ہارنا کیشو سنگھ..... میں اگر چاہتی تو خود یہاں سے بھاگ سکتی تھی، لیکن..... میں سوچا کہ پہلے اس سے نجات حاصل کر لی جائے پھر ہم دونوں یہاں سے فرار.....“

حاصل کریں..... کیشو سنگھ کے چہرے پر شکر گزاری کے آثار نظر آئے اور اس نے کہا
 ”جاؤ..... تم دیر نہ کرو..... جاؤ..... کوئی ایسی چیز تلاش کرو جس سے یہ کڑیاں نہ
 سکیں اور کچھ نہ ہو تو کم از کم یہ کڑیاں ہی درمیان سے ٹوٹ جائیں کام بن جائے
 مہر النساء دروازے کی جانب بڑھ گئی تھی لیکن بہر حال دل میں ڈر رہی تھی کہ کشندہ
 طرح سارا معاملہ اس وحشی کے شانوں پر چھوڑ کر اس طرح بے خبر تونہ ہو گئی ہوگی
 صرف ایک ہی قیدی تھا اس کا..... لیکن اب صورت حال بدل گئی تھی..... چلو ٹھیک ہے
 سنگھ کے بارے میں وہ سب کچھ جانتی تھی، لیکن بہر حال مہر النساء کے بارے میں بھی
 تھی..... کہیں یوں نہ ہو کہ ساری محنت بے کار ہی چلی جائے اور اب جتنا کام ہو چکا تو
 پیارے کیشو سنگھ کو بے سہارا چھوڑنا کسی طور ممکن نہیں تھا..... پھر مہر النساء وہاں سے نکل
 اور چاروں طرف بھٹکنے لگی..... یہ پرانی حویلی عجیب و غریب طرز و تعمیر کا نمونہ تھی.....
 درپیش کمرے چھوٹی چھوٹی راہداریاں جن کا کوئی جواز سمجھ میں نہیں آتا تھا..... ایک طرف
 سے بھول بھلیاں بنی ہوئی تھیں اور وہ ان بھول بھلیوں سے گزر کر چاروں طرف نگاہ
 دوڑاتی ہوئی کسی ایسی چیز کی تلاش میں تھی جس سے کیشو سنگھ کے ان کڑوں کی زنجیریں
 جاسکیں، لیکن یقین نہیں تھا، ایسی کون سی چیز حاصل کی جاسکتی ہے..... ایک کمرہ تھا جس
 وہ داخل ہوئی..... نیم تاریک ماحول میں وہاں اسے کچھ چیزیں نظر آئیں اور جب اس
 آنکھوں نے ایک وزنی ہتھوڑا دیکھا تو وہ چمک اٹھیں..... ہتھوڑا ایک سمت سے پانچ
 دوسری طرف سے جھینی کا سا ڈیزائن رکھتا تھا..... یوں لگتا تھا جیسے یہ اس مقصد کے لئے
 رکھا گیا ہو اور وہ کیشو سنگھ کی زنجیریں کاٹ دے، چنانچہ مہر النساء نے پھرتی سے ہتھوڑا
 اٹھایا، لیکن جو نہی اس کا دستہ پکڑ کر وہ سیدھی ہوئی اسے اپنے عقب میں سرسراہٹیں
 ہوئیں..... اس نے پلٹ کر دیکھا تو لوہے کا ایک جنگلا اس کے اور دروازے کے درمیان
 حائل ہو گیا تھا..... وہ دروازہ جس سے وہ اندر داخل ہوئی تھی عقبی سمت دیواریں پانچ
 اور وہ چھوٹی سی جگہ تھی..... وہ حیرت سے اس ہتھوڑے کو دیکھنے لگی..... اس نے دیکھا

جس جگہ اپنا ہتھوڑا اٹھا چکی تھی وہاں ساکت ہو گیا ہے..... اس کا اگلا سر زمین پر ویسے ہی پڑا
 باقی اور یہ معلوم ہوتا تھا جیسے وہ زمین میں پیوست ہو..... چند لمحوں کے بعد مہر النساء کی
 سمجھ میں یہ بات آئی کہ وہ ہتھوڑا نہیں ہے بلکہ ایک ایسی چیز تھی جس کو دروازے کا کنٹرول کہا
 جاسکتا ہے یا اس کا دستہ اٹھانے سے آہنی دروازہ چھت سے نکل کر دستہ اٹھانے والے اور
 دروازے کے درمیان حائل ہو جائے..... ناقابل یقین سی بات تھی یہ کہ یہ کیسے سوچا گیا
 تھا..... کیا کشندہ اس پر نگاہیں رکھے ہوئے ہے، کیا یہ سب کچھ ایک سکیم کے مطابق ہے.....
 اس کے علاوہ اور کیا سوچا جاسکتا تھا..... ہتھوڑے کے دستے کو پہلے زمین سے اٹھایا اور اس کے
 بدانت کچکا کر اس نے پوری قوت سے نیچے دبانے کی کوشش کی، یہ سوچ کر کہ شاید آہنی
 دروازہ واپس اپنی جگہ چلا جائے، لیکن وہ اتنا ساکت تھا کہ ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا..... گویا
 اب مہر النساء یہاں قید ہو گئی تھی..... پیارا کیشو سنگھ..... جس کی تقدیر میں شاید آزادی
 نہیں..... فولادی سلاخوں والے دروازے کو دیکھ کر مہر النساء نے اسے بری طرح ہلا ہلا کر
 دیکھا لیکن اس میں کوئی جنبش نہیں تھی..... بالکل سوچی سمجھی سکیم معلوم ہوتی تھی، بالکل
 سوچا سمجھا منصوبہ تھا..... گویا ایک قید خانے سے نکل کر دوسرے قید خانے میں آ گئی تھی اور
 اب وہ کالا بھوت بھی موجود نہیں تھا..... بہت دیر تک وہ جدوجہد کرتی رہی..... ہتھوڑے پر
 جس قدر طاقت صرف کر سکتی تھی کر لی، لیکن ایک عورت کے جسم کی طاقت ایسے کاموں
 کے لئے مددگار ثابت نہیں ہوتی..... پھر جب وہ تھک گئی تو ننگے فرش پر دیوار کے ساتھ ٹک کر
 بیٹھ گئی..... بلاشبہ یہ بات بڑی تعجب خیز تھی، لیکن کم از کم مہر النساء کے لئے نہیں، کیونکہ اب
 نہ وہ جن حالات سے گزر چکی تھی، اس میں ایسے انہونے واقعات رونما ہوئے تھے کہ اب
 ان کی توقع پر حیرت نہیں ہوتی تھی..... دکھ ہو رہا تھا یہ سوچ سوچ کر کہ کیشو سنگھ کی نگاہیں
 اس پر لگی ہوں گی..... اس کے دل میں آس پیدا ہو گئی ہوگی..... ہر آہٹ پر وہ انتظار
 کر رہی ہوگی..... اس بات کا کہ وہ واپس پہنچے اور اسے اس طویل قید سے نجات مل جائے.....
 حقیقت اپنی کوئی فکر مہر النساء نے پہلے بھی نہیں کی تھی اب بھی اسے اپنی فکر نہیں تھی،

”تم کیا سمجھتی ہو؟ اس قید خانے سے تم خود نکلی ہو..... جب تمہیں نکالا گیا ہے تو یہ بھی سوچا گیا ہوگا کہ تم بھاگ سکتی ہو..... یہ بھی سوچا گیا ہوگا کہ تمہارے بھاگنے کا نتیجہ بہتر نہیں نکلے گا اور اس کے لئے دوبارہ تمہارے لئے بندوبست کیا ہوگا..... کیا فائدہ ایک کے بعد دوسری مصیبت میں پھنسنے سے“ مہر النساء حیرانی سے ہیرا کی صورت دیکھنے لگی پھر بولی۔

”بات تو سمجھداری کی ہے۔“

”تو بیٹھو“ ہیرا نے کہا اور مہر النساء گہری سانس لے کر بیٹھ گئی..... دیکھ لینا ضروری تھا بات کر لینا ضروری تھا..... اس نے آہستہ سے کہا۔

”تمہارا مطلب ہے ہیرا کہ اب میں آزاد قیدی ہوں۔“

”لو پھل کھاؤ پتا نہیں کب سے بھوک ہو؟“

”ان پھلوں میں کوئی خاص بات ہے کیا“ مہر النساء نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں..... یہ درختوں سے اتارے ہوئے ہیں۔“

”کیسے مان لوں۔“

”تمہاری سوگند“ ہیرا بولا۔

”اڑے واہ قسم بھی میری کھا رہے ہو..... ہیرا“ ہیرا کسی قدر اداسی سے بولا۔

”بھلا کیوں“ مہر النساء نے اس سے سوال کیا تو ہیرا تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر ہیرا نے کہا۔

”پہلے میں تم سے صرف کشکندہ کے حکم سے ملتا تھا..... اب بھی انہی کے حکم سے یہاں آیا ہوں، مگر میرے من میں تمہارے لئے ہمدردی اتر آئی ہے..... تم میری محسن ہو..... تم نے مجھ پر احسان بھی کیا ہے۔“

”میں نے“ مہر النساء حیرت سے بولی۔

”ہاں..... ارجن شاستری مجھے اٹھا کر لے گیا تھا..... بھیٹ چڑھانے کی کوشش کی تھی شے مرنے نے اس وقت میری مدد کی تھی۔“

لیکن بیچارہ کیشتو سنگھ کشکندہ کے جال سے نکلنے کے لئے بے چین تھا اور اس میں کامیابی نہ ہوئی، اب یہ دیکھتا تھا کہ اس قید میں اس کا حشر کیا ہوتا ہے..... کشکندہ کو اس کی اس قید بارے میں کچھ معلوم ہے کہ نہیں اور اسے جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ اس کا محافظ غار مرچکا ہے تو اس کا کیا رد عمل ہوگا؟ وقت گزرتا رہا..... یہاں تک کہ آہستہ آہستہ رات ہو گئی..... بیٹھے بیٹھے تھک گئی تھی پھر وہ لیٹ گئی..... روشن دانوں سے سفید چاندنی چم رہی تھی..... اب تک کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی کسی کو اس کی اس افتاد کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا تھا، جو ہوگا دیکھا جائے گا..... بھاڑ میں جائے سب کچھ..... بہر حال رات بھی انہی سوچوں میں گزر گئی..... صبح ہوئی پھر دوپہر..... پھر شام..... گھپ اندھیرا پھیل گیا اور اچانک اسے کچھ سرسراہٹیں محسوس ہوئیں..... سامنے والا دروازہ یونہی تھا لیکن پچھلے دیوار کھسک رہی تھی اور اس سے روشنی کی لکیریں اندر آنے لگی تھیں..... پھر دیوار پورے طرح ہٹ گئی اور سامنے وہی باغ نظر آنے لگا جسے وہ دیکھ چکی تھی..... ہواؤں کے جھوٹے اندر آئے اور بڑی تازگی محسوس ہوئی..... اچانک ہی مہر النساء کے بدن میں زندگی سی دوڑ گئی وہ تیز رفتاری سے دوڑ کر باہر نکل آئی مگر باہر قدم رکھتے ہی ٹھٹھک گئی، کیونکہ سامنے اسے ہیرا نظر آ رہا تھا..... ہیرا خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا..... اس نے بڑے سکون سے کہا۔

”آؤ..... آجاؤ“ مہر النساء کو ایک لمحے کے لئے حیرت ہوئی تھی..... ہیرا کے چہرے پر غم انگیز تاثرات تھے..... بہر حال وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی اس کے قریب پہنچی، ہیرا کے نزدیک خوش رنگ پھلوں کے تھال رکھے ہوئے تھے..... اس نے اسی طرح مدہم لچے میں کہا۔

”بیٹھو۔“

”تم یہاں کیا کر رہے ہو ہیرا؟“ مہر النساء نے پوچھا۔

”تمہارا انتظار..... بیٹھو۔“

”نہ بیٹھوں تو“ مہر النساء بولی اور ہیرا عجیب سی نگاہوں سے مہر النساء کو دیکھنے لگا پھر بولا۔

”اچھا..... اچھا..... حالانکہ مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم بھی نہیں ہے“ نے کہا پھر بولی۔

”تو پھر میرے اس احسان کا بدلہ بھی چکاؤ۔“

”کہو“ ہیرا سنجیدگی سے بولا۔

”کچھ باتیں پوچھنا چاہتی ہوں۔“

”یہ پھل کھاؤ ان میں کوئی کھوٹ نہیں ہے“ میں نے خود درختوں سے اتارے ہیں..... وہ بولا۔

”کھالوں گی مجھے جلدی نہیں ہے“ مہر النساء نے کہا۔

”عجیب ہو تم..... خیر پوچھو تم جو کچھ پوچھنا چاہتی ہو۔“

”بہت سے سوالات ہیں۔“

”پوچھو۔“

”پہلا سوال یہ ہے کہ جیسا کہ تم کہتے ہو کہ میں اپنی مرضی سے نہیں نکلی بلکہ مجھے وہاں سے نکالا گیا ہے..... کیا تم مجھے یہ بتا سکتے ہو کہ مجھے وہاں سے کیوں نکالا گیا ہے۔“

”مجھ پر یقین کرنا میں نہیں جانتا..... بس مجھ سے کہا گیا ہے کہ تمہاری ہر طرح سے مدد کروں۔“

”کشکندہ کہاں ہے؟“

”حویلی میں۔“

”اسے میری نئی قید کے بارے میں معلوم تھا۔“

”کیوں نہیں؟ جو ہو رہا ہے رانی کشکندہ کی مرضی سے ہو رہا ہے..... ویسے تمہارے لئے وہ بھی حیران ہے۔“

”کیوں۔“

”ہر نام مہاراج اور وہ باتیں کرتے ہیں..... کشکندہ کہتی ہے کہ تم خود بڑی شہنشاہ

بہت کچھ کر سکتی ہو، لیکن نہیں کرتی..... نجانے کیوں؟۔“

”اب وہ مجھ سے کیا چاہتی ہے؟“

”تمہاری سوگند مجھے نہیں معلوم۔“

”بیرا تمہیں ارجن شاستری اٹھا کر لے گیا تھا..... فرض کرو اگر میں اس کی بات مان

لیں تو تمہاری زندگی تو ختم ہو گئی تھی۔“

”ہاں۔“

”اور کشکندہ نے تمہاری مدد نہیں کی تھی۔“

”اول تو رانی کشکندہ کالی کا باپ کرنے لگی ہوئی تھی اور پھر وہ ارجن شاستری سے

بدلتا نہیں کر سکتی تھی۔“

”کیا وہ ارجن شاستری کے مقابلے میں زیادہ قوتوں کی مالک نہیں ہے۔“

”مجھے اس کے بارے میں نہیں معلوم۔“

”اچھا بیرا اچھوڑو..... مجھے تم یہ بتاؤ..... تم مجھے یہاں سے نکال سکتے ہو“ مہر النساء نے

پوچھا اور بیرا چونک کر اسے دیکھنے لگا پھر اداسی سے بولا۔

”بس اور کچھ نہیں پوچھنا مجھ سے؟“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ میں تمہیں یہاں سے نہیں نکال سکتا“ پھر مہر النساء خاموش بیٹھی

تھی۔ کافی دیر تک وہ خاموش رہی..... اسے یہ احساس ہو رہا تھا جیسے اسے کوئی دیکھ رہا

ہے۔ آسمان پر چاند نے سر ابھارا اور مصنوعی روشنیاں مدہم پڑ گئیں..... پورا کھلا چاند

تمہاری آنکھوں کی طرف دیکھ رہا تھا..... پھر وہ آہستہ سے بولا۔

”تب کیے کرنا ہے؟“

”بس کچھ نہیں“ مجھ سے یہی کہا گیا تھا کہ میں تمہاری سیوا کروں..... اچانک ہی ہیرا

بجائے سے کھڑا ہو گیا اور جلدی سے پیچھے ہٹ گیا..... تب مہر النساء نے پلٹ کر دیکھا.....

ہری سنگھ آ رہا تھا..... شیطان ہری سنگھ، جس کے بارے میں بتا دیا گیا تھا کہ اب وہ اصل ہری سنگھ نہیں ہے۔

”جے دیوی“ ہری سنگھ نے مہر النساء سے کہا..... مہر النساء مسکرانے لگی پھر بولی۔
”میں بھی دیوی ہو گئی۔“

”آپ مہان ہیں..... آئیے ذرا میرے ساتھ چلے۔“

”کہاں؟“

”کشکندہ نواس۔“

”یہ کہاں ہے؟“

”زیادہ دور نہیں ہے۔“

”کیا کرنا ہے مجھے وہاں جا کر“ مہر النساء نے پوچھا۔

”ساری باتوں کے فیصلے وہیں جا کر ہوں گے..... کشکندہ دیوی آپ سے کچھ کام کی باتیں کرنا چاہتی ہیں۔“

”کیا.....؟ کون سی کام کی باتیں کرنا چاہتی ہیں وہ مجھ سے۔“

”میں نہیں جانتا دیوی جی! ہری سنگھ نے کہا اور مہر النساء کچھ سوچ کر اس کے ساتھ اٹھ گئی..... باغ کے دو دروازے تھے جہاں وہ آج تک نہیں پہنچی تھی..... ایک مصنوعی پہاڑی ٹیلہ بنا ہوا تھا جس پر جگہ جگہ پھولوں کے جھاڑ اگے ہوئے تھے..... اس ٹیلے کے نیچے ایک نہ آدم چو کو دروازہ نظر آ رہا تھا..... ہری سنگھ اس دروازے سے اے اندر لے گیا..... باہر سے کچھ محسوس نہیں ہوتا تھا اور تاریکی نظر آتی تھی، لیکن اندر چوڑی سی سرنگ تھی جہاں خوب روشنیاں جگمگا رہی تھیں اور یہ روشنیاں دیواروں میں لگے ہوئے پتھروں سے ابھر رہی تھیں..... یہ قیمتی رنگین پتھر سحر زدہ سی روشنی نکھیر رہے تھے..... ہری سنگھ نے کہا۔

”آگے چلتے رہئے سرنگ کافی لمبی ہے۔“

”کہاں تک گئی ہے۔“

”کشکندہ کے نواس تک۔“

”کیا یہ کشکندہ نواس اسی حویلی میں ہے۔“

”نہیں۔“

”پھر۔“

”کہیں اور ہے وہ۔“

”کیا زیادہ دور ہے؟“

”نہیں..... بس یہ سرنگ طے کرنی پڑے گی“ ہری سنگھ بڑا باادب نظر آ رہا تھا اور اس نے کئی قدم پیچھے چل رہا تھا..... لمبی سرنگوں میں سینکڑوں شیشوں کی روشنی تھی، اس کا اختتام ایک روشن دروازے پر ہوا اور مہر النساء نے اس دروازے سے دوسری طرف قدم رکھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ دوسری طرف قدم رکھ کر اس پر ہیبت طاری ہو گئی تھی..... یہ ایک عظیم الشان غار تھا جس کی بلندی ناقابل یقین تھی..... پوری گردن پیچھے کر کے دیکھا جاتا تو چھوٹے چھوٹے سوراخ نظر آتے تھے جن میں اوپر چاند چمک رہا تھا..... غار ٹھنڈا اور پرسکون تھا..... اس میں پتھر کے ستون تھے اور ہر ستون پر کھوپڑیاں بھی ہوئی تھیں..... ان کھوپڑیوں کے جڑے بل رہے تھے اور آنکھوں سے تیز روشنیاں خارج ہو رہی تھیں..... غار کے عین درمیان ایک کالے رنگ کا چوڑا دروازہ تھا اور اس چوڑے پر ایک بھیانک مجسمہ نظر آ رہا تھا..... اس مجسمے کے ہاتھوں میں قدیم انسانی کھوپڑیاں تھیں..... بہر حال ان کھوپڑیوں سے خون ٹپک رہا تھا جو ان سنگی مجسموں پر جمع ہو رہا تھا..... اس کے علاوہ اور بھی بہت سی کھوپڑیاں یہاں جگہ جگہ آویزاں تھیں..... کوئی پچاس سیڑھیاں تھیں جو ایک پلیٹ فارم پر جا کر ختم ہوتی تھیں..... پلیٹ فارم کے اوپر والے حصے پر ایک شکنجہ لگا ہوا تھا جس میں کڑے اور زنجیریں تھیں اور پھر یہیں کشکندہ بیٹھی ہوئی تھی، لیکن مہر النساء کو سب سے زیادہ حیرت جس بات پر ہوئی وہ کیش تھا جو وہیں زنجیروں میں جکڑا ہوا کھڑا تھا اور اس کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت پھیلی ہوئی تھی..... پھر اسے دیکھ کر کشکندہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی اور اس نے

دونوں ہاتھ جوڑ کر جھکتے ہوئے کہا۔

”میں تجھے معاف کر سکتی ہوں۔“

”بہت مہربانی..... ہری سنگھ دیوی کے چرنوں میں پھول چڑھاؤ“ مہر النساء اس وقت زندگی میں پہلی مرتبہ چالاکی سے کام لے رہی تھی اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کچھ باسرا روتیں اس کی مدد کر رہی ہوں..... یہ سب کچھ اس کے ذہن کا کام نہیں تھا، بلکہ کہیں اسے یہ باتیں اس کے ذہن میں آرہی تھیں..... دوسری طرف کیشو سنگھ اس نگاہوں سے مہر النساء کو دیکھ رہا تھا..... غالباً اس کے دل میں یہی خیال تھا کہ دیکھو ہر شخص اپنی بچت کے لئے سب کچھ کر لیتا ہے، کوئی کسی کے کام نہیں آتا اور غالباً اسے کشندہ نے سب کچھ بتا دیا تھا، یہ بھی بتا دیا تھا کہ مہر النساء کا لکادیوی ہے..... ادھر مہر النساء اپنے طور پر فیصلے کر رہی تھی اس نے دیکھا کہ ہری سنگھ نے اس کے قدموں میں پھولوں کے انبار لگا دیئے ہیں اور کشندہ گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی اس کے سامنے گردن جھکائے ہوئے ہے..... تب مہر النساء نے کہا۔

”کشندہ..... کیا کا لکادیوی کو خون کی بھیٹ نہیں دے گی۔“

”دوں گی دیوی..... خون کی بھیٹ دوں گی..... اس لئے تو اس پاپی کو یہاں بلوایا ہے..... اس نے کیشو سنگھ کی طرف اشارہ کیا۔“

”یہ بھیٹ ہم خود اپنے ہاتھوں سے لیں گے“ مہر النساء نے کسی اور جذبے کے تحت کہا۔
”جو حکم مہارانی کا۔“

”مگر سن ہمیں ہماری پسند کی بھیٹ دے گی یا اپنی پسند کی۔“

”اے آپ کی پسند کی بھیٹ دے گی..... مہارانی جی..... مہادیوی جی۔“
”ٹھیک ہے انتظام کر“ ہری سنگھ نے خوشی خوشی چاندی کا ایک بڑا سا تھال جسے کے قدموں میں رکھ دیا اور اس کے بعد کیشو سنگھ کی زنجیریں کھولنے لگا..... اس نے کہا۔

”مہادیوی یہ بڑا خطرناک آدمی ہے..... ہم نے اس کے پیروں میں زنجیریں ڈال رکھی ہیں اسے لکادیوی کا لکے چرنوں میں زنجیروں سمیت لایا جائے گا اور یہاں اس کی جلی دی جائے

”جے کا لکادیوی..... جے کا لکادیوی..... جے کا لکادیوی“ لیکن یہ کا لکادیوی کون تھی اور کہاں تھی..... مہر النساء کو اس بارے میں کچھ معلوم نہ تھا..... وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی اور کشندہ آگے بڑھ کر اس کے قدموں میں جھک گئی پھر کشندہ نے کہا۔

”مجھے نہیں معلوم تھا..... مجھے نہیں معلوم تھا، لیکن شاستری نے مجھے بتایا بھی نہیں تھا کہ تم کون ہو؟ اب مجھے معلوم ہو گیا ہے شاما ہتی ہوں میں تم سے..... اچانک ہی مہر النساء کے ذہن میں ایک تجویز آئی، جب اس شیطان گھر میں سارے عملی شیطان ہی رہتے ہیں تو یہ کیوں نا وہ مکاری سے کام لے، چنانچہ اس نے گردن خم کر کے کہا۔

”کشندہ جب تجھے حقیقت نہیں معلوم تھی تو تو نے ہمارے ساتھ وہ سلوک کیوں کیا جو تجھے نہیں کرنا چاہئے تھا۔“
”غلطی ہو گئی تھی۔“

”تو پھر اب تو بتا کہ ہمیں کیا کرنا ہے؟“

”ارجن شاستری مہان ہیں..... میں ان کی مہانت کو نہیں جانتی تھی لیکن اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ تو کا لکادیوی کو نیا روپ دے رہے ہیں..... کا لکامندر بنانا چاہتے ہیں اور اس کے لئے انہوں نے اپنا سب کچھ گنوا دیا ہے..... اپنے بدن کا گوشت تک بیچ دیا ہے..... مجھے نہیں معلوم تھا کہ اتنا مہان آدمی تمہارا سر پرست ہے اور تم اس کی بیٹی ہو..... مجھے یہ بات نہیں معلوم تھی کہ تم سنسار میں کا لکادیوی بننے والی ہو..... یہ بات تمہیں معلوم ہے مہادیوی جب تم کا لکادیوی بن جاؤ گی اور کا لکامندر میں سارے جادو گروں کی گردنیں جھکیں گی جو پہلے بھی کا لکادیوی کے سامنے جھکتی رہی ہیں تو وہ صرف میں ہوں گی جو تمہاری سب سے پہلی داس ہوں گی..... مجھے نہیں معلوم تھا کا لکادیوی۔“

”اب تجھے معلوم ہو چکا ہے کشندہ۔“

”ہاں..... اور میں چاہتی ہوں کہ تم مجھے معاف کر دو۔“

گی آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔۔۔ ہری سنگھ تم اس کی فکر مت کرو۔۔۔۔۔ میری شہزادی کے سامنے اس کی شہتی کچھ بھی نہیں رہے گی۔“

”جو عظم دیوی کا تو کیا میں اس کی زنجیریں کھول دوں“ ہری سنگھ نے کہا۔

”ہاں“ اور کھانڈا ہمارے ہاتھ میں دو“ مہر النساء نے کہا اور کھانڈا اس کے ہاتھ میں دے دیا گیا۔۔۔۔۔ یہ ایک مضبوط فولاد کا بنا ہوا کھانڈا تھا جسے اگر پتھر پر بھی استعمال کیا جاتا تو پتھر بھی اس سے کٹ جاتا۔۔۔۔۔ مہر النساء نے کھانڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور پھر اس نے

اداکاری شروع کر دی۔۔۔۔۔ ایک طرف ہری سنگھ دوسری طرف کشکندہ اس کے سامنے دو زانوں بیٹھ گئے۔۔۔۔۔ ادھر کیشو سنگھ کے ہاتھوں اور پیروں کی زنجیریں کھول دی گئی تھیں، لیکن وہ پتھر کے بت کی مانند اپنی جگہ ساکت کھڑا ہوا تھا اور یہ بات مہر النساء کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ کیشو سنگھ پر اس وقت شرافت کا بھوت کیسے سوار ہے، جبکہ اس نے اس دیوبنگا

درندے تک کو ختم کر دیا تھا، لیکن شاید کیشو سنگھ پر حیرت کا غلبہ تھا اور وہ بات کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔۔۔۔۔ مہر النساء نے آنکھیں بند کیں۔۔۔۔۔ زندگی میں پہلی بار ایسا عمل کرنے جاری تھی جو اس نے کبھی نہیں کیا تھا۔۔۔۔۔ کیشو سنگھ اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا اور اصول کے مطابق اس نے کھانڈے سے اس کی گردن اڑا دینی تھی۔۔۔۔۔ کھانڈا اس کے ہاتھ میں آتا تو اس کے بازو

اس قدر طاقتور نہیں تھے، لیکن اس وقت وہ اپنے ارادوں کے تحت اپنے بازوؤں کی طاقت کو بخوبی اندازہ لگا رہی تھی، جو کام وہ کرنا چاہتی تھی وہ کر سکتی تھی اس وقت۔۔۔۔۔ اچانک ہی اس نے کھانڈا بلند کیا اور کیشو سنگھ نے آنکھیں بند کر لیں، لیکن دوسرے لمحے کھانڈا کشکندہ کی گردن پر پڑا اور کشکندہ کی گردن کئی فٹ دور جا پڑی۔۔۔۔۔ اس کے ساتھ ہی کشکندہ کی چیخ بول دی تھی۔۔۔۔۔ اس کا دھڑلگ اور گردن الگ ترپنے لگی تھی اور پھر اس سے اتنا خون بہا کہ کوئی

دیکھے تو اسے یقین نہ آئے۔۔۔۔۔ ہری سنگھ اپنی جگہ سے اٹھا۔۔۔۔۔ اسی دوران جیسے کیشو کو بچا ہوش آ گیا تھا۔۔۔۔۔ اس کے چہرے پر مسرت بھری مسکراہٹ پھیل گئی تھی اور اس وقت

مہر النساء چنٹی۔

”کیشو سنگھ۔۔۔۔۔ ہری سنگھ کو پکڑو“ اور پھر کیشو سنگھ نے ہری سنگھ کی طرف چھلانگ

ماری۔۔۔۔۔ ہری سنگھ بری طرح بھاگا تھا لیکن کیشو سنگھ نے چھٹ کر اسے کسی عقاب کی طرح

پڑا اور اس کے بعد اس نے ہری سنگھ کو سر سے بلند کر کے ایک نوکیلے پتھر پر دے مارا۔۔۔۔۔

نئی جسم کو اس طرح دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر گرتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا ہوگا، لیکن

ہری سنگھ کے جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے۔۔۔۔۔ ایک پتھر کے اس طرف پڑا تھا اور دوسرا اس

رف۔۔۔۔۔ نار میں اس وقت جو بھیانک منظر پھیلا ہوا تھا وہ ناقابل یقین تھا لیکن جو ہونا تھا وہ

دیکھا تھا۔۔۔۔۔ بھیانک آوازیں چاروں طرف ابھر رہی تھیں۔۔۔۔۔ ایک طرف کشکندہ کا بدن پڑا

پڑا تھا اور دوسری طرف ہری سنگھ کا۔۔۔۔۔ رفتہ رفتہ یہ دونوں بدن ساکت ہو گئے۔۔۔۔۔ دو

بیاک لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔۔۔۔۔ کیشو سنگھ نے مہر النساء کو دیکھا اور بولا۔

”مہر النساء بہن تم نے وہ کر ڈالا جو بہر حال۔۔۔۔۔ ہونا تھا، لیکن کب اور کیسے یہ نہیں

علوم تھا مہر النساء پر ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی، اچانک ہی اسے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے

اس نے اب تک جو کچھ کیا ہے اس میں اس کا کوئی دخل نہیں تھا بلکہ کچھ اور قوتیں اس سے یہ

ب کر وار ہی تھیں۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

”کیشو سنگھ۔۔۔۔۔ تم باہر جاؤ ساری صورت حال کو سنبھالو لیکن اس سے پہلے تم اگر مجھے

بڑا گڑھی سے باہر نکال دو تو میں تمہارا یہ احسان مانوں گی“ کیشو سنگھ نے مہر النساء کو حیرانی سے

دیکھا اور کہا۔

”مہر النساء بہن اب جبکہ میری زندگی نئے سرے سے واپس لوٹ آئی ہے آپ جانے

بات کر رہی ہیں۔۔۔۔۔ میں تو چاہتا ہوں کہ۔“

”نہیں کیشو سنگھ۔۔۔۔۔ میرے لئے جو بہتر ہے اگر تم وہ کرنا چاہتے ہو تو تمہاری مہربانی

میں نہ پھر تم سے اجازت لئے بغیر مجھے جانا پڑے گا۔“

”نہیں۔۔۔۔۔ میں آپ کے احسانوں کا صلہ ضرور دوں گا، مہارانی جی“ کیشو سنگھ نے کہا

اور اس کے بعد اس نے مہر النساء کی خواہش کے مطابق اسے خاموشی کے ساتھ دیر گزشتہ سے باہر نکال دیا۔ اس نے ایک رتھ ساتھ کر دیا تھا مہر النساء نے کہا تھا کہ اسے رتھ بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خود رتھ چلا لے گی۔ بیلوں کا ساتھ کافی تھا۔ مہر النساء گڑھی سے آگے نکل کر ایک ویران علاقے میں پہنچ گئی۔ اب اس کا رخ کسی نامعلوم سمت تھا۔ مہر النساء نے کہاں جانا تھا اسے کچھ معلوم نہیں تھا، بس وہ یہ سوچ رہی تھی کہ ویر گڑھی کے معاملات تو ٹھیک ہو گئے، لیکن ارجن شاستری اس کا پیچھا چھوڑے نہیں۔ یہ بات تو اللہ ہی جانتا تھا۔



سفر کرتی رہی۔ اسے خود بھی کبھی کبھی اس بات کا احساس ہوتا تھا کہ اس کا بدن بکالے شک ہے لیکن روح تو مہر النساء کی ہی ہے۔ آج تک وہ مہر النساء کے انداز میں ہی جیتی رہی تھی۔ ایک بار بھی اس نے کشاکش کے بدن کو قبول نہیں کیا تھا، لیکن مہر النساء کی جان بونے کے باوجود وہ اس قدر خطرناک حالات کا مقابلہ کیسے کر رہی تھی۔ یہ سب کچھ بے دور ہے۔ اسے خود اس بات کا اندازہ نہیں تھا۔ اس وقت بھی وہ اس لقا و دق بدن میں رتھ دوڑا رہی تھی۔ بہت سے خیالات دماغ میں آکر گزر رہے تھے۔ کیشو نے یاد آتا تھا تو ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہوتا تھا۔ بہر حال بیچارے کی مدد ہو گئی یہ نئی بات ہے لیکن یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس سے ارجن شاستری کو کوئی نقصان پہنچایا نہ ہو۔ آخر کار بیل تھک گئے، رات ہو گئی، اس وقت وہ ایک ایسی جگہ تھی جہاں سامنے ہی باغ نظر آ رہا تھا۔ بیلوں کو اس نے باغ کے کنارے چھوڑا۔ رتھ سے نیچے اتر گئی اور باغ میں داخل ہو گئی۔ اندھیرا ہوتا چلا آ رہا تھا۔ دور دور تک کسی بستی کے آثار نہیں نظر آتے۔ کوئی روشنی بھی نہیں تھی۔ وہ آگے بڑھتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد اسے ایک روشنی نظر آئی گئی۔ یہ روشنی باغ کے درمیان درختوں سے گھری ہوئی کسی جگہ میں روشنی تھی۔ دو وہاں پہنچی تو اسے ایک بہت بڑی جھونپڑی نما عمارت نظر آئی۔ بظاہر وہ ایک شاہی محل تھا۔ بہر حال اس نے سوچا کہ باغ کا رکھوالا یہاں موجود ہو گا۔ دروازے پر

”میں تم دونوں باپ بیٹی کو دیکھ لوں گا..... اچھی طرح دیکھ لوں گا..... میری بیٹی کا شریک ہے نا تمہارے پاس، اس لئے آج تک میں نے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا لیکن اب مجبوری ہے..... اب مجبوری ہے..... کشکا کا شریر واپس کر دو..... کشکا کا شریر مجھے واپس کر دو..... اب یہ تمہارے لئے نہیں ہے..... ار جن شاستری نے کہا اور اچانک ہی اس نے اپنے سوکھے ہوئے ہاتھوں کی مٹھیوں میں موجود کالے رنگ کے دانے مہر النساء پر اچھال دیئے..... دانے زمین پر پڑے اور ایک روشن حصار مہر النساء کے گرد قائم ہو گیا..... وہ حصار کی قیدی بن گئی اور اپنے ہاتھوں سے ان دیواروں کو ٹٹولنے لگی جو اس کے چاروں طرف بن گئی تھیں اور جن کے پار با آسانی دیکھا جاسکتا تھا، لیکن اچانک ہی اس نے اپنے عقب میں ایک پھنکار سنی اور چونک کر پلٹی..... کالے رنگ کی ایک ناگن کندلی مارے ہوئے بیٹھی تھی..... ار جن شاستری نے دوسرا عمل کرنا شروع کر دیا، اس نے کہا۔

”سن مہر النساء آج تیرے سامنے دور استے ہیں، جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ اپنے منہ سے ادا کر..... یہ ایسے بول ہیں جو تجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کالکا بنا دیں گے..... یہ بول اپنے منہ سے ادا کر کے تو کالکا دیوی بن جائے گی..... میں نے بڑی مشکل سے یہ عمل تیار کیا ہے..... اگر تو نے یہ بول نہ بولے تو اس کے بعد میں تجھ سے کشکا کا شریر چھین لوں گا اور تجھے اس ناگن کا شریر دے دوں گا..... تو ناگن کے روپ میں جیون بتائے گی اور اس کے بعد میں نہیں کہہ سکتا کہ میں تجھے خود کسی اور کاروپ دے سکتا ہوں یا نہیں..... بول کیا فیصلہ کیا تو نے؟“

”جو بول تو مجھے بتائے گا وہ مجھ سے میرا ایمان چھین لیں گے یہی بات ہے نا۔“

”ایمان..... ایمان..... ایمان کون سے ایمان کی بات کر رہی ہے تو..... میری سمجھ میں تو میرا ایمان ہی نہیں آتا۔“

”تیری سمجھ میں اگر میرا ایمان آجاتا ار جن شاستری تو تو انسان نہ ہوتا..... تیری سمجھ میں یہ کبھی نہیں آئے گا..... کیا سمجھا؟“

”ٹھیک ہے تو پھر تیار ہو جا آج تجھے سنسار میں ایک نئی شکل اختیار کرنا ہوگی..... ناگن

”بس..... بس بھاگ جا یہاں سے اور سن اس جگہ کو یاد رکھنا تھک جائے اور دل میں یہ خیال آئے کہ غلطی کر بیٹھی ہے اور بھول کر بیٹھی ہے..... میری بات تجھے مانی چاہئے تھی تو بُرے تلاش کرتی ہوئی یہاں آ جانا..... ہو سکتا ہے میرے من میں تیرے لئے دیا آجائے اور تجھے واپس انسان بنا دوں، لیکن اگر دوبارہ یہاں آئے تو سوچ کر آنا ورنہ وہی ہو گا جو میں نے کہا..... اس سے الگ تیری کوئی بات ماننے والی نہیں ہوگی..... جاباب بس اس سنسار میں نہ رہ..... میں دیکھوں گا کہ تو اور تیرا پتا کتنے گیان والا ہے..... اچانک ہی مہر النساء کی

آنکھیں بند ہو گئیں..... اسے یوں لگا جیسے تیز آندھیاں چل رہی ہیں اور تیز ہواؤں سے اس کا بدن ادھر سے ادھر لڑھک رہا ہو..... اس نے ہاتھوں سے کوئی چیز پکڑنے کی کوشش نہ کی تاکہ اس کا بدن ادھر ادھر نہ لڑھکنے پائے لیکن ہاتھ تھے ہی کہاں..... وہ تو ناگن تھی..... صرف ایک ناگن جس کے بارے میں یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ کس طرح کی ہے..... پھر تیز ہوا میں ختم ہو گئیں اور اس کے بعد جب مہر النساء نے آنکھیں کھولیں تو ایک عجیب و غریب منظر اس کی نگاہوں کے سامنے تھا..... کچھ آوازیں گونج رہی تھیں..... بدن میں پتھروں کی جھن جھن کا احساس تھا..... اس نے آنکھیں کھولنا چاہیں لیکن غنودگی جیسی کیفیت محسوس ہو رہی تھی..... بمشکل تمام اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کا سانس رکنے لگا..... یہ تو ایک بڑی ہی عجیب و غریب جگہ تھی..... ایک بہت بڑا سیاہ پر ہیبت چبوترہ، جس پر ایک ناگ بیٹھا ہوا تھا..... اس کا چوڑا پھن پھیلا ہوا تھا اور گردن سے نیچے بالوں کے گچھے نظر آرہے تھے..... اس کی آنکھوں میں وحشت ناک سرخی پھیل رہی تھی..... سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا ہے؟ اس کے سامنے پیتل کی ایک تھالی رکھی ہوئی تھی..... اس میں دودھ بھرا ہوا تھا..... چبوترے کے نیچے بے شمار سانپ لہرا رہے تھے..... ان کی پھنکاروں سے قرب وجوار کا ماحول بری طرح گونج رہا تھا..... ایک لمحے کے لئے مہر النساء اپنا وجود بھول گئی..... خوف سے اس کے بدن میں لہریں دوڑنے لگیں..... وہ شدید بے چینی کا شکار ہو گئی..... آہ..... کتنا بڑا دل لے کر آئے کتنا بڑا سینہ لے کر آئے کہ ان حالات سے نمٹ سکے..... اس نے خاموشی سے اپنے آپ کو سینا اور آہستہ آہستہ ریگتی ہوئی آگے بڑھ گئی..... شاید وہ سانپوں کی بستی میں پہنچ گئی تھی، لیکن ظاہر ہے وہ ناگ نہیں تھی دوڑتی ہوئی کافی دور نکل آئی..... سانپوں کا وہ انبار عظیم پیچھے رہ گیا تھا، لیکن جب وہ تھکی اور جھاڑیوں کے ایک جھنڈ میں بیٹھ کر سستانے لگی تو اچانک ہی اس کے کانوں میں ایک مدہم سی سرگوشی سنائی دی۔

”تو کون ہے اے اجنبی ناگن“ وہ ایک دم چونک پڑی..... اپنے دائیں سمت دیکھا : انتہائی گہرے رنگ کا سیاہ ناگ تھوڑے فاصلے پر بیٹھا تھا اور یہ اس کی پھنکار تھی جو آواز سنائی

مہر النساء کے کانوں تک پہنچی تھی..... مہر النساء نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔
”تو کون ہے“
”میرا نام کاروشا ہے اور میں شیش ناگ کا ہزارواں بیٹا ہوں۔“
”مم..... مگر میں..... میں۔“
”تو یقین کر میں نے پہلی بار تجھے دیکھا ہے اور اس وقت دیکھا ہے جب تو سانپ قبیلے سے بھاگ کر ادھر آئی تھی۔“

”جا..... میں بس..... میں کون ہوں، کیا ہوں؟ یہ جاننے کی کوشش نہ کر..... یہ جاننا میرے لئے بہتر نہ ہوگا۔“

”میں تجھ سے کہہ چکی ہوں کہ مجھے پریشان نہ کر“ مہر النساء نے کہا اور جھاڑیوں سے نکل کر تیز رفتاری سے چل پڑی..... وہ زمین پر ریگتے ہوئے بڑی عجیب سی کیفیت محسوس کر رہی تھی، اس کا لچکدار سیاہ جسم برق رفتاری سے سفر کر رہا تھا، لیکن کئی بار اس نے دیکھا..... کاروشا مسلسل اس کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا ہے..... اس کے بدن میں خوف کی لہریں دوڑتی رہیں..... آہ میں ناگن نہیں ہوں..... میں انسان ہوں کاروشا..... میں انسان ہوں..... وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی..... کاروشا سے کہنا چاہ رہی تھی لیکن کہہ نہ پائی..... نجانے کتنا طویل سفر طے کر لیا اس نے اور پھر اچانک ہی کاروشا اس کے قریب پہنچ گیا۔

”آگے نہ جا..... آگے نہ جا..... دیکھ دو سپیرے سانپ پکڑتے پھر رہے ہیں..... لے جائیں گے تجھے پکڑ کر..... باز آجا“ مہر النساء کے ذہن میں ایک تجویز آئی گئی اس نے سوچا اس ناگ سے بچنے کا یہی طریقہ ہے کہ وہ اس سپیرے کے قبضے میں آجائے..... اس نے دو بیمروں کو بھی دیکھ لیا تھا جو بین بجاتے ہوئے ادھر چلے آ رہے تھے اور یہ حقیقت تھی کہ اس

بن تیرے اس علم میں..... اور اس کے بعد اس نے اپنے آپ کو نقد پر چھوڑ دیا، لیکن ایک نئی دنیا کے بہت سے مسائل اس کی آنکھوں کے سامنے آئے..... سپیرے نارائن کے گھر میں بھی برے حالات تھے..... تین نوجوان بیٹیاں تھیں جن میں ایک پٹیا تھی..... ایک رجنی تھی اور ایک پوجا..... تینوں بڑی ہی دلچسپ اور ہنسنے ہنسانے والی لڑکیاں تھیں، لیکن نارائن کو ن کا خوف بری طرح پریشان کرتا رہتا تھا..... نارائن کی دھرم پتی ودھیا بڑی جھگڑالو قسم کی عورت تھی..... ہر وقت لڑتی جھگڑتی ہی رہتی تھی..... پہلی شاندار لڑائی ٹوکری میں بند سنی زندگی کے ایک نئے روپ سے دوچار ہوئی..... سپیرا نارائن شاید کہیں سے آیا تھا.....

دھیانے کہا۔

”کیا لے آئے نارائن مہاراج؟“

”کچھ نہیں..... بس تھوڑے سے گیہوں مل گئے ہیں تو ایسا کرا نہیں چکی میں پیس لے۔“

”ہائے..... ہائے..... ہائے..... چکی تو جیسے تمہارے ماتا پتا ورثے میں چھوڑ گئے ہیں، تمہارے لئے۔“

”لڑنے جھگڑنے کے علاوہ تجھے اور کچھ آتا ہے ودھیا۔“

”پہلے آتا تھا اب نہیں آتا..... اب تو یہی لڑائی جھگڑا میرا جیون بن چکا ہے۔“

”ارے بابا..... پڑوس میں جا کر چکی پر یہ اناج پیس لا..... روٹی تو بکے گھر میں۔“

”پڑوسی بھی تنگ آچکے ہیں اور میں پڑوسیوں کے طعنوں سے تنگ آچکی ہوں.....“

”بہن کی کہ وہ دھیانیر اپنی گھر میں ایک چکی تک نہیں لاسکتا..... روز روز آجاتی ہے۔“

”پاگل..... میں روز اناج کب لاتا ہوں..... یہ اناج تو میں ادھار لے کر آیا ہوں۔“

”شرم نہیں آتی تمہیں..... گھر کے دروازے پر صبح ادھار والے آکر دستک دیتے ہیں۔“

”تجھے کیا تو تو نہیں جانتی ان سے باتیں کرنے کے لئے۔“

”شرم سے نہیں جانتی..... کیسے منہ دکھاؤں ان لوگوں کو جو ادھار دیئے جاتے ہیں اور

بین کی آواز پر نجانے کیوں اس کے ذہن میں ایک غنودگی سی چھانے لگی تھی..... کارو شاکی بولا۔

”دیکھ..... ادھر نکل چل ان جھاڑیوں میں..... ابھی انہوں نے ہمیں دیکھا نہیں ہے..... بین کی آواز ہمارے حواس چھین لے گی..... نکل چل ادھر ابھی بچنے کا یہی ایک طریقہ ہے ورنہ ہم بچ نہیں سکیں گے..... دیکھ میری بات مان لے..... میں تیرا دوست ہوں، تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا لیکن مہر النساء اس وقت سپیروں کی بین کے سروں میں کھو گئی تھی..... وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی، لیکن اس سے سنبھلا نہیں جا رہا تھا..... کارو شاکی کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی..... تھوڑی دیر

کے بعد وہ اس قدر سحر زدہ ہو گئی کہ سپیرے نے آکر اس کے پھن پر ہاتھ ڈال دیا..... سپیرے کے ساتھ ایک نوجوان لڑکا تھا..... اس نے جلدی سے ایک ٹوکری آگے بڑھا دی اور سپیرے نے مہر النساء کو ٹوکری میں بند کر دیا..... دونوں بہت خوش نظر آرہے تھے اور کچھ فاصلے پر کارو شامایوسی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا، اسے بے حد غم تھا..... وہ اس ناگن کے لئے بہت

پریشان ہو گیا تھا..... پھر جب سپیرا اپنے بیٹے کے ساتھ اپنے گھر کی طرف چلا تو کارو شامایوسی ان کے پیچھے پیچھے تھا..... سپیرے کا نام نارائن تھا اور اس کا جوان بیٹا بنسی اس کے ساتھ تھا..... ایک نئی کہانی کا آغاز ہوا تھا..... جب مہر النساء کو ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ٹوکری میں بند پایا اور اس کا دل بری طرح دھڑکنے لگا..... یہ کیا ہوا؟ یہ تو بہت برا ہوا.....“

سوچنے لگی..... ماضی کے تمام واقعات اس کے ذہن میں تازہ ہو گئے..... ایک بار پھر ارجن شاستری نے اسے مشکل میں ڈال دیا تھا..... بہر حال جو کچھ ہوا تھا بنسی خوشی برداشت کرنا تھا..... تقدیر کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں، جو کچھ ارجن شاستری چاہتا ہے وہ کسی طور ممکن ہی نہیں ہے..... کالی کی پجارن بننے کے بجائے وہ ہزار بار موت کو ترجیح دیتی تھی، جو چیز اس کا

ایمان قبول نہیں کرتا تھا وہ اس پر کیسے عمل کر سکتی تھی..... ٹوکری میں بند اس نے سوچا کہ ٹھیک ہے ارجن شاستری تجھ سے جو کچھ کیا جا سکتا ہے تو کر لے دیکھو گی کہ کتنی وسعتیں

انہیں ادھار واپس ملنے کی امید نہیں ہوتی۔“

”اب لڑے جھگڑے جائے گی یا جا کر آنا پیستی ہے..... بھوک کے مارے دم نکلا ہے۔“

”اتنی آسانی سے دم نہیں نکلتا نارائن مہاراج اور اسے دیکھو ہاتھی کا ہاتھی ہو گیا پوٹ کا قد ہو گیا مگر باپ کے ساتھ ٹوکریاں لئے جنگلوں میں مارا پھرتا ہے..... ارے میں کہتی ہوں کہ کسی ناگ یا ناگن ہی کی بد دعا ہے تم پر جو تمہاری روزی رزق اس سلسارے مٹ گیا ہے۔“

”چل ٹھیک ہے بھئی..... روٹی نہیں کھلاتی نہ کھلا۔“

”روٹی کھاؤ گے کیا..... روٹی کھلا رہی ہوں تمہیں ابھی..... ارے میں کہتی ہوں کہ ان ٹوکریوں کو اٹھا کر باہر پھینکوں..... کوئی ڈھنگ کا کام کرو باپ بیٹے تاکہ گھر میں روٹی تو پکے۔“

”باپ دادا یہی کرتے آئے ہیں ودھیا..... کیسے اپنے باپ دادا کا دھندا اچھوڑ دوں۔“

”وہ بھی نکھٹو..... نکمے رہے ہوں گے ان کی عورتیں بھی اسی طرح روتی بیٹتی رہی ہوں گی..... چولہے میں جائیں تمہارے ماتا پتا اور پرکھے..... پتا نہیں میرے ماتا پتا کو کیا سوچتی تھی جو میرا ہاتھ پکڑ کر تیرے ہاتھ میں دے دیا۔“

”توبہ ہے ودھیا..... توبہ ہے۔“

”ماتا جی..... کیوں لڑے جارہی ہو پتا جی سے..... یہ غالباً کسی لڑکی کی آواز تھی۔“

”تو چپ بیٹھ بڑوں کے بیچ میں بولتے شرم نہیں آتی..... ہتھنی کی ہتھنی ہو گئی ہے ارے..... لے تیرے پتا جی گہوں لائے ہیں جاذرا پیس کر لا۔“

”لاؤ..... اتنی دیر سے سن رہی ہوں، پتا جی کی بے عزتی کئے جارہی ہو، لاؤ مجھے دو..... ابھی گہوں پیس کر لاتی ہوں..... لڑکی نے ہاتھ سے تھیلایا اور شاید باہر چلی گئی..... ودھیا دیوی بکٹی جھکتی رہی تھی اور مہر النساء درد بھرے انداز میں سوچ رہی تھی کہ گھرانے اپنے بھی ہوتے ہیں جہاں زندگی کا آغاز ایسے ہوتا ہے اور انجام نجانے کیسے ہوتا ہوگا۔“

بہر حال..... یہ تو دنیا کے تجربات تھے خود اس پر جو بیٹی تھی شاید بہت ہی کم ایسی لڑکیاں ہوتی ہوں جن کے ساتھ واقعات یہ سلوک کرتے ہوں، لیکن بہر حال..... نارائن کا گھرانہ بڑا لچپ تھا..... پورا دن دلچسپ ہنگامے ہوتے رہے تھے..... یہاں تک کہ رات ہو گئی اور بہر رات کا کون سا پہر تھا جب مہر النساء نے ٹوکری کے آس پاس کسی ناگ کے پھنکارنے کی نوازیں سنیں..... وہ نیم غنودہ کیفیت میں تھی لیکن پھنکاریں ٹوکری کے بالکل قریب تھیں، چنانچہ جاگ گئی اور پھر اسے چند ہی لمحوں کے بعد معلوم ہو گیا، وہ کاروشا ہے..... مہر النساء دل ہی دل میں ہنسنے لگی، یہ پاگل ناگ اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا ہے..... وہ نہیں جانتا کہ اصلیت کیا ہے، لیکن کیا کرتی..... کیا بتاتی اسے؟ کافی دیر تک کاروشا اس کی ٹوکری کے گرد چکراتا رہا اور اس کے بعد وہ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گیا..... بہت وقت گزر گیا تھا اور ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں نیم خوابیدگی کی کیفیت تھی کہ اچانک ہی اس کے جسم کو دھکا لگا اور اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ نیچے گر رہی ہو..... ٹوکری درحقیقت نیچے گر رہی تھی، غالباً وہ کسی اونچی جگہ رکھ دی گئی تھی، لیکن دوسرے لمحے اسے ساری حقیقت معلوم ہو گئی..... ٹوکری کو اوپر سے نیچے گرانے والا بھی کاروشا ہی تھا جس نے بڑی محنت کر کے اس کو نیچے پھینکا تھا اور نیچے گر کر ٹوکری کا ڈھکن کھل گیا..... مہر النساء نے کاروشا کو دیکھا تھا جو اس کے قریب ہی موجود تھا اور ابھی دیوار سے نیچے اترا تھا..... کاروشا اس کے قریب پہنچ کر بولا۔

”جلدی سے باہر نکل چلو..... اس وقت سب سو رہے ہیں..... اگر سپیر اجاگ گیا تو پھر تمہیں پکڑ لے گا“ مہر النساء نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور اس کے بعد وہ کاروشا کے ساتھ زمین پر مل کھاتی ہوئی آگے بڑھتی رہی..... تھوڑی دیر بعد کاروشا ایک نالی کے ذریعے باہر نکل آیا تھا..... باہر جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں..... ایک درخت تھا جس کے تنے کے نیچے ایک بڑا سا سوراخ تھا..... کاروشا نے غالباً اسی سوراخ میں اپنا ٹھکانہ بنایا تھا..... اندر جا کر یہ سوراخ بہت بڑا تھا اور اتنا کشادہ تھا کہ وہ دونوں کنڈلی مار کر وہاں بیٹھ سکتے تھے، اس سوراخ میں

داخل ہونے کے بعد کاروشا نے کہا۔

”فی الحال یہ محفوظ جگہ ہے اور ہمیں یہاں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔“

”تم نے مجھے آزاد کرانے کے لئے بہت کوشش کی ہے کاروشا۔“

”میں تمہارے لئے دیوانہ ہو گیا ہوں..... اب میری زندگی میں تمہارے علاوہ اور کچھ نہیں رہا ہے..... میں تمہیں آزاد کرائے بغیر خود زندہ نہیں رہنا چاہتا تھا۔“

”کاروشا..... تم ناگ ہونا۔“

”ہاں..... کیوں؟“

”مگر میں ناگن نہیں ہوں۔“

”کیا مطلب؟“

”مجھے ایک بات بتاؤ۔“

”ہاں پوچھو۔“

”کیا تم سانپوں کے پاس ایسی کوئی شناخت نہیں ہوتی کہ تم ناگن کا پتا چلا سکو۔“

”تم کیا کہنا چاہتی ہو..... یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“

”اچھا یہ بتاؤ..... تم نے پہلے کبھی مجھے اپنے قبیلے میں دیکھا۔“

”نہیں۔“

”وجہ بتا سکتے ہو۔“

”وجہ صاف ظاہر ہے تم کسی اور قبیلے میں رہتی ہوگی۔“

”نہیں کاروشا اپنے خیال کی تصحیح کرلو..... میں سرے سے ناگن ہوں ہی نہیں۔“

”کیا کہہ رہی ہو تم میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔“

”میں انسان ہوں۔“

”کیا.....؟“ کاروشا حیرت سے بولا۔

”ہاں میں انسان ہوں“ کاروشا بہت شدید حیرت کا شکار ہو گیا تھا..... اس نے کہا۔

”تو کیا انسانوں میں اچھا دھاری ہوتے ہیں۔“

”کیا مطلب؟“

”ہم ناگوں میں جب ہماری عمر ہزار سال ہو جاتی ہے تو یہ قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ ہم

بیماری سے روپ بدل لیتے ہیں..... انسان بھی بن سکتے ہیں..... جانور بھی..... جو چاہیں

بن سکتے ہیں تو کیا انسانوں میں بھی ہزار سال کی عمر ہو جانے کے بعد ایسی کوئی قوت پیدا

ہو جاتی ہے..... کاروشا نے معصومیت سے پوچھا اور مہر النساء ہنس پڑی، پھر بولی۔

”نہیں یہ بات نہیں ہے۔“

”تو پھر تم کیسے کہتی ہو کہ تم انسان ہو۔“

”کاروشا ہمارے ہاں جادو منتر ہوتے ہیں۔“

”وہ تو ہمارے ہاں بھی ہوتے ہیں۔“

”ایک جادو گرنے مجھے ناگن بنا دیا ہے۔“

”جھوٹ بولتی ہو تم۔“

”سچ کہتی ہوں کاروشا..... بالکل سچ کہتی ہوں۔“

”تو کیا واقعی؟“

”ہاں کاروشا۔“

”لیکن پھر ہوا کیا ہو گا میں تمہاری بات کیسے مانوں؟“

”کاروشا تم بتاؤ کوئی ایسی ترکیب ہو سکتی ہے کہ تم میری بات کا یقین کرلو“ کاروشا

یہ لمحے سوچتا رہا اور پھر وہ آگے بڑھا..... اس نے اپنا منہ مہر النساء کے جسم سے لگا دیا..... وہ

نارے کالے چمکدار اور چمکدار جسم کو سونگھ رہا تھا..... دیر تک وہ اسے سونگھتا رہا پھر مایوس

بہت بولا۔

”ہاں..... تمہارے بدن میں کسی ناگن کی بدبو نہیں ہے، مگر یہ سب کچھ کیا ہے..... ایسا

نفس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا..... ناگن یا ناگ تو اچھا دھاری بن جاتے ہیں، مگر کسی انسان کو

جی کہ میرے ماں باپ کہاں رہتے ہیں؟ مجھے کچھ بھی نہیں معلوم..... اس جگہ کا نام حسن تھا جہاں ہم رہتے تھے، لیکن حسن پور کہاں ہے..... مجھے کچھ پتا نہیں جن چکروں میں بنی رہی ہوں اب تو میں نے ان کے بارے میں تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے..... میں نہیں جانتی کہ..... کہ سب کچھ کیا ہے اور میں کس طرح اپنے ماں باپ تک پہنچ سکتی ہوں“ کاروشا نے پھر کوئی جواب نہیں دیا تھا..... بہت دیر تک وہ وہاں کے پھر کاروشا نے کہا۔

”اب تم کیا چاہتی ہو.....؟ یہاں سے نکل جاؤ..... یہ جگہ خطرناک ہو سکتی ہے..... میں نے تمہیں آزاد کرالیا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ نارائن تمہیں تلاش کرے گا..... کہیں ایسا نہ کہ تم دوبارہ نارائن کے ہاتھ لگ جاؤ..... ویسے تو وہ برا آدمی نہیں ہے، لیکن پھر بھی..... تم ہلکے ہو ہی نہیں..... بلاوجہ اس کی قید میں رہو گی۔“

”ایک بات کہوں کاروشا؟“

”ہاں کہو۔“

”نارائن بہت اچھا آدمی ہے..... اس کے گھر کے حالات بڑے افسوس ناک ہیں..... ان جوان بیٹیاں ہیں اس کی..... تم انسانوں کے مسائل نہیں جانتے کاروشا..... اس زمین پر سان بہت مجبور ہیں..... بیٹیوں والے بیٹیوں کے لئے پریشان ہیں..... اس گھر میں تین لڑکیاں ہیں اور ان لڑکیوں کے لئے ان کا باپ کچھ نہیں کر پا رہا..... وہ ایک مظلوم آدمی ہے..... بے سہارا ہے..... اس کے پاس اپنی بچیوں کے مستقبل کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے..... وہ دن رات ان کے لئے پریشان رہتا ہے..... میرے دل میں ان کے لئے بڑا دکھ ہے..... کاروشا سوچنے لگا پھر اس نے کہا۔

”انسانوں کا سب سے بڑا مسئلہ دولت ہوتی ہے..... اگر انہیں دولت مل جائے تو ان کے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔“

”ہاں..... انسان نے اپنے اوپر یہی بد نصیبی طاری کر لی ہے..... دولت انسان کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔“

ناگ بننے ہوئے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا..... یہ تو واقعی بڑی عجیب بات ہے..... عجیب بات ہے۔

”کیا تم مجھے اپنی کہانی سناؤ گی؟“

”چھوڑو..... تم ایک سانپ ہو میری کہانی سن کر کیا کرو گے۔“

”دل چاہتا ہے باقی تمہاری مرضی ہے۔“

”پھر بھی میری یہ آرزو ہے کہ میں تمہارے بارے میں جانوں“ وہ بولا اور مہر النساء سوچ میں ڈوب گئی، اس وقت تقدیر نے اسے جو کچھ بنادیا تھا وہ الگ ہی بات تھی اور اسے والے وقت میں جو کچھ ہونے والا تھا وہ بالکل الگ..... وہ اس کو اپنی کہانی سنانے لگی اور کاروشا خاموشی سے پھن نیچے ڈالے یہ کہانی سنتا رہا..... مہر النساء کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور کاروشا سنجیدگی سے یہ ساری کہانی سن رہا تھا..... مہر النساء کے خاموش ہونے کے بعد وہ بہت دیر تک خاموش رہا..... پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

”بہت دکھ بھری کہانی ہے اور اس کہانی میں بڑی عجیب و غریب باتیں سامنے آئی ہیں..... تعجب کی بات ہے..... تعجب کی بات ہے لیکن ایک سوال میرے دل میں بار بار پیدا ہو رہا ہے۔“

”وہ کیا کاروشا؟“

”تم اپنے باپ کے پاس واپس کیوں نہیں چلی گئیں..... بے شک تمہارا بدن کٹا کا تھا لیکن تمہاری روح تو مہر النساء کی تھی اور پھر تم کہتی ہو کہ تمہارے باپ ایک علم والے آدمی تھے، وہ تمہیں ضرور پہچان لیتے۔“

”کاروشا میں نے دنیا بہت کم دیکھی ہے..... اس میں کوئی شک نہیں کہ تقدیر نے مجھے ان راستوں پر لا ڈالا جن پر میں نے کبھی خواب میں بھی تصور نہیں کیا تھا..... میں تو ماں باپ کے زیر سایہ پلنے والی ایک معصوم سی لڑکی تھی لیکن تقدیر مجھ سے کچھ اور ہی کھیل کھیلنا چاہتی تھی..... میں کوئی راستہ نہیں جانتی..... بھٹک کر کہاں سے کہاں آگئی ہوں..... یہ بھی نہیں

”دولت..... سونے کے انبار اور چمکدار پتھروں میں چھپی ہوتی ہے..... مجھے ایک جگہ کا پتا ہے جہاں ایک شخص نے ایک برتن میں پیلی دھات کے سکے دفن کئے تھے۔“
برتن ان سکوں سے بھرا ہوا تھا اور اس کے بعد وہ شخص مر گیا..... ہم سانپ چونکہ زمیندار کے نیچے نیچے گھومتے رہتے ہیں، اس لئے بہت سی چیزیں خود بخود ہمارے علم میں آجاتی ہیں اور کیونکہ وہ ہمارے کام کی نہیں ہوتیں اس لئے بڑا مسئلہ بن جاتا ہے۔“
”کیا واقعی تمہیں کسی ایسی جگہ کا علم ہے۔“

”ہاں۔“

”تو ٹھیک ہے میں تمہیں یہ زبان بھی سکھا دوں گا اور وہ جگہ بھی دکھا دوں گا جہاں بری سکے دبے ہوئے ہیں۔“

”تب پھر..... مہر النساء نے مسرور لہجے میں کہا۔“



”آہ..... پھر ہم نارائن کو اس بارے میں کیسے بتائیں..... کیا کیا جائے.....؟“
”یہ کام میں کر سکتا ہوں“ وہ بولا اور مہر النساء چونک کر اسے دیکھنے لگی۔
”تم۔“

”ہوں..... تمہیں معلوم نہیں..... یقیناً نہیں معلوم کیونکہ ناتم ناگن ہونہ سپرے اور ناگ کا رشتہ جانتی ہو..... یہ سپرے بین کی زبان میں ہمیں بتاتے ہیں کہ کتنے عرصے ہمیں اپنے ساتھ رکھیں گے..... ہمارے درمیان جادو منتر کے ذریعے معاہدے ہوتے ہیں اور ہم دونوں ان معاہدوں پر کام کرتے ہیں..... ہم انہیں بتاتے ہیں کہ ہم ان سے کیا چاہتے ہیں اور وہ ہمیں بتاتے ہیں..... شاید تمہیں یہ بات معلوم نہ ہو کہ جب سپیروں کو ان کے باپ دادا سانپوں کے بارے میں بتاتے ہیں تو سانپوں کی پھنکار بھی انہیں بتائی جاتی ہے اور اس طرح سانپ اور سپرے کے درمیان رابطہ قائم رہتا ہے مگر یہ کام خاندانی سپرے کرتے ہیں..... عام سپرے نہ تو سانپ کی زبان کو سمجھتے ہیں اور نہ ہی انہیں یہ آواز سمجھائی جاتی ہے۔“

”کیا تم بچ کہہ رہے ہو کاروشا؟“

”تم سے کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا میں“ کاروشا نے عجیب سے لہجے میں کہا اور مہر النساء خاموش ہو گئی..... زندگی کا یہ روپ بھی دیکھنا تھا کیسی انوکھی بات تھی..... بڑی ہی

بال پیدا ہوتا تھا..... عماد الدین کو وہ جس انداز میں شکست دینا چاہتا تھا، اس کے لئے اس نے بڑی محنت سے سوچا تھا، لیکن تقدیر اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی..... مہر النساء کے بارے میں اس کا اندازہ تھا کہ عماد الدین کی سیدھی سادھی..... معصوم اور پردہ دار لڑکی ہے، وہ جس طرح چاہے گا اسے اپنے جال میں گرفتار کر کے اس سے کام لے سکتا ہے، لیکن ایسا آسان نہیں ہوا تھا اور مہر النساء نے اسے ناکوں پنے چبوا دیئے تھے، بلکہ حقیقت یہ تھی کہ مہر النساء اس کے لئے بہت بڑا عذاب بن گئی تھی اور وہ اپنی ناکامیوں سے جھنجھلایا ہوا تھا..... مہر النساء سے کشاکش کا بدن چھین کر اس نے اسے ناگن بنادیا تھا اور ناگن نکل گئی تھی، لیکن اسے یہ پتا نہیں تھا کہ وہ مزید حماقت کر بیٹھا ہے اور اب اس حماقت کا کوئی حل اس کے پاس نہیں ہے..... جب تک کشاکش کا بدن میں مہر النساء کی روح تھی کشاکش کا جسم تروتازہ رہتا تھا اور تمام ضرورتیں پوری ہو جاتی تھیں، اس کے بدن کی شان و شوکت رکھنے کی، لیکن دوسرے دن ار جن شاستری نے اس بدن سے بدبو اٹھتی ہوئی محسوس کی، اس کا رنگ بگڑ گیا تھا اور اب ایک مردہ جسم تیزی سے مائل تھا کہ وہ اپنی حیات کھو بیٹھے..... یہ دیکھ کر ار جن شاستری پاگل ہو گیا تھا..... پھر وہ مہر النساء..... مہر النساء چیختا ہوا ہاں سے دوڑ پڑا..... اب اسے اس ناگن کی تلاش تھی جو اس نے اپنے ہاتھ سے بنا ڈالی تھی، لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس کے نتیجے میں اسے کیسے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا..... مہر النساء کا اب کہیں پتا نہیں تھا..... وہ چاروں طرف اب اسے تلاش کرتا پھر رہا تھا..... اس کے حلق سے آوازیں نکل رہی تھیں۔

”مہر النساء..... واپس آجا..... میرے سامنے آجا مہر النساء..... وعدہ کرتا ہوں کہ تجھ سے کچھ نہیں کہوں گا..... تجھے کشاکش کا بدن واپس دے دوں گا..... آہ میری کشاکش کا چہرہ تو میرے سامنے رہتا تھا..... اس کا شریر تو دیکھ لیا کرتا تھا میں کبھی، آہ..... مہر النساء اس کا شریر گل رہا ہے..... وہ ختم ہو جائے گا..... مہر النساء بیٹی..... میں تجھے تیری مرضی کے خلاف کبھی مجبور نہیں کروں گا..... میری کشاکش کا شریر بچالے..... مہر النساء..... مہر النساء“ جنگلوں، پہاڑوں میں چلتا پھر رہا تھا وہ لیکن اسے نہیں معلوم تھا کہ مہر النساء کتنی دور نکل گئی ہے..... پھر دوسرا اور

اس میں کوئی شک نہیں کہ ار جن شاستری کسی زمانے میں عماد الدین کا گہرا دوست تھا..... بچپن کی دوستی کبھی کبھی بڑی مضبوط اور پائیدار ہوتی ہے، حالانکہ دونوں کے مذہب الگ الگ تھے، لیکن ار جن شاستری اور عماد الدین کے درمیان کبھی یہ بات نہیں آتی تھی کہ ان کا مذہب کیا ہے؟ بچپن سے نکل کر جوانی کی حدود میں داخل ہوئے اور اس کے بعد علمی زندگی کا آغاز ہوا اور عملی زندگی نے دونوں کو ایک عجیب و غریب الجھن میں ڈال دیا..... ار جن شاستری نے بے شک زبردست علوم سیکھے تھے اور خاصے علم کا ماہر ہو گیا تھا، لیکن ایک ذرا سی گڑبڑ ہو گئی جس کی وجہ سے دونوں ایک دوسرے کے بدترین دشمن بن گئے..... دونوں کو شدید قسم کے نقصانات کا سامنا کرنا پڑا..... ار جن شاستری جب کبھی تنہائی میں ہوتا اور غور کرتا تو بہر حال یہ بات تو اس کے دل کو لگتی تھی کہ وہ اگر برائیوں کے راستے پر جا رہا تو عماد الدین نے اپنا سب کچھ چھوڑ کر نیکیوں کے راستے اپنائے تھے اور بہت اچھے طریقے سے اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا، جبکہ اس کے بھائیوں نے اسے بہت نقصان پہنچایا تھا..... عماد الدین فطری طور پر ایک شریف آدمی تھا اور اس نے برائی کے جواب میں اپنے بھائیوں کے ساتھ بھلائی کی تھی لیکن بہر حال یہ سارا معاملہ جو ہوا تھا یہ بڑا افسوس ناک تھا..... ار جن سوچتا کہ کاش..... بات اس حد تک رخ اختیار نہ کر چکی ہوتی، لیکن اب سب کچھ ختم ہو گیا تھا..... ساری بات ہاتھ سے نکل گئی تھی، جو کچھ ہو چکا تھا اسے نہ عماد الدین درست کر سکتا تھا نہ ار جن شاستری..... بیوی اور بیٹی سے ہاتھ دھونے کے بعد پھر بھلا عماد الدین سے دوستی کیا

تیسرا دن بھی گزر گیا اور مہر النساء کی تلاش میں ناکام رہ کر جب وہ واپس جھونپڑی کی طرف پہنچا جہاں کشکاکا بدن پڑا ہوا تھا تو دور دور تک بدبو کے شدید بھبھکے پھیلے ہوئے تھے..... اسے کراہ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا، وہ اندر پہنچا اور اس نے کشکاک کے بدن کو دیکھا جس سے بہت سارے کیڑے مکوڑے لپٹے ہوئے تھے اور اس کے بدن میں جگہ جگہ سوراخ ہو گئے تھے..... سارا چہرہ گل سرگیا تھا..... آنکھوں کی جگہ گڑھے نظر آرہے تھے..... ارجن شاستری دھڑکن مار مار کر رونے لگا..... مہر النساء بیٹی میری کشکاکا بدن خراب ہو گیا..... تو نے..... تو نے مگر نہیں تو نے کچھ نہیں کیا..... یہ جو کچھ کیا ہے میں نے ہی کیا ہے..... وہ رو رہا تھا لیکن مہر النساء ان تمام حالات سے بے خبر کاروشا کے ساتھ رات کی تاریکیوں کا سفر کر رہی تھی..... کاروشا اسے وہ خزانہ دکھانے لے جا رہا تھا جو اس نے دیکھا تھا اور جس سے بیچارے نارائن کے حالات بدل سکتے تھے..... وہ لوگ رات کی تاریکیوں میں سفر کرتے رہے، جس بستی سے وہ گزر رہے تھے وہ گہری نیند سو رہی تھی اور وہاں مکمل خاموشی اور سناٹا طاری تھا..... چاند کی پیلی روشنی میں زمین پر دو خوبصورت سانپ برق رفتاری سے سفر کر رہے تھے اور ان کا رخ ان کھنڈرات کی طرف تھا جو اب سامنے ہی نظر آرہے تھے..... تھوڑی دیر کے بعد کاروشا مہر النساء کو لے کر ان کھنڈرات میں داخل ہو گیا..... یہ بھی زندگی کا ایک عجیب و غریب تجربہ تھا..... جب کوئی انسان کسی سانپ کی شکل میں زمین کی گہرائیاں ناپ رہا ہو اور دیکھ رہا ہو کہ زمین کے نیچے کیا دنیا کیا ہے؟ بہر حال کاروشا اپنی یادداشت کی بنا پر مختلف جگہوں سے گزرتا ہوا آخر کار ایک زبردست زمین جگہ میں داخل ہو گیا جہاں بڑے بڑے طاق بنے ہوئے تھے..... جہاں ایک بہت بڑی مٹی کی ہانڈی دفن تھی اور مٹی کی اس ہانڈی میں سنہری اشرفیاں لبالب بھری ہوئی نظر آ رہی تھیں..... یہ بہت بڑی ہانڈی تھی اور اتنی اشرفیاں تھیں کہ ان سے نارائن امیر کبیر آدمی بن سکتا تھا..... مہر النساء کو اس بات کی خوشی ہوئی کہ وہ انسان ہو کر کسی انسان کے کام آ رہی ہے..... یہ تو بہت بڑی سعادت ہوتی ہے کہ کوئی کسی کے لئے زندگی کا ذریعہ بن جائے..... بہر حال کاروشا نے اسے تمام راستے سمجھائے، نشانات دکھائے اور اس کے بعد دونوں وہاں

ہے نکل آئے..... کاروشا باہر ایک صاف ستھری اور سپاٹ جگہ آنے کے بعد بولا۔
”مجھے یقین ہے کہ مہر النساء تم نارائن کو جو آواز میں نے تمہیں سکھائی ہے اس کے ذریعے اس خزانے کے بارے میں بتا دو گی۔“
”مجھے ان آوازوں کی اور مشق کراؤ، کیونکہ بہر حال میں نہیں جانتی کہ میرے منہ سے نکلنے والی پھنکاریں نارائن سمجھ سکے گا۔“

”تو ٹھیک ہے آج رات یہی کام کرتے ہیں“ پھر سانپوں کی زبان مہر النساء کی سمجھ میں آنے لگی..... سانپ ایک دوسرے سے کس انداز میں گفتگو کر سکتے تھے، لیکن ایک ناگن کسی پیارے کو اپنی پھنکار سے اپنا مقصد سمجھا سکے تو یقیناً یہ انسانی معلومات میں اضافہ بھی تھا اور ایک حیرت ناک عمل بھی، لیکن ظاہر ہے کاروشا غلط نہیں کہہ رہا ہوگا، جب اس کی ایک بات سچ ثابت ہو گئی ہے تو دوسری بات بھی سو فیصدی سچ ہوگی..... مہر النساء کو اس بات کا پورا پورا یقین تھا..... اس رات وہ کاروشا سے ساری تفصیلات حاصل کرتی رہی اور اسے یہ عمل خاصا دلچسپ محسوس ہوا..... یہاں تک کہ چاند ڈوب گیا اور اس کے بعد صبح کے اجالے نے آہستہ آہستہ سر ابھارا تو کاروشا کہنے لگا۔

”دن کی روشنی میں خبردار وہاں جانے کے بارے میں سوچنا بھی نہیں کیونکہ جن راستوں سے تم گزرو گی ان راستوں پر زندگی نہیں ملتی۔“

”میں جانتی ہوں“ مہر النساء نے کہا..... کاروشا دن بھر اس کے ساتھ رہا..... دونوں نے اپنی خوراک تلاش کی تھی جو انہی کھنڈرات سے انہیں حاصل ہو گئی تھی اور پھر جب شام ہو گئی تو مہر النساء تیار ہو گئی..... البتہ جب وہ رات کی تاریکیوں میں وہاں سے آگے بڑھی تو اس نے دیکھا کہ کاروشا اپنی جگہ رک گیا ہے..... مہر النساء نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا اور بولی۔
”کیوں..... تم ساتھ کیوں نہیں آرہے“ کاروشا نے آہستہ سے کہا۔

”تم جاؤ..... میرا تمہارے ساتھ جانا مناسب نہیں ہے“ مہر النساء نے کوئی تعرض نہیں کیا اور وہ برق رفتاری سے رات کی تاریکیوں میں سنسان راستے تلاش کرتی ہوئی نارائن

نہ کرے یہ..... مجھے سمجھا رہا ہے، حرام زادہ۔“

”ابا جب تمہارا دل چاہتا ہے مجھے دس بیس گالیاں دے کر اپنا دل ٹھنڈا کر لیتے ہو.....
پنچک ہے اگر اس طرح سے تمہارا دل ٹھنڈا ہو رہا ہے تو تمہاری مرضی..... میں کیا کہہ
سکتی ہوں بنی نے کہا اور پھر پاؤں پٹختا ہوا گھر سے باہر نکل گیا۔“

”دیکھا دیکھا..... دیکھا اپنے جوان کے تیور کیا زمین پر گھمک پیدا کرتا ہوا نکلا ہے.....
میں کہتا ہوں۔“

”ارے بس..... بس بہت کہہ چکے تم..... اس لئے خاموش ہو گئی تھی کہ بیٹے کے
ماننے زبان کھولوں گی تو وہ بھی سر چڑھے گا..... ارے کیا میرے بچے کے پیچھے پڑ گئے ہو
نہ..... چھوڑو پھر دھندا..... ناگ اور ناگنوں کا..... کچھ نہیں ملتا اس سے، جس چیز سے پیٹ نہ
برے اس کے پیچھے لگے رہنے کا کیا فائدہ؟ بس کہہ دیا ہے میں نے..... چھوڑو ان چکروں کو
اور کوئی دھنک کا کام کرو..... محنت مزدوری کرو کھیتوں پر کام کرو۔“

”ہاں ہاں تو تو یہی چاہتی ہے..... بل چلاؤں کھیتوں میں اور وہیں جان دے دوں۔“
”تو پھر بھاڑ میں جاؤ میری طرف سے..... مارو اسے جس نے تمہاری ناگن نکال دی۔“
”میری ناگن تو ہے بلکہ میری ہی کیا اس گھر میں سب سے بڑی تو ہی ناگن ہے۔“
”ہاں ہاں..... میں ہی ناگن ہوں..... زہر نکال دو میرا۔“

”نکالنا پڑے گا..... نکالنا پڑے گا“ نارائن نے کہا اور غصے سے گھر سے باہر نکل گیا.....
مہر النساء چکی کے پاس بیٹھی ہوئی یہ باتیں سن رہی تھی..... یہ چکی شاید محلے یا پڑوس سے آئی
تھی، کیونکہ پچھلے دن اس چکی کے بارے میں ہی جھگڑا ہو رہا تھا، لیکن بہر حال دیکھنا یہ تھا کہ
اب آگے قصہ کیا ہوتا ہے اور مہر النساء کو کس طرح یہ موقع ملتا ہے، چنانچہ وہ انتظار کرتی
رہی..... اس کے نکل جانے پر نارائن بہت دکھی تھا اور اس کا بیٹا بڑا دکھی، لیکن بہر حال
مہر النساء انتظار کرتی رہی..... یہاں تک کہ رات ہو گئی..... رات کو وہ تاک میں رہی کہ گھر
سے لوگ پر سکون ہو جائیں اور وہ نارائن کو اپنی پھنکاروں سے متوجہ کرے..... زندگی کا بہت

کے گھر کی طرف چل پڑی اور یہ بھی دلچسپ بات تھی کہ وہ چھپتی چھپاتی نارائن کے گھر میں
داخل ہوئی تو اسی کے بارے میں جھگڑا ہو رہا تھا..... نارائن کا نوجوان بیٹا بنی سر جھکا
ہوئے بیٹھا ہوا تھا اور نارائن اس پر بگڑ رہا تھا۔

”حرام خور..... بانس کا بانس ہو گیا اور تمیز نہیں آئی..... کیا خوبصورت ناگن تم
ارے چار پیسے تو اس کے مل ہی جاتے..... اپنی ماما کو دیکھ سسری ہمیشہ میرے پیچھے پڑی رہتی
ہے..... ارے ایسے نکھٹو جن دیئے تھے میں اکیلا جتنا کیا اجاڑ بھونکوں..... کیا کماؤں..... انہیں
دیکھو سانڈ کے سانڈ ہو گئے اور اتنا سا کام نہیں کیا گیا..... ناگن کو نوکری میں رکھا اور ایسی بڈ
کرتہ نوکری آسانی سے گر پڑے۔“

”ارے..... ہے تم یہ..... تم کیوں لے رہے ہو؟“
”اور کیا اپنی اماں کا نام لوں..... یا تیری اماں کا نام لوں..... ارے اس سے پوچھ اگر ناگن
رات کو سوتے میں لڑکیوں کو..... تجھے یا مجھے ڈس لیتی تو کیا ہوتا؟ ایسے رکھنی چاہئے تھی
نوکری۔“

”ابا..... تم یقین کرو میں نے نوکری اس طرح نہیں رکھی تھی..... پتا نہیں کہے گ
پڑی..... دینے تمہیں ایک بات بتاؤں دیوار پر سانپ چڑھنے کے نشانات ہیں..... یوں لگتا ہے
جیسے ناگن کا ناگ آگیا ہو۔“

”ہاں..... ہاں تجھے اس کے علاوہ اور کیا نظر آئے گا..... تو بھی تو اپنی ناگن کا ناگ ہے،
بلکہ کالا ناگ ہے..... باتیں بنا رہا ہے میرے سامنے..... ناگن کا ناگ آگیا ہو گا..... کہاں سے
آگیا ہو گا ناگن کا ناگ؟ ہیں..... تو پکڑ کر لایا تھا اسے۔“

”ابا..... تم یقین کرو میں نے بڑی گہری نگاہوں سے دیکھا ہے..... دو سانپوں کے
نشانات ملتے ہیں زمین پر..... آنے اور جانے کے..... آیا ایک اور گئے دو ہیں..... اس کا
مطلب ہے ناگ آیا دیوار پر چڑھا..... نوکری گرائی اور ناگن کو لے گیا۔“

”تو بھی بیٹا کسی دیوار پر چڑھ جا..... جا کر..... ودھیا اسے سمجھالے مجھ سے زیادہ فضول

ایسی انداز میں دے رہا تھا اور مہر النساء بھی اس کے الفاظ کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ مہر النساء پھر پھنکاری اور اس کے بعد اس نے کہا۔
 ”میں بھی تو بھگوان سے شکایت کر رہا تھا اپنے غریب ہونے کی۔ کیا تو بے پناہ امیر ہونا چاہتی ہے۔ کیا تیرے اندر اتنی ہمت ہے کہ بہت ساری دولت کو برداشت کر سکے۔“
 ”ہے۔ ہے۔ ہے۔ ہے۔“ نارائن پھولی ہوئی سانس کے ساتھ بولا۔

”تو پھر میں تیرے سامنے آرہی ہوں، تو مجھے پکڑنے کے چکر میں مت پڑ جانا۔ میرا کر میرے ساتھ ساتھ چل۔۔۔۔۔ تھوڑا فاصلہ طے کرنا ہو گا تجھے۔ ایسی چیز اپنے ساتھ لے جس سے تو اثر فیوں کا ایک بڑا انبار اپنے ساتھ لاسکے۔ زمین کھودنے کا بندوبست کر لے اور میرے ساتھ چل۔۔۔۔۔ آخری بار کہہ رہی ہوں کہ مجھے پکڑنے کی کوشش میں پڑ جانا میرا پکڑنا تیرے لئے کوئی فائدہ مند نہیں ہوگا، لیکن اگر تو میرا پیچھا کرے گا تو سمجھ کہ تیرے عیش ہی عیش ہیں۔“

”ابھی لے بھگوان۔۔۔۔۔ ابھی لے۔۔۔۔۔ اے بھگوان کیا یہ سچ ہے۔ کیا یہ سب سچ ہے؟“ نارائن ادھر ادھر بھاگنے لگا۔۔۔۔۔ خاصا بدحواس ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس طرف دیکھ بھی رہا تھا۔۔۔۔۔ پھر اس نے ناٹ کی ایک بوری۔۔۔۔۔ رسی کا ایک لچھا اور ایک ناکھودنے والی اڑل اپنے ساتھ لی۔۔۔۔۔ کندھے پر رکھ کر تیار ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ مہر النساء اپنی جگہ نگلی اور اس کے سامنے آگئی تھی۔۔۔۔۔ نارائن کا بدن کا پٹنے لگا تھا۔۔۔۔۔ اور مہر النساء دروازے طرف بڑھ گئی تھی اور نارائن اس کے پیچھے چل پڑا۔۔۔۔۔ اس کے منہ سے اب بھی حیرت کی آوازیں نکل رہی تھیں۔۔۔۔۔ باہر دنیا سوئی ہوئی تھی۔۔۔۔۔ مہر النساء نارائن سے کچھ فاصلے آگے آگے چل رہی تھی اور نارائن تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔۔۔۔۔ سڑے ہوئے رہے۔۔۔۔۔ نارائن چلتا رہا۔۔۔۔۔ ظاہر ہے کہ ناگ۔۔۔۔۔ پیرے کا جنم جنم کا رشتہ تھا۔۔۔۔۔ اگر مہر النساء کسی اور روپ میں ہوتی تو نارائن کو شاید اس بات کا یقین نہ ہوتا کہ نارائن کے ستارے چمک رہے ہیں لیکن ایک ناگن اس سے مخاطب ہوئی تھی۔۔۔۔۔ اس

ہی انوکھا تجربہ تھا، لیکن تجربات ہی زندگی ہوتے ہیں اور مہر النساء کو بالکل ہی ایک تجربہ ہونے کے باوجود زندگی کے جن تجربات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا، وہ ناقابل یقین تھے۔ بہر حال زندگی بھی تھی اور تجربات بھی۔۔۔۔۔ سورات کو نارائن صحن میں آکر بیٹھ گیا۔ پریشان تھا بیوی بچے سب گہری نیند سو گئے۔۔۔۔۔ رات خاصی گزر چکی تھی، اب نارائن پکڑے بیٹھا ہوا تھا۔۔۔۔۔ پھر اس نے نارائن کی آواز سنی۔

”اے بھگوان۔۔۔۔۔ سنسا بنانے والا تو آکیلا ہی ہے۔۔۔۔۔ پر یہ کیا ہے کہ سنسا میں کو اتنا دکھی کر دیا ہے کہ اسے دکھ کھا جاتے ہیں اور کسی کو سکھ دیئے ہیں تو اتنے کہ دکھ ہر چیز کو وہ جانتے ہی نہیں ہیں۔۔۔۔۔ میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ تیرے پاس انیائے نہیں ہے پر بھگوان کچھ تو ہمارے لئے بھی کر دیا ہوتا۔۔۔۔۔ اتنا تو ہوتا بھگوان۔۔۔۔۔ کہ جو بیٹیاں تو ہیں ہیں سنسا میں ان کے ہاتھ پیلے کر دیتے۔۔۔۔۔ بڑی پریشانی ہے بھگوان۔۔۔۔۔ کھانے کو نہیں ہے۔۔۔۔۔ بیٹیوں کے من میں بھی کیا آتی ہوگی، پتا نام کی چیز ہیں مگر ان کے لئے نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔ ہماری جان کا ٹکڑا ہیں وہ۔۔۔۔۔ مہر النساء ان الفاظ سے بہت متاثر ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ ان کے تاثر میں ڈوبی رہی۔۔۔۔۔ پھر اچانک ہی اسے کاروشکا دکھایا ہوا سنا آیا اور اس کے منہ سے ایک پھنکار نکلی۔۔۔۔۔ اس نے اس پھنکار کا رد عمل صاف دیکھا تھا۔ نارائن ایک دم چونک پڑا تھا، اس نے کہا۔

”لیکن۔۔۔۔۔ یہ تو ہماری کھوئی ہوئی ناگن ہے“ مہر النساء پھر پھنکاری۔۔۔۔۔ اس نے کاروشکا کے دیئے ہوئے سبق کے مطابق کہا۔

”ہاں میں وہی ہوں جسے تو نے جنگلوں سے پکڑا تھا۔۔۔۔۔ میں یہیں ہوں بھاگتی ہوں۔۔۔۔۔ تیرا بیٹا بے قصور ہے، مگر میں تجھے کچھ بتانا چاہتی ہوں۔“

”بتا۔۔۔۔۔ بتا کیا بتانا چاہتی ہے؟“ نارائن بہر حال خاندانی سپیرا تھا اور سانپوں کی زبان سمجھتا تھا۔۔۔۔۔ مہر النساء کو اب یہ احساس ہو رہا تھا کہ کاروشکا دکھایا ہوا سبق غلط نہیں ہے۔ نارائن اسی زبان میں بات کر رہا تھا، یعنی وہ جو کچھ اپنی پھنکاروں میں کہہ رہی تھی نارائن

کی رہنمائی کر رہی تھی..... نارائن کو پورا پورا یقین تھا کہ اس کا کہا غلط نہ ہوگا..... وہ دل میں
میں نجانے کیا کیا منصوبے بنائے جا رہا تھا اور اس کا سفر جاری تھا..... یہاں تک کہ وہ کھنڈرات
آگئے جن میں خزانہ موجود تھا اور مہر النساء ان کھنڈرات میں داخل ہو گئی۔

”ارے! یہ تو پر تیجول کے کھنڈرات ہیں“ نارائن کے منہ سے نکلا اور مہر
پھکاری..... اس نے کہا۔

”آجا میرے ساتھ..... جو کچھ میں کہوں تجھ سے وہ کرتا رہ اور اپنے حواس قائم رکھ
مہر النساء اسے اسی جگہ لے گئی اور پھر اس نے آخری الفاظ کہے۔“

”اب یہاں کھدائی کر بالکل اس جگہ جہاں میں اس وقت کنڈلی مار کر بیٹھی ہوئی
ہوں..... میں یہاں سے ہنتی ہوں کھدائی ذرا احتیاط سے کرنا اور پھر نارائن مہر النساء کی ہدایت
کے مطابق کھودنے لگا..... یہاں تک کہ مٹی کی وہ ہانڈی برآمد ہو گئی اور نارائن نے اس میں
بھری ہوئی اشرفیاں دیکھیں۔

”اے بھگوان..... اے بھگوان..... اے بھگوانتی..... وہ سونے کے سکوں کے سامنے
سجدہ ریز ہو گیا اور مہر النساء نے نفرت سے منہ بنایا..... کچے دھرم والوں کا غلط عقیدہ..... بھلا
دولت کو سجدہ کرنا بھی کوئی معافی رکھتا ہے..... سجدہ کرنے کے لئے تو بس ایک ہی ذات
ہے..... اسے جتنے سجدے کرو گے اتنا ہی اس سے فیض حاصل ہوگا..... مہر النساء نے سوچا اور
وہاں سے چل پڑی..... اب ان کھنڈرات میں رکنا نہ اس کے لئے ضروری تھا نہ ممکن..... اتنا
اندازہ اسے ہو چکا تھا کہ کاروشا یہاں سے جا چکا ہے..... ویسے ایک اچھا سا تھی تھا ایک اچھا
ناگ..... اگر ساتھ رہتا تو کوئی ہرج نہیں تھا، لیکن وہ ساتھ چاہتا تھا مہر النساء کے لئے ممکن
نہ تھا، چنانچہ اب یہاں سے چل کر کسی اور جگہ قیام کیا جائے..... سوچتی تو دل کی دکھنہ
سے زیادہ بڑھ جاتی..... اب ایک ناگن ایک موذی جانور کی حیثیت سے زندگی گزارنا بھی کوئی
معافی رکھتا ہے۔



ارجن شاستری کے سینے میں آگ سلگ رہی تھی..... اس نے اپنے ہاتھوں سے بیٹی کی
ارنجی بنائی تھی اور اس کی چتا جلادی تھی..... چتا کے شعلے بجھتے جا رہے تھے..... کشکاتو کی
موت تو بہت پہلے ہو گئی تھی، لیکن ارجن کے ذہن کا شیطان..... مہر النساء کو اس کے بدن کا
نیدی بنا کر بہت مطمئن تھا اور یہ حقیقت تھی کہ مہر النساء سے کشکاک کا بدن ارجن ہی چھین سکتا
تھا..... اس نے شدت جوش سے مہر النساء کو ناگن کا بدن دے دیا تھا، لیکن اب اس کا دل بری
طرح رور رہا تھا، جو کرنا چاہتا تھا وہ کر تو بیٹھا تھا لیکن کرنے کے بعد جو ہو رہا تھا وہ بڑا ہی دکھ والا
تھا اور ارجن شاستری کو احساس ہو رہا تھا کہ زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی ہے اس نے.....
ہزاروں قطار رور رہا تھا اور چتا کے سلگتے ہوئے شعلوں کے سامنے کہہ رہا تھا۔

”بڑا ہی پاپی ہوں میں..... بڑا ہی کمینہ ہوں..... ہاں میں بڑا ہی کمینہ ہوں..... اگر میرا
من تجھے دیکھنے کو چاہتا تھا کشکاک تو میں تیرے شریر کو تلاش کر کے تجھے چلتے پھرتے روپ میں تو
دیکھ لیتا تھا..... ارے بھگوان..... اپنے ہاتھوں سے میں نے اپنی یہ آس بھی کھودی..... اب
کس کے سہارے جیون بیتاؤں..... بتا مجھے میری بیٹی..... کیا کروں میں؟“ چتا کے شعلے بجھ
گئے لیکن ارجن اپنی ہڈیوں والے جسم کے ساتھ رات بھر وہیں کھڑا رہا اور روتا رہا، لیکن بعد
میں رونے والے بے مقصد ہی روتے ہیں، انہیں ان آنسوؤں سے کچھ نہیں ملتا..... صبح کے
سورج نے ارجن کو یہی بات بتائی تھی وہ مایوسی کے انداز میں آہستہ آہستہ قدموں سے چلتا
نواباغ کے ایک درخت کے نیچے جا بیٹھا..... یہ جادوگری اس کی اپنی تھی..... بہت بڑا جادوگر
تھا وہ، لیکن اس خیال سے کہ بہت بڑا جادوگر ہوں..... اسے خود ہی اپنے آپ سے نفرت

”ہاں میں جانتا ہوں تم کچھ نہیں کر سکتے..... نہ تم مجھے میری کشکادے سکتے ہو اور نہ تم میری دھرم بتی دے سکتے ہو، نہ مجھے میرا شریر دے سکتے ہو تو پھر میں تمہارا کیا چار ڈالوں..... براہی تو کیا تھا میں نے..... سچ مچ براہی تو کیا تھا کہ تھوڑے سے پیسوں کے لئے جسونت رائے کا پورا گھرانہ ختم کرنے پر تل گیا تھا..... بہت برا کیا تھا میں نے..... بھگوان کی سوگند بہت برا کیا تھا..... ہرے بھگوان آج تیرا نام پھر سے میری زبان پر آگیا ہے..... میں نے پھر تیرا نام لے کر تجھے پکارا ہے بھگوان..... سچ بات یہ ہے کہ انسان کتنا ہی غلط راستوں پر جانکے، ایک نہ ایک دن تیری طرف اس کی واپسی ہوتی ہے..... بھگوان..... میں نے شیطان سے رابطہ قائم کیا ہوا تھا، لیکن برائی برائی ہی ہے..... ایک دن شیطان کے راستے بند ہو جاتے ہیں لیکن تیری طرف آنے والے راستے کبھی بند نہیں ہوتے..... بھگوان تیرا نام دوبارہ میری زبان پر آنے کا مطلب یہ ہے کہ تو نے مجھے پکار لیا ہے..... آ رہا ہوں بھگوان..... تیری طرف آ رہا ہوں..... ارے جاؤ کمبخت مارو..... تم جا کر کسی جوہڑ میں گر جاؤ..... مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے اب..... اس نے سامنے بیٹھے ہوئے بیروں سے کہا اور سارے بیرے اٹھ کر بھاگ گئے..... ار جن شاستری کا ڈھانچہ تنہا رہ گیا تھا، اس نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھے اور رونے لگا، پھر بولا۔“

”بھگوان..... بھگوان..... برا ہو گیا تھا مجھ سے..... بہت برا ہو گیا تھا مجھ سے..... کیا کروں..... مجھے اپنی طرف آنے کا راستہ دکھا..... میں تو اندھا ہو چکا ہوں..... راستہ دکھا بھگوان مجھے..... وہ زار و قطار رو تار ہا اور پھر اس نے خود ہی آہستہ سے کہا۔“

”حسن پور..... ہاں..... جرم تو میں نے عماد الدین کا کیا تھا..... مجرم تو میں عماد الدین کا ہوں..... میرے بچپن کا دوست، بھائیوں جیسا عماد الدین اب میرا بدترین دشمن ہے..... عماد الدین معاف کر دے مجھے میرے بھائی..... آ رہا ہوں میں..... تیری طرف اب حسن پور ہی میں مجھے پنہا مل سکتی ہے..... ار جن شاستری اپنی جگہ سے اٹھا اور پھر چھپتا چھپتا حسن پور کی جانب چل پڑا..... دنیا سے بچنا بھی ضروری تھا، کیا کیا جاتا۔



کسی کی خوشیوں میں شریک ہونا بھی انسان کے لئے نہ صرف خوشی کا باعث ہے بلکہ اگر خود کوئی پودا لگایا جائے اور اس سے پھل برسنے لگیں تو اپنی خوشیاں بے پناہ ہو جاتی ہیں..... نارائن کو یہ عظیم الشان خزانہ دینے کے بعد مہر النساء نے سوچا تھا کہ اب یہاں سے نکل جائے کوئی کام تو رہا نہیں تھا اب..... نارائن خزانہ لے کر گھر چلا گیا تھا اور مہر النساء وہیں کھنڈرات میں پڑی سوچتی رہی تھی کہ اب کیا کرے..... ناگن کے روپ میں زیادہ سے زیادہ کہاں جاسکتی ہے، جہاں تک گئی تھی وہاں سے واپس انہی پر سکون کھنڈرات میں لوٹ آئی تھی..... نجائے کیوں اس کا دل وہاں سے جانے کو نہیں چاہتا تھا..... بہر حال سوچتی رہی کہ کیا کرے..... کئی دن وہاں گزر گئے..... پھر اسے نارائن یاد آیا اور اس نے سوچا کہ جا کر اس کے گھر کے حالات تو دیکھ لے..... راتوں کو جھپتی چھپاتی نارائن کے گھر پہنچی تھی اور وہاں جو اس نے خوشیوں کا بسیرا دیکھا تھا تو دیکھ کر اس کا دل باغ باغ ہو گیا تھا..... نارائن اس کی دھرم بتی اس کی بیٹیاں اور بیٹا..... بس پھولے پھولے پھر رہے تھے، لگتا تھا جیسے انہیں ایک نیا سنار مل گیا ہو..... دولت بھی کیا خراب شے ہوتی ہے..... بیچارہ شاستری دولت کے حصول کے جال میں ہی تو پھنس گیا تھا..... اپنا شریر کھو بیٹھا..... خاندان تباہ ہو گئے، کچھ بھی نہیں تھا اس کے پاس..... نجائے کہاں مر رہا ہے..... خیر جو کچھ وہ چاہتا ہے وہ تو کچھ بھی نہ بجائے کبھی نہیں کروں گی میں..... بس کبھی کبھی اس کے لئے دل میں رحم کے کچھ جذبات جاگ اٹھتے ہیں..... آخر میرے باپ کا دوست تھا لیکن اب کیا کروں..... کہاں

”میرے لئے..... وہ حیرت سے بولی۔“

”ہاں۔“

”میرے لئے تم حسن پور گئے تھے؟“

”کیا نہیں تھا بلکہ یوں سمجھو کہ حسن پور تلاش کرتا پھرا تھا۔“

”تو تمہیں حسن پور مل گیا۔“

”نہ صرف حسن پور بلکہ وہاں میں نے تمہارا گھر بھی تلاش کر لیا۔“

”کیا واقعی؟“

”ہاں۔“

”ایک بات بتاؤ۔“

”ہاں پوچھو۔“

”کیا تم مجھے حسن پور لے جاسکتے ہو؟“

”ہاں کیوں نہیں، میں نے تو اتنا کچھ معلوم کر لیا ہے کہ تم سونگی تو حیران رہ جاؤ گی۔“

”کیا مطلب؟“

”حسن پور کے قرب و جوار میں کچھ کھنڈرات ہیں بالکل ان جیسے کھنڈرات..... جیسے

کھنڈرات میں اس وقت ہم یہاں موجود ہیں..... تمہیں معلوم ہے کہ ہم ناگ ہمیشہ ایسی ہی

جگہوں کو پسند کرتے ہیں..... حسن پور کے کھنڈرات میں، میں نے تمہارا بدن دیکھا ہے۔“

”کیا؟“

”ہاں۔“

”میرا بدن؟“

”ہاں..... وہ وہاں محفوظ ہے۔“

”پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو؟“

”جو کچھ میں کہہ رہا ہوں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔“

جاؤں..... پتا نہیں حسن پور کے راستے کیسے ہیں، کس طرف ہیں..... مجھے تو کچھ نہیں معلوم ان کے بارے میں ورنہ وہیں جاتی..... دیکھتی کہ عماد الدین صاحب کا کیا حال ہے؟ وہ کس حال میں جی رہے ہیں..... بڑی دکھی ہو گئی تھی وہ اور پھر وہ کھنڈرات میں واپس آ گئی..... دوسرا دن تھا کہ اسے کچھ پھنکاریں سنائی دیں..... یہ کاروشا تھا جو اسے ہی پکار رہا تھا..... کاروشا بہر حال ایک اچھا سا تھی تھا..... کم از کم اس وقت تک، جب تک وہ ناگن کے روپ میں تھی، چلا گیا تھا کہیں..... پھر واپس آ گیا..... خیر ملا تو جائے اس سے..... اس نے جوابی پھنکاری اور اس کے بعد نکل کر کاروشا کے سامنے آ گئی..... کاروشا پھنکار کر کھڑا ہو گیا تھا اس نے کہا۔“

”تم کہاں چلی گئی تھیں یہاں سے؟“ میں دوبار آ کر تمہیں دیکھ چکا ہوں۔“

”ہاں میں یہاں نہیں تھی کاروشا، مگر تم کہاں گئے تھے؟ اور کہاں سے واپس آئے ہو۔“

”مجھے معلوم ہے کہ تم ناگن نہیں ہو، بلکہ ناگن کے روپ میں عورت ہو..... پہلے

میں تم سے محبت کرنے لگا تھا مگر اب تمہارا احترام کرتا ہوں، کیونکہ تم ہم میں سے نہیں

ہو..... تمہارے بارے میں بہت سی باتیں معلوم کر آیا ہوں میں..... کیا میرے ساتھ حسن

پور جاؤ گی۔“

”حسن پور..... مہر النساء ایک دم خوش ہو گئی۔“

”ہاں۔“

”کیا تم حسن پور کا راستہ جانتے ہو۔“

”ہاں۔“

”مگر کیسے؟“

”میں وہاں تک گیا تھا۔“

”کیوں؟“

”تمہارے لئے۔“

”تمہارا نام مہر النساء ہے نا؟“

”ہاں“

”اور تمہارے والد کا نام عماد الدین“

”ہاں بالکل“

”عماد الدین روزانہ رات کی نماز وہیں پڑھتے ہیں اور اس کے بعد دیر تک تمہارے

بدن کے پاس بیٹھے رہتے ہیں..... میں نے اپنی آنکھوں سے یہ سارا منظر دیکھا ہے..... معلومات حاصل کی ہے۔

مہر النساء کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے، اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے..... کاروشا اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔

”رونے کی ضرورت نہیں..... میں تمہیں وہاں تک پہنچا سکتا ہوں..... اس کے بعد جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔“

”تم مجھے وہاں پہنچا سکتے ہو۔“

”ہاں کیوں نہیں۔“

”تو ٹھیک ہے“ مجھے وہاں لے چلو..... مہر النساء آنسو بھری آواز میں بولی۔

”جب تم جانا چاہو۔“

”جب کی بات نہیں میں تمہارے ساتھ ابھی چل رہی ہوں..... مہر النساء نے کہا اور

کاروشا اس کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گیا۔“

مہر النساء کاروشا کے ساتھ چل پڑی..... درحقیقت جن خوفناک واقعات سے اس کا واسطہ پڑا تھا ان کا اس نے زندگی میں کبھی تصور بھی نہیں کیا ہو گا..... وہ تو ایک معصوم اور

الڑکی تھی، جس نے ہمیشہ ماں باپ کی شفقت اور مامتا کے سائے میں زندگی گزاری تھی..... کبھی ماں باپ کو ایسا موقع نہیں دیا تھا کہ وہ کسی بات پر اسے برا بھلا کہیں..... پھر

نقدیر نے اسے ان بھیانک غاروں میں لا ڈالا جہاں موت کے خوفناک سائے منہ پھاڑے اسے

بچے دوڑتے رہے..... لیکن بس ایک روشنی اس کے ساتھ تھی..... عماد الدین نے اسے سکھایا تھا کہ ہر مشکل صبر کے آگے سرنگوں ہوتی ہے..... اور صبر کا ہتھیار سب سے طاقتور ہوتا ہے..... شاید اسی کے سہارے وہ اب تک جیتی رہی تھی اور آخر کار وہ اپنے گھر جا رہی تھی..... طویل سفر کے بعد اس نے ایک آبادی دیکھی اور کاروشا نے کہا۔

”یہ حسن پور ہے۔“



عماد الدین کی زندگی میں اپنی اکلوتی بیٹی کے سوا اور کچھ نہیں تھا..... ارجن شاستری نے جو کچھ یہ تھا اس کے لئے انہیں بحالت مجبوری جوانی کا روائی کرنا پڑی تھی، ورنہ اپنا سب کچھ چھوڑنے کے بعد بھائیوں کی بے اعتنائی سے دلبرداشتہ ہو کر انہوں نے جو گوشے اپنائے تھے، بس وہی ان کے لئے سکون کا باعث تھے..... مہر النساء کے سلسلے میں ارجن شاستری نے جو کچھ کیا تھا اس کا زخم عماد الدین کے سینے پر تھا..... انہوں نے اپنے طور پر مہر النساء کے جسم کو محفوظ کیا تھا اور قدرت کا تماشا دیکھا تھا کہ روح سے خالی جسم بھی کس طرح محفوظ رہ سکتا ہے..... زلیخا کو انہوں نے اس بارے میں نہیں بتایا تھا کیونکہ عورت کمزور دل کی مالک ہوتی ہے، البتہ زلیخا سے انہوں نے یہی کہا تھا کہ آخر کار ایک دن مہر النساء واپس آجائے گی..... بس اس بات کو اپنے ایمان کی طرح مضبوطی سے دل میں رکھنا اور زلیخا آرزوں کے چراغ بجائے بیٹی کی واپسی کی منتظر تھی، اس کی آنکھیں بیٹی کا انتظار کرتے کرتے دھندلا گئی تھیں..... عماد الدین روزانہ عشاء کی نماز انہی کھنڈرات میں پڑھتے تھے اور اس کے بعد رات کو بہت دیر تک مہر النساء کے بدن کے پاس بیٹھے رہا کرتے تھے اور عبادت کرتے رہتے تھے..... معمول کے مطابق اس دن بھی وہ کھنڈر میں بیٹھے عبادت کر رہے تھے..... مہر النساء کا جسم ان کے عقب میں تھوڑے فاصلے پر موجود تھا کہ انہیں قدموں کی آہٹ سنائی دیں اور چونک کر پلٹے..... یہاں کون آسکتا ہے؟ لیکن کچھ ہی لمحوں کے بعد انہوں نے ایک انسانی لاش پونچھ کر دیکھا جو آہستہ قدموں سے چلتا ہوا ان کی جانب آ رہا تھا..... عماد الدین ایک دم

سنجھ گئے..... ان کے ذہن کے تمام خانے روشن ہو گئے تھے..... اس انسانی ڈھانچے پر انہوں نے ایک لمحے کے اندر پہچان لیا تھا..... یہ ار جن شاستری کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا..... عماد الدین کو ایک لمحے کے لئے پریشانی لاحق ہوئی کہ ار جن شاستری نے آخر کار اس جگہ کا پتہ لگا لیا اور لازمی بات ہے کہ اگر اس نے مہر النساء کے جسم کو ابھی تک نہیں دیکھا ہے تو وہ اس جسم کو دیکھ لے گا، حالانکہ مہر النساء کا جسم ذراتاریکی میں رکھا ہوا تھا..... بہر حال جو کچھ وہ پڑھ رہے تھے انہوں نے اسے اپنے سینے پر منتقل کیا اور ار جن کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگے..... کچھ لمحوں کے بعد ار جن شاستری قریب آ گیا تھا، اس نے کہا:۔

”عماد الدین“۔

”تو تم آگئے ار جن شاستری“۔

”پہچان لیا تم نے مجھے؟“۔

”ہاں پہچان لیا اور جانتا بھی ہوں تمہیں..... کالے علم کو لے کر میرے سامنے آئے ہو ار جن شاستری اب بولو کیا چاہتے ہو“۔

”نہیں عماد الدین..... کالے علم کو میں بہت پیچھے چھوڑ آیا ہوں، اب صورت حال بہت مختلف ہے..... ار جن شاستری نے کہا اور عماد الدین گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لینے لگے پھر مسکرا کر بولے“۔

”یہ جو گندے علم کے ماہر اور مالک ہوتے ہیں وہ ہر طرح کا جھوٹ بولنا بھی جائز سمجھتے ہیں، لیکن ار جن شاستری میرے سامنے تمہیں جھوٹ بولنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا“۔

”میں جھوٹ نہیں بول رہا عماد الدین“۔

”تو پھر سچ بولو..... سچ کیا ہے“۔

”میں نے کالا جادو ترک کر دیا ہے، اب میں کالی طاقت سے بالکل نکل آیا ہوں اور ہر قسم کے کالے علم پر لعنت بھیجتا ہوں..... میں نے سچے دل سے بھگوان کا نام لیا ہے، بالکل سچے دل سے اور تمہارے پاس صرف تم سے معافی مانگنے کے لئے آیا ہوں..... نہ میں تم سے اپنا

بدن واپس مانگتا ہوں..... نہ کوئی اور خواہش ہے میرے دل میں، بس اگر ہو سکے میرے دوست تو مجھے معاف کر دو، ہو سکتا ہے تمہارے معاف کر دینے سے میرے من کو شانتی مل جائے..... میں سارے اعترافات کرنا چاہتا ہوں..... کالے علم کے ذریعے نہ صرف میں نے بہت سے لوگوں کو نقصان پہنچایا ہے، بلکہ اور بھی بہت سے برے کام کئے ہیں میں نے..... واقعی جسونت رائے کے ساتھ جو کچھ میں کر رہا تھا وہ بہت برا تھا اور تم نے اسے بچانے کے لئے جو کچھ کیا وہ بالکل ٹھیک تھا اب یہ میری بد قسمتی ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ بھگوان کی طرف سے میرے کئے کی سزا ہے کہ میں خود تو اس کا شکار نہیں ہوا مگر میرے دل کی دنیا لپ گئی..... میری چنتی اور میری بیٹی..... میرے گناہ کا شکار ہو گئیں اور میں جیتا رہا تاکہ جیون کی ہر سانس کے ساتھ ان کے لئے تڑپتا رہوں..... مان لیا ہے بھگوان کا یہ نیاے میں نے..... بھگوان کا یہ انصاف مان لیا ہے میں نے..... عماد الدین تم اور معاف کر دو تو پھر جا کر کسی گھٹا میں بیٹھ جاؤں گا اور بعد کا جیون وہیں بیتا دوں گا..... دنیا سے جی بھر گیا ہے میرا۔

عماد الدین غور سے اسے دیکھتے رہے، نہ جانے کیوں ار جن شاستری کی آوازیں ان کے دل کو چھو رہی تھیں اور انہیں یہ احساس ہو رہا تھا کہ اس وقت ایک سچ ان کے سامنے ہے..... بہت دیر تک وہ خاموشی سے ار جن شاستری کو دیکھتے رہے پھر انہوں نے کہا“۔

”ار جن! کیا واقعی ہی تمہارے دل میں ایمان جاگ اٹھا ہے؟“۔

”سب کچھ کھونے کے بعد، کیا جاگا ہے، کیا سویا ہے، اسے جانے دو اگر سمجھتے ہو کہ تم سے کچھ مانگنے آیا ہوں تو کچھ نہیں مانگوں گا..... بس ہو سکے تو مجھے معاف کر دو..... یہی تمہاری بڑی مہربانی ہوگی میرے ساتھ“۔

”آؤ بیٹھو ار جن دنیا میں بہت سی چیزوں کے حل موجود ہیں..... ہر چیز کا ایک حل ہوتا ہے کہ انسان جو کھو بیٹھتا ہے وہ شاید کبھی نہیں پاسکتا ہو، لیکن سکون کے راستے بند نہیں ہوتے..... مشورہ دوں گا میرے دوست دل چاہے تو مان لینا، اپنے ضمیر سے پوچھ کر مجھے جواب دینا..... ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں تمہیں..... ہو سکتا ہے تمہارے لئے کار آمد رہے۔

ارجن شاستری آہستہ آہستہ قدموں سے آگے بڑھا اور پھر گھٹنے موڑ کر عماد الدین کے سامنے بیٹھ گیا۔ عماد الدین گہری سوچ میں ڈوب گئے تھے۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے گروں اٹھا کر کہا۔

”میں جائزہ لے رہا تھا اس بات کا کہ اگر کسی کو کوئی عظیم پیشکش کی جائے تو اس کا ماضی دیکھ لیا جانا زیادہ مناسب ہے اور مجھے یہ اندازہ ہوا ارجن شاستری کے زمانہ قدیم میں جب بتوں کی پوجا ہوتی تھی اور بت پرست اپنی برائیوں میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے تو انہیں ”دعوت ایمان“ دی گئی اور جس نے یہ دعوت قبول کر لی وہ پاک ہو گیا، ہر برائی سے جو اس نے ماضی میں کی تھی، حساب کتاب کی ذمہ داری مالک دو جہاں کی ہے۔۔۔۔۔ روز قیامت ایسے لوگوں سے کیا حساب ہو گا یہ ہم نہیں جانتے لیکن دعوت دی گئی ہے کہ گندگی سے نکل کر باہر پاک صاف اور شفاف زمین پر آ جاؤ۔۔۔۔۔ پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر میں تمہیں یہ دعوت دوں تو غلط نہیں ہے ارجن۔۔۔۔۔ جو کچھ بھی کر چکے ہو۔۔۔۔۔ جہاں تک پہنچ چکے ہو۔۔۔۔۔ تمہاری ذات سے کسی کو کوئی نقصان پہنچا ہے، اگر وہ حیات ہے تو اس سے معافی مانگ لینا اور کوشش کرنا کہ وہ تمہیں معاف کر دے۔ دنیا سے جا چکا ہے تو اللہ سے معافی مانگو۔۔۔۔۔ شاید معافی مل جائے۔۔۔۔۔ میں تمہیں جو پیشکش کرنے والا ہوں وہ یہ ہے کہ مسلمان ہو جاؤ۔۔۔۔۔ کلمہ حق پڑھ لو۔۔۔۔۔ جھوٹ سے نجات حاصل کر لو۔۔۔۔۔ کہ حق۔۔۔۔۔ حق ہے اور باطل۔۔۔۔۔ باطل۔۔۔۔۔ باطل کو فنا ہونا ہے اور باطل فنا ہو جائے گا۔۔۔۔۔ ارجن شاستری میرے بچپن کے دوست ہو تم۔۔۔۔۔ یقین کرو۔۔۔۔۔ بہت بار میرے دل میں تمہارے لئے محبتوں کی لہر جاگی لیکن کیا کرتا۔۔۔۔۔ تم نے رشتوں کا رخ ہی بدل لیا تھا۔۔۔۔۔ مجبوری تھی میری۔۔۔۔۔ میرے دوست۔۔۔۔۔ بالکل مجبوری تھی۔۔۔۔۔ میں وہ رخ تبدیل نہیں کر سکتا تھا، کیا سمجھے؟ مجبور ہو گیا تھا بالکل ورنہ ایسا نہ کرتا سمجھے۔۔۔۔۔ بات بالکل ہی مختصر ہے؟ بالکل ہی مختصر اور آگے کیا کہوں۔۔۔۔۔ بس سمجھ لو یہی ایک حل ہے میرے پاس۔۔۔۔۔ بدلے میں کچھ نہ مانگنا۔۔۔۔۔ دینے والی ذات ”ذات باری“ کی ہے۔۔۔۔۔ ہم تو صرف ہاتھ پھیلانے والوں میں سے ہیں۔۔۔۔۔ ہاتھ

پھیلانے رہیں گے، اگر ہمارے پھیلے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھنا مقصود ہو گا اسے تو رکھ لے گا ورنہ ہر حالت میں اس کا شکر۔۔۔۔۔ کیونکہ جتنا اس نے دیا ہے وہ اتنا ہے کہ ہم کہیں اور سے نہیں حاصل کر سکتے۔۔۔۔۔ یہ تو اس کی رضا ہے کتنا دے۔۔۔۔۔ یہ تو دینے والے کی مرضی اور اسے کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ اس سے مانگنے میں شرم کیسی، جس نے سب کچھ ہی دیا ہو۔۔۔۔۔ عماد الدین کی لرزتی ہوئی آواز ارجن شاستری پر بری طرح اثر انداز ہو رہی تھی، کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

”میرا خیال تھا کہ تم مجھ سے مہر النساء کے بارے میں پوچھو گے اور نفرت کا اظہار کرو گے۔۔۔۔۔ شرط رکھو گے کہ مہر النساء تمہیں واپس دے دی جائے اس کے بعد تم دوسری بات کرو گے لیکن تم نے وہ سب کچھ نہیں کیا۔“

”ہاں۔۔۔۔۔ میں نے بڑی محنت سے اپنے اوپر جبر کیا ہے، یہی تو احکام الہی ہے۔۔۔۔۔ ہم رشتے بناتے ہیں۔۔۔۔۔ بیٹی۔۔۔۔۔ بہن۔۔۔۔۔ بیوی۔۔۔۔۔ ماں۔۔۔۔۔ باپ۔۔۔۔۔ سارے رشتے ہوتے ہیں اور ان رشتوں کے جال میں پھنس کر ہم اصل رشتہ بھول جاتے ہیں، جو ہمارے اور ہمارے مالک کے درمیان ہے۔۔۔۔۔ ہم اس کے احکامات کو بھول کر اپنی خواہشوں کی غلامی کرنے لگتے ہیں۔۔۔۔۔ میرے دل میں میری بیٹی مہر النساء ہے، جس کی روح تم نے اپنی بیٹی کشکوتی کے بدن میں قید کر دی ہے۔۔۔۔۔ دل میں لاکھوں آرزوئیں مچلتی ہیں اور دل چاہتا ہے کہ تم سے اس کے بارے میں پوچھوں لیکن اگر میں دیوانہ وار تم سے اس کے بارے میں سوال کر دیتا تو روز قیامت مجھ سے یہ سوال ضرور ہوتا کہ اس کے بندے کے بارے میں۔۔۔۔۔ میں نے کیوں نہیں پوچھا۔۔۔۔۔ اپنی محبت کی جانب قدم کیوں بڑھائے۔۔۔۔۔ بس یہ خوف تھا جس کی وجہ سے میں نے تم سے اپنی نور نظر کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔۔۔۔۔ ارجن شاستری اور اب بھی میں تم سے یہی کہتا ہوں کہ اپنی مشکوں کا حل چاہتے ہو تو کلمہ ایمان پڑھ لو۔۔۔۔۔ بعد میں دل چاہے تو مجھے میری مہر النساء کے بارے میں بھی بتا دینا۔“

ارجن شاستری کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔۔۔۔۔ وہ زار و قطار رونے لگا۔۔۔۔۔ اس کے

آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے..... روتے ہوئے اس نے کہا۔“

”میں تیار ہوں مجھے ایمان کی روشنی دے دو عماد الدین..... مجھے ایمان کی روشنی دے دو، مجھے اس سے روشناس کرا دو جو سچ ہے..... جو حق ہے..... جو یکتا ہے..... جو واحد ہے..... مجھے اس سے روشناس کرا دو..... میں اس کے راستے پر چلنا چاہتا ہوں..... میں اپنے بدن کی ساری غلاظتوں کو دھو دینا چاہتا ہوں..... مجھے اپنے گوشت کا ایک ذرہ نہیں چاہئے، ان سوکھی ہڈیوں میں ایمان اتار دو..... یہی میری آرزو ہے..... عماد الدین..... میرے دوست یہی میری آرزو ہے..... میری یہ آرزو..... پوری کر دو..... پوری کر دو میری یہ آرزو..... ار جن شاستری اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے عماد الدین کے پاؤں پکڑ لئے..... عماد الدین نے جلدی سے اس کے ہاتھوں کو روکتے ہوئے کہا۔“

”نہیں..... بے شک تم نے ابھی کلمہ ایمان نہیں پڑھا..... لیکن ارادہ کر چکے ہو اور مسلمانوں کی صف میں داخل ہو گئے ہو..... مسلمان بھائی..... مسلمان بھائی سے پاؤں نہیں پکڑواتا، بلکہ اسے سینے سے لگاتا ہے اور عماد الدین نے اٹھ کر ار جن شاستری کے سونکھے ہوئے ڈھانچے کو سینے سے لگالیا۔“



مہر النساء ایک گھریلو لڑکی تھی..... ایک دین دار باپ کی بیٹی..... حسن پور میں پیدا ہوئی تھی..... حسن پور ہی میں پلی بڑھی تھی، لیکن بستی اس نے اس حد تک دیکھی تھی..... جتنی اس کے باپ نے انگلی پکڑ کر دکھادی تھی..... یہاں آکر وہ ماضی کے تصورات میں کھو گئی اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی نک گئی..... کاروشا بھی رک گیا تھا اور خاموشی سے مہر النساء کو دیکھتا رہا تھا..... مہر النساء نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔“

”ہائے کاروشا مجھے تو اپنا گھر بھی معلوم نہیں ہے۔“

”لیکن مجھے ایک ایسی جگہ معلوم ہے جہاں تمہارا اثر یہ موجود ہے“ اور وہ جگہ ایک کھنڈر ہے۔“

”تم مجھے وہاں لے جاسکتے ہو۔“

”ہاں کیوں نہیں..... کاروشا نے جواب دیا۔“

”تو چلو پھرو ہیں چلو..... ہو سکتا ہے وہاں مجھے میری زندگی مل جائے۔“

”آؤ..... کاروشا نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور دونوں راستے طے کرتے ہوئے ان کھنڈرات میں داخل ہو گئے..... کاروشا ایک بہترین رہنما تھا اس نے جن جذبوں کے تحت یہ سب کچھ کیا تھا وہ الگ نوعیت کے حامل تھے، لیکن اسی کو قدرت کہتے ہیں..... مالک حقیقی اپنا نمل کرتا ہے اور انسان، بس اسی کے تحت ہر کام کرتا ہے..... اس وقت ایک اہم مسئلے کا فیصلہ

لیکن پانی اس کی ہڈیوں پر سے بہہ گیا تھا، مگر اس وقت یہ پانی اس کے منہ میں داخل نہیں ہو گیا تھا اور ار جن شاستری حیرت سے اپنی ہڈیوں کے بدن کو دیکھنے لگا تھا، اس نے کہا۔

”پہلے ایسا نہیں ہوا۔۔۔ پہلے ایسا نہیں ہوا“ جواب میں عماد الدین مسکرا دیئے۔

”کلام الہی پڑھا ہوا تھا اس پانی پر یہ زمین پر نہیں گرتا۔۔۔ کبھی نہیں گرتا۔۔۔ تمہارے بدن کی ہیئت واپس آ رہی ہے۔۔۔ یہ آغاز تھا چلو اب آگے شروع ہو جاؤ اور اس کے بعد بہت عظیمان افروز مناظر سامنے آئے۔۔۔ ار جن شاستری نے کلمہ پڑھا اور عماد الدین نے اس کا ابراہیم علی رکھا۔۔۔ ادھر مہر النساء حیرانی سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔۔۔ جب اس کام کو فراغت حاصل ہو گئی تو عماد الدین نے کہا۔“

”ہاں۔۔۔ اب تم مجھے میری بیٹی کے بارے میں بتاؤ ابراہیم علی۔“

”جس۔۔۔ میں نے جو جادو کا عمل کیا تھا اس سے مہر النساء کی آتما کشکا کے شریر میں غل کر دی گئی تھی۔“

”وہ ساری کہانی مجھے معلوم ہے۔۔۔ جوابی عمل کے طور پر میں نے مہر النساء کے جسم کو بال انہی کھنڈرات میں محفوظ کر دیا تھا۔۔۔ وہ دیکھ اس طرف۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے بدن میں کوئی خرابی نہیں پیدا ہوئی اور وہ منتظر ہے روح کی واپسی کا“ ابراہیم علی نے کہا۔

”باقی کہانی میں تمہیں سناتا ہوں“ اور پھر ابراہیم نے ساری کہانی وہاں تک سنا دی جہاں النساء کو ناگن بنا کر اس نے فرار کر دیا تھا۔۔۔ عماد الدین صبر و سکون کے ساتھ یہ سب کچھ سنا رہے تھے۔ پھر انہوں نے کہا۔“

”ذات باری ایسے ہی اپنی وحدانیت اور اپنی موجودگی کا یقین دلاتے ہیں۔۔۔ میں نے تو صبر سے انتظار کیا ہے اور اب بھی انتظار کرتا رہوں گا جب تک کہ اس کا حکم نہ

ہو رہا تھا، کیونکہ جب مہر النساء ایک اندرونی حصے میں پہنچی تو اس نے دنیا کا سب سے حیرت انگیز منظر دیکھا۔۔۔ ایسا منظر جس نے اس کے دل کو لرزادیا۔۔۔ بہت عرصے کے بعد اس نے عماد الدین صاحب کو دیکھا۔۔۔ پر رونق چہرہ۔۔۔ پروقار۔۔۔ ایمان کی تمازت سے چمکتا ہوا اور اس کے مد مقابل ار جن شاستری۔۔۔ جو عماد الدین کے سینے سے لگا ہوا تھا۔۔۔ دودھن ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے والے۔۔۔ لیکن جن کے سینے ملے ہوئے تھے۔۔۔ مہر النساء شدت حیرت سے گنگ رہ گئی اور کچھ لمحوں کے لئے سب کچھ بھول گئی، وہ اس عجیب منظر سے بری طرح حواس باختہ ہو گئی تھی۔۔۔ یہ تو وہ عمل تھا جس کا کبھی تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔۔۔ یہ کیا ہو رہا ہے، لیکن جو ہو رہا تھا وہ ہوتا رہا۔۔۔ اس نے عماد الدین کی آواز سنی وہ کہہ رہے تھے۔“

”تو ار جن شاستری۔۔۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا کا سب سے نیک اور متبرک کام سب سے پہلے کیا جانا چاہئے تاکہ برکتوں سے کسی عمل کا آغاز ہو اور اس کے بعد باقی باتیں۔“

”عماد الدین تم عظیم ہو۔۔۔ مجھے حکم دو میں کیا کروں۔“

”صدق دل سے یہ فیصلہ کر چکے ہو کہ مذہب اسلام قبول کرو گے۔“

”ہاں“ ار جن شاستری نے جواب دیا۔

”تو پھر کچھ لمحے رکھو“ عماد الدین صاحب نے ایک برتن میں پانی لیا، کچھ پڑھا۔۔۔ اس پر دم کیا اور ار جن شاستری کو دیتے ہوئے بولے۔“

”بسم اللہ کر کے پی جاؤ۔“

”لیکن۔“

”نہیں۔۔۔ جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو“ ار جن شاستری نے پانی کا برتن ہاتھ میں لیا۔

جب سے اس کے جسم کی ہیئت بدلی تھی، پانی اور غذا کی اسے ضرورت ہی نہیں رہی تھی۔ ہڈیوں کو بھلا کس چیز کی حاجت ہوتی۔۔۔ پھر بھی اس نے عماد الدین کا حکم مانا۔۔۔ پانی منہ سے لگایا اور پینے کے انداز میں اسے اپنے آپ میں اندیلنے لگا، اس سے پہلے بھی ایک دو بار یہ کیا

ہوگا..... انہوں نے اپنی رحمت سے یہ جسم محفوظ رکھا ہے تو میرا ایمان ہے کہ ایک دن میری مہر النساء اس بدن میں ضرور واپس آجائے گی..... مہر النساء کے لئے یہ آخری لمحات تھے وہ تیزی سے آگے بڑھی اور عماد الدین کے پیروں سے جا لپٹی..... عماد الدین نے اسے دیکھا اور ابراہیم علی بے اختیار چیخ پڑا۔“

”عماد الدین یہ مہر النساء ہے..... یہ مہر النساء ہے..... میں اپنے گندے عمل کا آخری کام کرنے کو تیار ہوں اور اس کے بعد میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی زندگی سے یہ گندہ علم نکال دوں گا..... تھوڑی دیر کے بعد ناگن مردہ پڑی ہوئی تھی اور مہر النساء آنکھیں کھول کر بیٹھی ہوئی تھی..... اس کا دماغ جاگ رہا تھا..... ایک ایک بات اس کے علم میں تھی..... باپ کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھا اس نے پھر آہستہ سے بولی۔“

”ابو مجھے امی کے پاس لے چلیں۔“

”آؤ ابراہیم علی.....“ عماد الدین نے ابراہیم علی کا ہاتھ پکڑا اور تینوں شاداں و فرحاں آبادی کی جانب چل پڑے..... بیشک یہ ایک کہانی ہے لیکن ہر کہانی کچھ حقیقتوں سے کشید ہوتی ہے اور سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ ذات ایزدی جو بھی کرنا چاہے وہ کر سکتی ہے..... انسانی عقل تو بہت محدود ہے وہ بھلا ان رموز کو کیا سمجھے گی..... جو آسمان کی بلندیوں سے تفویض ہوتے ہیں۔“



ختم شد